قال اللہ تبارک و تعالیٰ ما جعل علیکم فی الدین من حرج

مصداق آیت بالا

مجموعہ رسائل مفیدہ مع اضافات جدیدہ و تصدیقات مشاہیر علمائے ہند

یعنی

الحیلة الناجزة للحلیلة العاجزة

جس میں نکاح کے وقت تفویض طلاق کا مفصل حکم اور زوجۂ مفقود و مجنون وغیرہ کی رہائی کی شرعی صورتیں مذکور ہیں اور

المختار فی مہمات التفریق والخیارات

جس میں خیار بلوغ و خیار کفاءت و حرمت مصاہرت کے احکام شرعیہ مفصل درج ہیں اور

حکم الازدواج مع اختلاف دین الازواج

جس میں زوجین کے اختلاف مذہب کی سب صورتوں کا مفصل حکم اور فسخ نکاح ہونے نہ ہونے کی تفصیل

المرقومات للمظلومات

جو ہر سہ رسائل مذکورہ کا عام فہم خلاصہ اور تمام صورتوں کا مختصر دستور العمل ہے اور

رفاق المبتدئین للنظر فی وفاق المجتہدین

رسالہ حیلہ ناجزہ پر جو بعض شبہات کیے گئے ان کا جواب

باہتمام

احقر محمد شفیع عفی اللہ عنہ

قیمت بوجہ گرانی کاغذ — دو روپیہ عہ

مختصر فہرست مطبوعات دار الاشاعت دیوبند

جس میں صرف وہ کتابیں درج ہیں جو دار الاشاعت نے اپنے اہتمام سے عمدہ طبع کرائی ہیں یا کثیر تعداد میں ہمیشہ موجود رکھی جاتی ہیں تاجران کتب اور مدارس اسلامیہ کے لئے ان میں مخصوص رعایت دیجاتی ہے اور عام طلبا کے لئے بھی ان کی قیمتوں میں خاص رعایت کی جاتی ہے جو ایک مرتبہ کے معاملے سے معلوم ہو جائے گی۔

فن حدیث

کی

پانچ نادر و نایاب اور نہایت ضروری کتابوں کا مجموعہ

یعنی

اسماء الرجال	الیانع الجنی	الدر المنضود	تبییض الصحیفہ	کتاب الضعفاء الصغیر
معانی الآثار للامام الطحاوی	اسانید الشیخ عبد الغنی	فی اسانید شیخ الہند محمود	فی مناقب الامام ابی حنیفہ	للامام البخاری
یعنی تلخیص معانی الاخیار للعلامۃ العینی شارح البخاری	شاہ صاحب موصوف جو علمائے ہند کے استاذ الاساتذہ ہیں ان کی اسانید حدیث اصحاب صحاح ستہ تک	حضرت شیخ الہند اور دیگر موجودہ مشائخ دار العلوم دیوبند کا سلسلہ اسناد حضرت شاہ عبد الغنی دہلوی تک	امام اعظم رحمہ اللہ کی نہایت عمدہ معتبر سوانحعمری از علامہ سیوطی شافعی ؒ	

حدیث کے مشہور امام طحاوی حنفی رح کی کتاب معانی الآثار عام طور پر مدارس میں داخل نصاب ہے مگر اس کے اسماء رجال پر کوئی مستقل کتاب نہ ملتی تھی اور یہ معلوم تھا کہ علامہ عینی شارح بخاری رح نے اس کتاب کی شرح دس جلدوں میں اور اسماء الرجال کی بحث دو جلدوں میں لکھی ہے مگر افسوس کہ یہ کتاب دنیا میں نایاب ہے۔ حق تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر کہ اس نے اس شرح کے اسماء رجال کی تلخیص ہمیں نصیب فرمائی اور اشاعت کی توفیق دی۔ مزید افادہ کے لئے دوسری چار کتابیں ہمنے اس کی ساتھ لگا دیں۔ کتابت و طباعت نہایت اعلیٰ۔ ہر کتاب کی جدا جدا قیمت کا لحاظ کیا جائے تو اس کی قیمت پانچ روپیہ بھی کم ہے۔ لیکن افادہ عام کی غرض سے ہمنے اس کی قیمت صرف تین روپیہ (عے) رکھی ہے

میرزاہد رسالہ مع حواشی بحر العلوم

میرزاہد رسالہ تمام مدارس عربیہ میں داخل نصاب ہے لیکن حواشی اور طباعت کے اعتبار سے اب تک بہت محتاج خدمت تھا۔ دار الاشاعت نے بصرف زر کثیر اس کے عمدہ حواشی جمع کر کے نہایت عمدہ طبع کرایا ہے۔ حاشیہ میں علاوہ دیگر حواشی مروجہ کے مستقل حاشیہ بحر العلوم کا جداگانہ صفحہ بصفحہ طبع کیا گیا ہے۔ آخر میں حاشیہ غلام یحیےٰ مع حواشی ملا مبین و حواشی مولانا ظہور اللہ وغیرہ نہایت اہتمام سے طبع کیا گیا ہے۔ اور قیمت باینہمہ صرف (عہ) رکھی ہے۔

محیط الدائرہ

فن عروض و قوافیہ میں بے شمار کتابیں ہر زبان میں موجود ہیں۔ لیکن اس کتاب نے اس فن کو بالکل ہی سہل کر دیا ہے۔ اس پر ایک مفصل شرح بھی درج کی گئی ہے۔ جو مولانا میرک شاہ صاحب کی تصنیف ہے۔ قیمت کاغذ گلیز عمدہ ۱۲ کاغذ رف ۱۲

تسہیل النحو

اس کتاب میں نحو میر کی اصل عبارت پھر اس کی شرح لکھ کر ہر سلسلہ مشق کے لئے سوالات قائم کئے گئے ہیں۔ قیمت صرف ۴ر

فہرست مضامین

الحیلۃ الناجزۃ للحلیلۃ العاجزۃ

ضروری تصحیح: اس حیلہ ناجزہ میں دو جگہ صفحات غلط چھپ گئے ہیں مگر مضمون مرتب صحیح ہے صفحات درست فرما لیجئے (۱) صفحہ ۳۳ کے بعد غلطی سے ۳۸ چھپ گیا ہے اسکو ۳۴ ... [illegible]

[illegible] (۸۹) [illegible] (۱) [illegible]

رسالہ

الحیلۃ الناجزۃ للحلیلۃ العاجزۃ

کے متعلق

مشاہیر علماء ہندوستان کی تصدیقات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اما بعد: مسائل مندرجہ رسالہ ہذا جس قدر ضروری اور اہم تھے اس سے زیادہ یہ اہم تھا کہ اس دشوار گذار میدان میں قدم کون رکھے اور دنیا و آخرت کی اتنی بڑی ذمہ داری کو کون اٹھائے۔ اس لئے کہ [illegible] سوزی اور بے شمار کتابوں کی ورق گردانی علماء وقت سے مراجعت و مشاورت کی [illegible] تھا [illegible] اسی لئے باوجود اس کے کہ ہر طبقہ کے علماء میں ان مسائل پر مفصل تصنیف کی اشد ضرورت محسوس کی [illegible] جاتی تھی۔

حق سبحانہ وتعالیٰ کو حضرت مجدد الملت حکیم الامت دامت برکاتہم کے دست مبارک تو یہ خدمت لینی تھی آپ کے قلب میں اس کا داعیہ شدت کے ساتھ پیدا ہوا اور درحقیقت انہیں کی ذات اقدس اس فریضہ کی متحمل ہو سکتی تھی۔ آپ نے اپنے انتہائی ورع و تقویٰ کی وجہ سے صرف اپنی دماغی کاوش اور محنت و مشقت کے بعد ان مسائل پر اکتفا نہ فرمایا بلکہ جس مسئلہ میں ذرا شبہ ہوا بار بار مالکی المذہب علماء مدینہ طیبہ سے خط و کتابت کرتے رہے پھر مدرسہ دار العلوم دیوبند اور مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کے علماء کو اس کی تصنیف میں گویا شریک رکھا رسالہ کا کوئی لفظ ان حضرات کی نظر و مشوروں کے بغیر نہیں لکھا گیا۔

اس طرح یہ مبارک رسالہ علماء تھانہ بھون و علماء دیوبند و علماء سہارنپور کی گویا متفقہ تصنیف ہوگئی اس لئے ان کی تصدیقات و اعتبارات تو خاص طور سے رسالہ کا جزو ہی ہیں لیکن اس کے بعد یہ بھی ضروری سمجھا گیا کہ ہندوستان کے دوسرے علماء مشاہیر سے بھی اس میں مشورہ لیا جائے۔ چنانچہ تمام مشہور علماء کی خدمت میں رسالہ بغرض مشورہ بھیجا گیا۔ اور الحمد للہ کہ اکثر اطراف ہندوستان کے مشاہیر کے جوابات موصول ہوئے۔

ان جوابات میں عام طور پر اکثر علماء نے تو پورے غور و خوض کے ساتھ ملاحظہ فرمانے کے بعد رسالہ کے تمام مسائل سے بلا کم و کاست اتفاق کیا مگر بعض حضرات نے مسائل مندرجہ کی تصدیق کے ساتھ کچھ مشورہ بھی تحریر فرمایا اور بعض حضرات نے کچھ جزوی تنقید بھی فرمائی۔

ان سب حضرات کی تصدیقات و تحریرات درج کی جاتی ہیں اور مشورہ و تنقید کی بابت جو کچھ ذہن میں آیا وہ ان تحریرات کے حاشیہ پر لکھدیا گیا۔

ناکارۂ خلائق

محمد شفیع عفا اللہ عنہ مدرس دار العلوم

دیوبند

یکم رجب ۵۵ھ

1936

تصدیقات حضرات علماء دہلی

از مدرسہ اسلامیہ فتحپوری

حامداً و مصلیاً و مسلماً

ہم نے مجموعہ رسائل مفیدہ کا مطالعہ کیا زمانہ موجودہ کے لحاظ سے اس کا ضروری اور از حد مفید ہونا محتاج بیان نہیں در حقیقت امت مرحومہ کی ان اہم مشکل کا حل حضرت حکیم الامۃ مولانا تھانوی دامت برکاتہم جیسے فقیہ کامل کا محتاج تھا کہ علوم ظاہری و باطنی کی مہارت و احوال زمانہ و مشکلات حاضرہ سے بخوبی واقفیت رکھتے ہیں۔

جناب حضرت قبلہ حکیم الامۃ نے جو اس کتاب مجموعہ رسائل مفیدہ میں ان مسائل کو بکمال تحقیق و تدقیق و احتیاط تحریر فرمایا ہے اگرچہ وہ ہم جیسے علماء کی تائید و تصحیح سے بے نیاز ہیں لیکن تحصیل خیر و ثواب کو مد نظر رکھتے ہوئے ہم ان مسائل کی تائید سے افتخار حاصل کرتے ہیں۔

[illegible] ÷ [illegible] اللہ غفر لہ
[illegible] مدرسہ فتحپوری دہلی ÷ [illegible] عبد القادر غفر لہ

عبد الرحمٰن عفی عنہ ÷ محمد محبوب الٰہی ÷ سید احمد
مدرس فتحپوری دہلی — مدرس مدرسہ فتحپوری دہلی

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

میں نے مجموعہ رسائل مفیدہ کے ایک ایک مضمون کو لفظاً لفظاً اور حرفاً بحرف پڑھا۔ مسائل مذکورہ رسالہ ہذا کے باعث ہندوستان میں جس قدر دشواریوں کا سامنا ہوتا ہے وہ اظہر من الشمس ہیں اور ضروریات کے باعث مقلد کو دوسرے امام کے قول پر فتویٰ دینا یا ضعیف اور مرجوح قول کو مفتی بہ بنانا بھی جائز ہے اور پھر وہ ضرورت بھی کسی خاص شخص کے ساتھ مخصوص نہ ہو بلکہ ابنائے زماں کے لئے اعم ہو اور ضرورت بھی مقتصر ضروریات دنیویہ کے ساتھ ہو نہ ہو بلکہ بہت سی صورتوں میں دین تک اقتضاء رکھتی ہو تو ایسی صورتوں میں تو جواز سے بھی بڑھ جانا محل استعجاب نہیں چنانچہ رسالہ موصوفہ میں فقہ حنفی کے وہ مسائل جن پر اس زمانہ کی دشواریوں کے باعث عمل درآمد میں صعوبت پیش آرہی ہے وہ سب جمع کئے گئے ہیں اور دفع ضرورت کے باعث دوسرے ائمہ کے اقوال پر مع تحقیق و تنقیح تام اور شرائط ضروریہ فتویٰ دیا گیا ہے۔ رسالہ کا جامع مانع ہونا اور کسی پہلو اور احتمال کا نگاہ سے نہ چوکنا وہ تو حضرت مصنف دام اللہ بالفیوض کا انتساب ہی بتلا دینے کیلئے کافی تھا لیکن رسالہ دیکھنے کے بعد تو اس کا یقین تحقیقی طور پر ہو جاتا ہے گو مجھ جیسے کی تصدیق ہو کیا کسی کی تصدیق بھی رسالہ مذکورہ میں کسی قسم کی تحسین پیدا نہیں کر سکتی لیکن امتثالاً للامر اور نیز کسی صورت سے ہو شاید کہ [illegible] کو بھی یہ تائید ذریعہ نجات آخرت سمجھتا ہوں اس لئے ان سطور کو پیش کش کرتا ہوں۔

اشفاق الرحمٰن کاندھلوی مدرس مدرسہ فتحپوری دہلی
۲۸ ربیع الاول یوم سہ شنبہ ۱۳۵۳ھ

از مدرسہ عبد الرب دہلی

اما بعد بندہ نے اور دیگر مدرسین مدرسہ مولوی عبد الرب صاحب مرحوم دہلی نے بغور و خوض مجموعہ رسائل الحیلۃ الناجزۃ وغیرہ کو دیکھا در حقیقت حضرت اقدس دام ظلہ العالی نے ان فتاویٰ میں جس تحقیق و تدقیق سے کام لیا ہے اس کی کما حقہ ہم تعریف نہیں کر سکتے ہیں۔ یقیناً ہندوستان میں موجودہ حالت کو دیکھ کر بجز اس کے کوئی صورت نظر نہیں آتی ہے کہ مطابق رسالہ ہذا کے علماء فتویٰ دیں اور حضرت اقدس دام ظلہ نے ایک بہت بڑے فتنہ کا انتظام کلی فرما دیا ہے اور ان کو حق حاصل ہے کہ وہ ضروریات کو ملاحظہ فرما کر کسی دوسرے امام کے مذہب کو اختیار فرمالیں۔ جزاہم اللہ احسن الجزاء ÷

محمد شفیع دیوبندی مدرس مدرسہ عبد الرب دہلی — محبوب الٰہی غفرلہ دیوبندی مدرس مدرسہ مولوی عبد الرب مرحوم دہلی

از مدرسہ حسینیہ دہلی

حامداً و مصلیاً و مسلماً اما بعد میں نے "الحیلۃ الناجزۃ للحلیلۃ العاجزۃ" کو اول سے آخر تک پڑھا اس میں جو کچھ

مسائل حاضرہ کے متعلق ہے بالکل صحیح اور درست ہے خدائے تعالیٰ حضرات مؤلفین کی مساعی جمیلہ کو قبول فرما کر عام مسلمانوں کو ہدایت کی توفیق عطا فرمائے حقیقت یہ ہے امت مسلمہ پر ایک بہت بڑا احسان فرمایا کہ ان مسائل مہمہ کو بروقت حل فرما کر امت کی صحیح رہنمائی فرمائی

خدائے تعالیٰ ان حضرات کو احسن الجزاء اور خیر العقبیٰ کی دولت سے مالامال فرمائے - ... احمد غفرلہ ...

مدرسہ حسینیہ دہلی

خادم الطلباء ... دارالعلوم دیوبند حال مدرس عربی ... دہلی ۲۳ ربیع الثانی ...

تصدیقات حضرات علماء میرٹھ

از مدرسہ اسلامیہ عربیہ بازار میرٹھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی حبیبہ الکریم ہم سب نے رسالہ "الحیلۃ الناجزۃ للحلیلۃ العاجزۃ" کو مع "المختارات فی مہمات التفریق والخیارات" کو بغور تام وخوض مالاکلام مطالعہ کیا عمدۃ العلماء والفضلاء حضرت حکیم الامۃ مجدد الملۃ مولانا تھانوی لازالت شموس افاضاتہم بازغۃ نے یہ رسالہ تحقیق انیق الیساتالیف فرمایا ہے جسکی وجہ سے ہزاروں مردہ قالبوں میں جان آگئی اور صدہا عقائلت مظلومہ زندہ ہوگئیں عالمان دین مبین ومفتیان شرع متین کیلئے یہ رسالہ غنیمت باردہ ہے خداوند تعالیٰ حضرت مؤلف مدفیوضہم اور آن کے معاونین کی مساعی جمیلہ کو مشکور فرمائے آمین

نیز "حکم الازدواج مع اختلاف دین الازواج" ضمیمہ حیلہ ناجزہ مولفہ مولانا محمد شفیع صاحب مفتی دارالعلوم دیوبند بھی نہایت لاجواب وباصواب ہے اللہ تعالیٰ انکو بھی جزاء خیر عطا فرمائے آمین۔

بندہ عبدالرحمٰن غفرلہ
صدر المدرسین مدرسہ
امداد الاسلام میرٹھ

بندہ محمد
"القاسمی المدیوبندی" مدرس مدرسہ
عربی امداد الاسلام صدر میرٹھ

بندہ سید ظاہر حسین غفرلہ
مدرس مدرسہ امداد الاسلام
صدر بازار میرٹھ

بندہ اختر شاہ غفرلہ امروہی
مدرس مدرسہ امداد الاسلام
صدر میرٹھ

از مدرسہ عالیہ شہر میرٹھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم
حامداً ومصلیاً۔

اما بعد بندہ نے حضرت حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی صاحب زید مجدہم کی کتاب "الحیلۃ الناجزۃ للحلیلۃ العاجزۃ" کا بعض مقامات سے بغور تامل مطالعہ کیا۔ درحقیقت کتاب ان مسائل میں کہ جن کا تعلق تھا۔ ... نہایت کارآمد اور مفید ہے اور اس کا ... مسلمانوں کے لئے مشعل ہدایت ہے اس کتاب کے ذریعہ تمام دشواریاں جو قاضی شرعی نہ ہونے کے سبب ہندوستان میں وہ نہیں باقی رہتی ہیں اور ظالم شوہر سے مظلوم عورت کو چارہ جوئی کا موقع ملتا ہے۔ لہذا مسلمانوں کو چاہئیے کہ شدت سے اس پر عمل پیرا ہوں اور حضرات اقدس کے رفع درجات اور درازی ظل عاطفت کی دعا کریں کہ خداتعالیٰ اس چشمۂ فیض کو ہمیشہ جاری وساری رکھے۔ آمین فقط

مشیت اللہ عفا اللہ عنہ مدرس مدرسہ عالیہ میرٹھ

از حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب میرٹھ

مکرم ومحترم دام فضلکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مکرمت نامہ مع رسالہ "الحیلۃ الناجزۃ" پہونچا بندہ علیل تھا مگر اسی حالت میں مطالعہ شروع کیا۔ کچھ مطالعہ میں وقت زیادہ صرف ہوا اور کچھ تصحیح اغلاط میں۔ پھر جناب کے حکم کی تعمیل میں دوسرے علماء کی تصدیق لینے کے لئے مولوی مشیت اللہ صاحب کے پاس بھیجا کہ یہاں وہی ایک ذو فہم مفتی ہیں تو ۴-۵ دن وہاں مطالعہ وتحریر میں لگ گئے۔ فکر یہ ہوا کہ جناب کو انتظار ہوگا اور تاخیر محمول ہوگی تساہل پر اس لئے صدر کے مدرسہ میں نہ بھیج سکا کہ تین مولویوں کے لئے

دو دن وہاں لگیں گے اس لئے عریضہ مع تصدیق ارسال خدمت کرتا ہوں اور حکم کا منتظر ہوں کہ ضرورت اور وقت میں وسعت ہو تو مطلع فرماویں صدر بھی بھیجدوں یا شیخ رشید احمد صاحب کو اس میں واسطہ بنایا جاوے تو چونکہ وہ اس مدرسہ کے رکن اعظم ہیں ممکن ہے جلد تصادیق آجائیں۔ مجھے شرم آتی ہے کہ تصدیق کنندگان میں نام درج ہو کہ اس فن سے ممارست نہیں اور اپنی عام ضروریات مسائل علماء سے حل کرتا ہے پھر ایسے دقیق مسائل میں بالخصوص جہاں مہارت تامہ فقہیہ کی ضرورت ہو۔ مگر میں شرکت مع الاکابر اور امتثال امر داعی ہوا تحریر پس میری عدم اہلیت کی رعایت فرماویں تو متروک فرماویں اور ضرورت ہی سمجھیں تو درج فرمادیں۔ اس عدم اہلیت کے سبب عام فتاوی پر تصدیق سے ہمیشہ محترز رہا۔ والسلام حضرت کی خدمت سلام مسنون فرمادیں۔

عاشق الٰہی عفی عنہ۔ ۴ر جولائی ۱۳۳۲ھ

الحمد للہ وحدہ والصلوۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ۔ اما بعد فقد تشرفت بمطالعۃ ھذہ الرسالۃ الفقہیۃ الضمیمۃ اللاحقۃ والخلاصۃ الرائقۃ بامعان النظر و حسن الفکر فوجدت الاجوبۃ کلہا صحیحۃ بلا ارتیاب ولله در المجیب اجاد فیما اجاب بذل الجہد فی تخلیص العاجزۃ فاصاب وما ھی باول برکۃ منہ فانہ لذا طبیب وشفقۃ الطبیب علی المریض لیس بعجیب فجزاہ الله عنا احسن جزائہ ومتعنا بطول عمرہ وبقائہ وعلی الامۃ ان یراعوا ابا القیود والشرائط المسطورۃ حق المراعاۃ و یعضوا علیہا بالنواجذ فانہا من اھم المہمات ویجتنبوا عن الحریۃ فی الدین واتباع الھوی کما ھو دیدن الزمان لانہ من الموبقات واخر دعونا ان الحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی سیدنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین

عاشق الٰہی عفی عنہ میرٹھی

تصدیقات حضرات علماء مراد آباد

از مدرسہ امدادیہ مراد آباد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
الحمد للہ حق حمدہ

والصلوۃ والسلام علی افضل الخلق محمد وعلی اخوانہ من الانبیاء والمرسلین وعلی آلہ وصحبہ اجمعین وبعد فقد نظرنا معشر خدام الملۃ الاسلامیہ بالمدرسۃ العالیۃ الامدادیہ فی الرسالۃ التی صدرت فی ھذا العصر من صدر من ھو صدر ھذا الدھر وجہبذ اھل التحقیق بالتحقیق۔ شیخ الشریعۃ والطریقۃ۔ عارف المذھب والحقیقۃ۔ اشرف الانام بالشرف الجلی مولینا اشرف علی اکرمہ اللہ الولی۔ و موضوع الرسالۃ انما ھو القول بفسخ نکاح زوجۃ العنین والمجنون والمفقود والمتعنت عند مس الحاجۃ والضرورۃ الملجئۃ۔ اخذاً فی حل ھذا الباب بمذھب سیدنا مالک رحمۃ اللہ علیہ وعلی جمیع المجتہدین۔ ولا یخفی ان الفتوی بمذاھب ائمۃ الھدی لدی الضرورات مسوغ عند المشائخ واھل الدیانات کما ذکر القہستانی فی حق المفقود والرملی فی المتعنت واما العنین فالتاجیل ثم التفریق فی حقہ مشہور عند الحنفیۃ لا یخفی علی اھل الاشتغال بالفقہ واما المجنون فاصل حکمہ ایضاً مما یوجد لہ اصل عند الاحناف ولو علی مذھب محمد رحمہ اللہ تعالی لان الحکم بما ھو مذھب اصحاب الامام حکم بمذھبہ اذا کان برعایۃ الاصول المقررۃ ففی الشامی نقلاً عن الدر ومن کتاب الدعوی واما اذا حکم الحنفی بمذھب ابی یوسف او محمد او نحوھما من اصحاب الامام فلیس حکماً بخلاف رایہ ھذا ولم نراجع فی اقوال المالکیۃ وغیرھا الی کتبہم عند المطالعۃ بل عتمدنا

على المنقول في الرسالة عن علمائهم فإنه نقل ثقة
عمن هو عارف بالمنقول عنه وغير ناقل الا عن
المنقول عليه۔ واما الذنابات للرسالة
فمعاونات الضرورة ليست فيها يستند به مثل
هذه الحوادث ولاسيما المفقود ونحوه۔ ومع ذلك لو
تحققت في حادثة فلا بأس بالفتوى بغير مذهب
الامام اذا الضرورات تسوغ مثل هذا ولكن يجب
على المفتي ان لا يجعل هذه الفتاوى عرضة له
وعليه ان لا يتجاوز موضع الضرورة فان المقام
مقام خطر عظيم۔ والله الموفق والمعين۔
والحمد لله رب العلمين والصلوة على
رسوله وآله وصحبه اجمعين۔

العبد المفتقر الى رحمة ذي المنن محمد مرتضى حسن عفي عنه
صدر المدرسين بالمدرسة العالية العربية الامدادية الواقعة
ببلدة مراداباد

الملتجي الى الله مختار الله (المدعو) ميرك شاه عفا الله
عنه دماً قاصد الافتاء بالمدرسة العالية الامدادية

عبده المفتقر الى الله الصمد — احقر الزمن
خليل احمد كان الله له مفتي المدرسة المذكورة — محمد سعيد حسن عفا الله عنه

عبدہ الافقر محمد انور حفظہ الاکبر — محمد فاضل عفی عنہ

از مدرسہ شاہی مسجد مرادآباد

مولانا المحترم دامت فیوضکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ گرامی نامہ باعث عزت وافتخار کمترین ہوا۔ احقر ایک ماہ سے دیوبند تھا۔ ابھی آیا ہوں جواب میں تاخیر ہوئی معافی کا خواستگار ہوں۔
رسالہ "الحیلۃ الناجزۃ" کو دیکھ کر بیحد خوشی ہوئی خدا تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ ہنوز امت محمدیہ میں ایسے حضرات موجود ہیں کہ جو مسلمانوں کی ضروریات کو ملحوظ رکھکر متقدمین کے فتاویٰ سے فائدہ حاصل کرتے ہیں۔ جزاکم اللہ خیر الجزاء
رسالہ کے جملہ مضامین سے بندہ متفق ہے اگرچہ دیکھنے کا موقعہ نہیں ملا مگر اصل مسئلہ سے متفق ہوں اسکے علاوہ اکابر علماء کی تصدیق کے بعد میری کیا حقیقت ہے کہ جو خلاف کرسکوں میں تو ایک ادنیٰ درجہ کا طالب علم ہوں ان اکابر کی فہرست میں اپنے نام کو مندرج کرنا بھی مناسب نہیں سمجھتا
والسلام حضرت مولانا مدظلہ العالی کی خدمت میں سلام عرض ہے

نیازمند عبد الحق
از مرادآباد مدرسہ قاسم العلوم شاہی مسجد
۲۳ ربیع الثانی سنہ ۵۲ھ

تصدیقات علماء جالندھر (پنجاب)

از خیر المدارس جالندھر شہر

عرصہ سے جن ضروری مسائل کے حل کیلئے نگاہیں ترس رہی تھیں الحمد للہ کہ مجموعہ "الحیلۃ الناجزۃ للحلیلۃ العاجزۃ" اور اس کے تتمات میں جس غایۃ احتیاط اور بلیغ جد وجہد سے انکو کماحقہا حل فرمایا گیا ہے وہ حضرت العلامۃ شیخ المشائخ مجدد الملۃ حکیم الامۃ حضرت مؤلف مدظلہم العالی اور انکے معاونین کا ہی خاص حصہ ہے حق تعالیٰ ان کے فیوض و برکات کو تا دیر قائم و دائم رکھے آمین
الحاصل جملہ جوابات صحیح و حق ہیں۔

العــبــل
احقر خیر محمد عفی عنہ ناظم و صدر مدرس مدرسہ خیر المدارس جالندھر
۱۸ ربیع الاول سنہ ۵۳ھ

العــبــل
بندہ محمد رمضان عفی عنہ مدرس مدرسہ عربی خیر المدارس شہر جالندھر
۱۸ ربیع الاول سنہ ۱۳۵۳ھ

العــبــل
محمد علی مدرس مدرسہ خیر المدارس جالندھر شہر۔ ۱۸ ربیع الاول سنہ ۵۳ھ

العــبــل
عبد اللہ عفی عنہ رائے پوری مدرس مدرسہ خیر المدارس جالندھر شہر
۱۸ ربیع الاول سنہ ۵۳ھ

بگرامی خدمت قطب الارشاد والتکوین سیدی ومرشدی حضرت مولانا صاحب مدظلہم العالی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ الحیلۃ الناجزۃ کے متعلق مدرسین کو دستخط ارسال کرنیکا

ساتھ ایک مشورہ عرض کرتا ہوں اور دعا کا متمنی ہوں۔

مشورہ

صورت مرقومۃ الذیل بھی کثیر الوقوع ہے اگر اس کا حکم زوجۂ غائب غیر مفقود کے احکام کے ضمن میں نہ سمجھا جاتا ہو تو بطور ضمیمہ کہیں ذکر فرما دیا جاوے۔

وہ صورت یہ ہے کہ بہت سے آدمی عمر بھر کے لئے قید ہو جاتے ہیں اور اُن کی زوجات کی دو حالتیں ہوتی ہیں۔ وجود نفقہ اور عدم وجود نفقہ علیٰ ہذا صبر علی التجرد اور مظنۂ ابتلاء درزنا۔ ایسے اشخاص کی زوجات کے لئے بھی مخلص شرعی کا معلوم ہونا ضروری ہے۔ والسلام

احقر خیر محمد از جالندھر۔ ۱۰ ربیع الاول ۵۳ھ

عہ جب ان کا پتہ معلوم ہے تو وہ غائب غیر مفقود ہیں اور غائب کے احکام رسالہ میں مفصل موجود ہیں جس کا مستقل عنوان ہے "حکم زوجۂ غائب غیر مفقود" لہذا کسی اضافہ کی حاجت نہیں ۱۲ حقیر عبد الکریم عفی عنہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین **اما بعد** فیقول حسین علی بن شاہ بن عبد اللہ۔ حق تعالیٰ ان علماء کرام کو جزائے خیر عطا فرماوے نہایت احسن کام کیا ہے ان علماء کرام کی خدمت میں عرض یہ ہے چودہ۱۴ یا پندرہ۱۵ سال قید والا مثلاً جو ہووے اسکی عورت ثانی کا حکم بھی کچھ تحریر فرماویں۔ اور طلاق و نکاح بالاکراہ بہت ہو رہی ہیں اسکا بھی حیلہ فرماویں جزاکم اللہ تعالیٰ عنا احسن الجزاء وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔

عہ جس قیدی کا پتہ معلوم ہو وہ غائب غیر مفقود ہے اور جس کا پتہ معلوم نہ ہو وہ مفقود ہے اور ہر دو کے احکام بعنوان مستقل رسالہ میں مفصل مذکور ہیں ۱۲ احقر عبد الکریم عفی عنہ +

عہ اول تو اس کے لئے کوئی حیلہ اس وقت پیش نظر نہیں دوسرے کوئی حیلہ اس باب میں کارگر بھی معلوم نہیں ہوتا کیونکہ دوسرا فریق جب قوت زیادہ رکھتا ہے تو حیلہ کی مزاحمت کر سکتا ہے ولعل اللہ یحدث بعد ذلک امرا ۱۲

عبد الکریم عفی عنہ

از مدرسہ رشیدیہ رائپور ضلع جالندھر

از بندہ فقیر اللہ عفا اللہ عنہ

بخدمت جناب مولانا مولوی شبیر علی صاحب دامت برکاتہم وفیوضہم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اما بعد گذارش کہ رسالہ "حیلہ ناجزہ" بنام مولانا مولوی عبد العزیز صاحب مدرس مدرسہ ہذا پہنچا چونکہ مسائل لکھنے کا کام یہاں احقر کے متعلق ہے اسواسطے بندہ نے ہر سہ مسائل حیلۂ ناجزہ ومختارات وحکم ازدواج کا تمام یعنی از اول تا صـ۱۳ مطالعہ کیا فتاویٰ مالکیہ ومرقومات کا تا حال بوجہ عجلت جواب مطالعہ نہیں کیا حضرت مولانا حکیم الامۃ دام فیوضہم کا اہل اسلام پر بہت بڑا احسان ہے کہ حضور نے بہت بڑی مشقت برداشت فرما کر ان تمام مسائل کو صرف حل ہی نہیں کیا بلکہ بہت سی مشقتوں سے سبکدوش کر دیا۔ زوجۂ مفقود الخبر کے فسخ نکاح کا فتوے تو مدت سے بہت علماء حنفیہ دیتے تھے مگر قضاء قاضی کا عند المالکیہ شرط ہونا اسکی طرف کسی نے توجہ نہ کی تھی اس غلطی کو حضرت مولانا دامت برکاتہم نے ہی رفع کیا ہو مرتدہ کے عدم فسخ نکاح کو ترجیح دی ہے۔ یہ بہت ہی احسن ہے باقی تمام مسائل بھی اچھی طرح حل فرما دیئے۔ جزاہم اللہ احسن الجزاء۔ اہل علم وفہم کیلئے ضروری ہے کہ عاجزہ و ناشزہ میں تحقیق سے غور و فکر کو کام میں لاویں یا تدبیر کوئی فیصلہ نہ کریں جس طرح ناجزہ کو تکلیف ہوتی ہے اسی طرح ناشزہ کے ہاتھ سے بھی بہت لوگ تکالیف برداشت کرتے ہیں تحقیق وتسہیل مسائل میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا گیا۔ کاش کہ لوگ شرائط کے ساتھ ان پر عمل کریں زیادہ کیا عرض کیا جاوے۔ فقط الراقم بندہ فقیر اللہ عفا اللہ عنہ

مدرس مدرسہ رشیدیہ رائپور ڈاکخانہ بہت پور ضلع جالندھر

الجواب صحیح فضل احمد مہتمم مدرسہ رائپور گوجران

الجواب صحیح ابراہیم عفی عنہ مدرسہ عربیہ جگراؤں ضلع لودیانہ

الجواب صحیح عبد العزیز عفی عنہ مدرس مدرسہ رائپور ضلع جالندھر

الجواب صحیح مسعود حسن مہیر دی بقلم خود

الجواب صحیح

عبد الکریم عفی اللہ عنہ بجگیلہ ڈاکخانہ بہت پور ضلع جالندھر

میرے ناقص خیال میں مفقود کے لئے ایک سال کی روایت ثانیہ زیادہ سہولت پیدا کرنیوالی ہے جو علامہ القاسمؒ کے فتویٰ میں ہے اگر مخصوص شرائط کے ساتھ اور مخصوص حالات میں اس پر عمل کیا جائے تو زیادہ بعید نہ ہوگا لان الامر اذا ضاق اتسع۔ مولف دامت برکاتہم کا بھی اسی طرف رجحان معلوم ہوتا ہے اور سال کی ابتداء وقت مرافعہ سے شمار کی جائے کہ اسکے نظائر میں مالکیہ نے اعتبار کیا ہے۔ چنانچہ موطا مع الزرقانی ص۔ باب اجل الذی لا یعلم امرأۃ میں مرافعہ کے دن سے ایک سال کا اعتبار کیا ہے۔ والعلم عند اللہ تعالیٰ۔ وھو فی اعناق العلماء امانۃ۔

کتبہ سید مہدی حسن غفرلہ مفتی راندیر ضلع سورت۔ یکم اگست [illegible]

تصدیقات علماء امرتسر

از مدرسہ نعمانیہ امرتسر

بسم اللہ الرحمن الرحیم
حالات حاضرہ کے پیش نظر

یہ رسالہ مسلمانوں کی اہم مشکلات کا بہترین حل ہے۔ جملہ مسائل زیر بحث کی ایسی جامع و مانع تحقیق و ترتیب حضرت حکیم الامت مدظلہ جیسی جامع کمالات ہستی کا ہی کام ہے۔ اس رسالہ کی تالیف سے حضرت نے مسلمانان ہندوستان پر عموماً اور علماء حنفیہ پر خصوصاً بہت بھاری احسان کیا ہے۔ وقت کی مشکلات کا بہترین اور صحیح ترین حل تجویز کر دیا گیا ہے جو علماء حنفیہ کے لئے مشعل ہدایت کا کام دے گا۔ اللہ تعالیٰ حضرت کے فیوض و برکات سے مسلمانان عالم کو بہرہ ور فرمائے۔

محمد حسن مہتمم مدرسہ نعمانیہ (مفتی امرتسر)
عبدالرحمن عفا اللہ عنہ مدرس مدرسہ نعمانیہ امرتسر
عبدالکبیر مدرس مدرسہ نصرۃ الحق امرتسر
محمد بہاء الحق قاسمی ابن حضرت مولانا مفتی غلام مصطفیٰ صاحب قاسمی امرتسری رحمۃ اللہ علیہ
غلام محمد عفی عنہ امام جامع مسجد خیر الدین مرحوم امرتسر
اصحاب الدین عفی اللہ عنہ مدرس مدرسہ تقویۃ الاسلام امرتسر
محمد نور عالم مدرس عربی مسلم ہائی اسکول امرتسر
خاکسار حکیم محمد عبدالخالق عفا اللہ عنہ امرتسر چوک فرید
خاکسار عمر الدین شیخ (مولوی فاضل) قادیان ضلع گورداسپور

تصدیق از مدرسہ بہاولپور

از مدرسہ عربیہ احمد پور شرقیہ بہاولپور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بعد حمد و صلوٰۃ عرض ہے کہ فدوی نے [illegible] رسالہ الحیلۃ الناجزۃ و ملحقات کو بغور دیکھا صحیح پایا۔ [illegible] اس زمانہ میں ان مسائل کی اشاعت نہایت ضروری تھی جو حضرت والا دامت فیوضہم کی سعی سے ظہور میں آئی۔ اللہ تعالیٰ حضرت والا کے فیوض ظاہریہ و باطنیہ کو ہم غلاموں کے سروں پر تا قیامت قائم و دائم رکھے اور حضرت والا و دیگر سعی کنندگان کو جزائے خیر عطا فرمائے آمین ثم آمین

فقط ۲۳ ربیع الثانی [illegible]

العبد

واحد بخش مدرس اول مدرسہ عربیہ احمد پور شرقیہ ریاست بہاولپور
حال مقیم خانقاہ تھانہ بھون

تصدیقات علماء کراچی

از مدرسہ مظہر العلوم کھڈہ کراچی

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ۔ اما بعد تبنے رسالہ الحیلۃ الناجزۃ للحلیلۃ العاجزۃ بہت

ہی غور و خوض سے دیکھا۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ ان مسائل کے حل کیلئے دیار ہندیہ میں بہت ہی ضرورت تھی۔ جناب حضرت مؤلف مدظلہم العالی اور انکے معاونین کو حق سبحانہ وتعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے کہ ان حضرات نے ان مشکلات دورِ حاضرہ میں نہایت ہی تحقیق و تدقیق ایسا تھا ان مسائل و اقعہ کے بیچ علماء کرام حنفیہ رحمہم اللہ تعالیٰ احتیاط تام حل فرماکر جمیع علماء ہندیہ پر احسان فرمایا۔

حقیر جملہ علمائے کرام دیار ہندیہ کی خدمت اقدس میں عرض کرتا ہے کہ فتوائے مذکورہ کو الفہ دستور العمل فرماویں۔ خود حضرات علمائے کرام حنفیہ رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس قسم کے مسائل حاضرہ وقتیہ پر اسی طرح عمل کرکے پس آیندوں کے لئے راہ عمل بیان فرماکر اجازت دیدی ہے کہ جزئیات مسائل میں جو آئندہ زمانہ کے مختلف ادوار میں واقع ہوتی جائیں اسی طرح عمل کیا کریں۔ ھٰذا والعلم عند اللہ سبحانہ وتعالیٰ

حررہٗ المسکین محمد صادق عفی عنہ

مہتمم مدرسہ مظہر العلوم محلہ کھڈہ کراچی سندھ

ہم ذیل کے دستخط کنندگان مدرسین مدرسہ مظہر العلوم نے بھی رسالہ مذکورہ کو مطالعہ کیا۔ ہم بھی جناب مہتمم صاحب کے لکھے ہوئے کی شرعی طور پر تصدیق کرتے ہیں۔

محمد صدیق عفی عنہ　　　افضل احمد غفرلہ

عبد الصمد سرانتی غفرلہ　　　بندہ محمد عفا اللہ عنہ

۱۰ ربیع الثانی سنہ ۵۳ھ

تصدیقات علماء گوجرانوالہ

از مدرسہ انوار العلوم گوجرانوالہ — مکرم ومحترم جناب مولانا محمد شبیر علی صاحب

زیدت معالیکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ سلام مسنون کے بعد عرض ہے کہ آپکا ہدیہ سنیہ رسالہ الحیلۃ الناجزہ موصول ہوا۔ حسب الارشاد بندہ نے دیکھا مجھے اسکے جملہ جوابات سے اتفاق ہے کہ وہ صحیح ہیں۔ اس سے ایک حد تک اس ارتداد کا سد باب ہو جائیگا۔ جزاکم اللہ عنا وعن جمیع المسلمین خیرا فقط والسلام علی الاحبہ الکرام۔　　محمد عبد العزیز از گوجرانوالہ مسجد جامع

مورخہ ۵ ربیع الثانی سنہ ۵۳ھ

میں نے بعض مقامات سے رسالہ الحیلۃ الناجزہ کو دیکھا ہے واقعی موجودہ ضرورت کو بطریق احسن پورا کردیا ہے۔

جزاکم اللہ تعالیٰ خیر الجزاء۔

محمد چراغ مدرس مدرسہ انوار العلوم جامع گوجرانوالہ

۱۸ جولائی سنہ ۳۴ء

وباللہ التوفیق۔ مجموعہ رسائل کا مطالعہ کیا۔ سب جوابات صحیح ہیں۔ فقہائے متقدمین ومتاخرین کے مسلک کو نہایت واضح کیا گیا ہے۔ ہندوستان میں ایسے امور کی بڑی ضرورت تھی اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے حضرت حکیم الامت ادام اللہ ظلہٗ کو جن کی سعی بلیغ سے ان مشکلات کا حل لوگوں تک پہونچا۔ اللہ تعالیٰ ان رسائل کو عامہ مسلمین کے لئے نافع بنائے۔ آمین

محمد خلیل عفا اللہ عنہ مدرس مدرسہ انوار العلوم

جامع مسجد گوجرانوالہ

وقتی ضروریات کو رسالہ موصوفہ میں جمع فرماکر آپنے تمام مسلمانوں کو مرہون منت کرلیا ہے، اللہ تعالیٰ اس سعی بلیغ کے مقابلے میں جزائے خیر سے مشرف فرمائے۔

عبد الواحد مدرس مدرسہ انوار العلوم

جامع مسجد گوجرانوالہ

تصدیقات علماء کشمیر

از دار الفتاویٰ سوپور کشمیر — احقر نے کتاب (الحیلۃ الناجزہ

للحلیلۃ العاجزہ) کا مطالعہ غور و خوض سے کیا۔ شرع کے معیار میں اعلیٰ واکمل پائی۔ یہ کتاب جواہرات ثمینہ سے مشحون ومزین ہے۔ اس کتاب میں ایسے نقول ہیں جو کوئی علامہ فحول اور نکتہ رس سکے کہ ہم تو تفتیش میں بلا تامل نہیں پہنچ سکتا ہو اس میں ایسے مفصلات متحمل و متمسک ہوئے ہیں جو کہ آجتک صفحہ روزگار میں نمایاں نہیں دیکھے۔ اور آجتک کسی عالم فاضل نے انکا نقشہ بحیثیت مجموعیت نہیں کھینچا۔

التماس

اس کتاب کے انطباع کرانے میں کئی اطلاعات مزید ہوئی ہیں لیکن وہ سبقت قلم ناسخ سے ہیں اگرچہ بعض تو اغلاط نامہ

کتاب کے ابتداء میں مصنف الفاظ صحیحہ تسوید فرمائے ہیں لیکن بعض جگہ ابھی لفظی کچھ غلطیاں رہ گئی ہیں ان کے تدارک کا جناب مصنف یا مصحح سے توقع ہے تاکہ کتاب کی وقعت اُن اغلاط ناسخ سے کم نہ ہوجائے مطالعہ کرنیوالے کو

حقیقت

الحمد للہ والمنۃ صاحب کتاب نے زمانہ ضرورت کے دوران میں چارسوی ظلمت میں چراغ ہدایت تجلی ور روشن فرمایا تاکہ کسی عابر کو شکوک کے کانٹے طلب کے پاؤں میں چبھ نہ جائیں۔

فقط العبد
خاکسار عبد الجبار مفتی و امام مسجد جامع سوپور کشمیر

جناب مولانا عبد الجبار صاحب مفتی و امام مسجد جامع سوپور کشمیر کی مذکورہ بالا عبارت سے میرا اتفاق ہے مزید یہ ہے کہ موجودہ وقت کے مکدر فضا اور متعدد کمزوریوں کی باوجود ایسے اہم مسائل کا حل صرف کمالات حضرت مصنف صاحب سے ہی ہے۔ تعریف کی ضرورت نہیں وقت خود بتلا دیگا۔
فقط

خادم المسلمین مفتی محمد یٰسین صدر کانفرس
مفتی دار الفتوے سوپور کشمیر

تصدیقات علماء ڈھاکہ

ازمدرسہ عالیہ ڈھاکہ مکرمی زید مجدہ۔ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپکا شکر گذار ہوں کہ اس رسالہ ملکوتیہ اور اسکی ملحقات سے مشرف فرمایا تصدیق حاضر ہے اور کبھی مستفیض ہونے کیلئے کوشش کرونگا۔ نیز التماس ہے کہ حضرت والا مولانا صاحب کی نظر انور سے اسکو گذرا دیجئے مشکور ہونگا والسلام۔ محمد اسحٰق عفی عنہ البردوانی ۳۰ ربیع الاول ۱۳۵۳ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ الذی بیدہ ازمۃ التحقیق۔ والصلوٰۃ والسلام علی من ھو بالاھتداء حقیق وعلی الہ واصحابہ الذین سلکوا مناھج الحق بالتصدیق۔ اما بعد فانی قد طالعت حرفا حرفا ھذہ الصحیفۃ الملکوتیۃ الملقبۃ بالحیلۃ الناجزۃ للحلیلۃ العاجزۃ فوجدتھا تروق النواظر وتجلو الخواطر والحق اقول انھا سنۃ للمصعاب ومسھلۃ لما اریبا فی ھذا الباب ومخرجۃ للمظلومات من الظلمات ومنجیۃ لھن من لجج المشکلات۔ مسائلھا مشیدۃ المبانی وصیغۃ المعانی مستقیمۃ سمتا لا تری فیھا عوجا ولا امتا۔ کیف لا وقد حققھا واتقنھا۔ ولصنوف التحقیقات والتدقیقات زینھا شیخنا وشیخ الاسلام الحبر المقدام والبحر الطمطام ؎

بحر ولکن الطلاوۃ عنبر + مزج ولکن الغیوث جواھر

قدوۃ المحققین عمدۃ الراسخین کاشف السر الخفی والجلی مولانا محمد اشرف علی مد ظلہ العالی صاحب الانفاس القدسیۃ والنفحات الانسیۃ لازالت انوار فیوضہ مشرقۃ وبحار علومہ متدفقۃ ولعمری انھا لحریۃ بان تسمی بالمنیۃ الناجرۃ لتحلیۃ الحلیلۃ اتمامًا اذ بہا قد شیدت واصلحت بہا فاطال اللہ بقائہ مدی اللیالی والایام۔ اذ وجودہ وبقاؤہ نعمۃ ونجاۃ للانام۔ ای تطیقھن وحلتھن فاظھر لھن سبیل الخلاص حین نادوا ولات حین مناص۔ فیا ربنا ھب لہ من لدنک رحمۃ انک انت الوھاب الرحیم۔ اللھم تقبل منا انک انت السمیع العلیم وانا العبد المشتاق الی رحمۃ ربہ الخلاق محمد اسحٰق عفی عنہ البردوانی موطنا والاشرفی تلمذا والحنفی مذہبا

مسائل المختارات کلھا صحیحۃ
محمد اسحٰق البردوانی ۲۸ ربیع الاول ۱۳۵۳ھ

رسالۃ حکم الازدواج صحیحۃ لا مریۃ فیھا۔
محمد اسحٰق البردوانی

الرسائل کلھا صحیحۃ نافعۃ جدا
العبد
محمد ارشاد اللہ عفی عنہ معلم العربیۃ فی الکلیۃ الاسلامیۃ بڈکہ

نحمدک یا من الھمت قلوب اولیائک واوصلوا بہ الی مرضاتک وتحفظھم من الغفلۃ عنک ما حاز قلبہ اسرار خصوصیاتک ونصلی ونسلم علی سیدنا محمد القائل من یرد اللہ بہ خیرا

یفقہ فی الدین وعلی الہ واصحابہ اجمعین

اما بعد فقد سرحت نظری وطرحت فکری فی ثلث رسائل مبتکرۃ تحت عنوان الحیلۃ الناجزۃ للحلیلۃ العاجزۃ مع ضمیمتہا الید یعۃ التی لم تنسج علی منوالہا فایم اللہ لو عاینہا الامام الذی قیل فی حقہ من اراد التبحر فی الفقہ فہو عیال علی ابی حنیفۃ رح لعاد قائلا ان المولف قد کشف الغمۃ عن مہمات الامۃ فان الحوائج البشریۃ قد تنوعت انواعا لا تکاد تحصرہا العقول ولا یحتوی علی بعضہا النقول ولکن التقصی عن کل امر مسئول فکانت الحاجۃ ماسۃ الی مثل ہذہ الرسائل الانیقۃ الباحثۃ عن المسائل البدیعۃ العمیقۃ فجاءت بحمد اللہ لا تکاد العیون تری مثلہا وکیف لا وقد نسج بردہا من حارت الافکار فی ثنائہ وتقاصرت العقول دون صفۃ لحقیق ان یقال

باللہ تدثم حوبیتہ	اصبحت نشوانا کحاسی المدام
من لم تزل قاسیہ منتعجہ	شوقا جری فی ملحی والعظام
المجتہد العظم لقمیز العلی	اشرف تعلی لحیز عالی المقام
لازال ذی خیر فی رفعۃ	تسمو علی السبع الطباق الفخام

المسود الفقیر

شمس الدین غفرلہ الحنفی مذہبا والدیوبندی تلمذا من اہالی ڈھاکہ (بنگالہ) ۲۸ ربیع الاول سنہ ۱۳۵۳ھ

حضرت اقدس مدظلہم العالی ہدیہ آداب و تسلیمات کے عرض ہے کہ حضور کو تحریر بنیت کیجیے "الحیلۃ الناجزۃ" کو بندہ نے بغور ملاحظہ کیا اس مجتہدانہ تحقیق سے کہ اسمیں ہر پہلو کو پیش نظر رکھتے ہوئے اور فروع کو اصول کیساتھ مربوط رکھتے ہوئے جو جامع و مانع جواب تحریر فرمایا گیا ہے ہر لفظ بر کلمہ تحسین زبان سے نکالتا ہو جی چاہتا تھا۔ اسکی بڑی ضرورت تھی کہ حضرت والا کے مبارک ہاتھ سے اسکو اللہ نے پورا فرمایا۔ جزاکم اللہ عن المسلمین خیر الجزاء

میں اس صحیفۂ ملکوتیہ کی ہر بات کو متفق ہوں لیکن مجنون کی خلوت صحیحہ کو متعلق جو حاشیہ ص۴ میں مذکور ہے قدرے خلجان ہے اسلئے ادب سے استفادۃً عرض ہے کہ فقہاء کرام نے صغیر غیر قادر علی الجماع کیمتعلق تصریح فرمائی ہے کہ اسکی خلوت صحیح نہیں ہے۔ فی الشامیۃ ص۵۲۳ وفی خلوۃ الصغیر الذی لا یقدر علی الجماع قولان وجزم قاضیخان بعدم الصحۃ فکان ہو المعتمد ولذا قید فی الذخیرۃ بالمراہق اھ وکذا فی مجمع الانہر ص۲۳۱ اسیطرح وجہ ثالث کے مانع خلوت ہونے سے صغیر لا یعقل کو مستثنی کردیا فی الدر المنتقی علی حاشیۃ مجمع الانہر بخلاف صغیر لا یعقل الخ رہا مجنون سو اس کو دوسرے کی خلوت صحیحہ متحقق نہو سکنے کیلئے یا ہونیکے لئے ملحق اور مشابہ بالصغیر کیا گیا ہے۔ فی العالمگیریۃ ص۴۲۹ (مطبوعہ کلکتہ) والمجنون والمعتوہ کالصبی فان کانا یعقلان فلیست بخلوۃ وان کانا لا یعقلان فہی خلوۃ کذا فی السراج الوہاج اور جنون صغر نوم ہر چند کہ عوارض سماویہ ہونے میں متساوی ہیں لیکن نوم مؤخر خطاب ہے نہ مسقط اور صغر اور جنون مسقط خطاب ہیں اسلئے جنون صغر کے ساتھ اشبہ اور الصق ہے اور عبارت عالمگیریہ بھی اسی کی طرف قریب قریب تصریح کر رہی ہے پس جب جنون دوسری کے خلوت کے مانع ہونے یا نہونے میں مشابہ صغیر رہے تو خود اس کی عدم تحقق خلوت میں بھی اسی کے مشابہ ہوگا۔ فکان تشبیہ المجنون بالصغر اجلی و اولی فلم تکن خلوتہ صحیحۃ وترشح سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ فقہاء نے جنون کو کہیں مشابہ نوم نہیں فرمایا ہے۔ نیز نائم کے خلوت کو صحیح قرار دینا یہ بھی متفق علیہ نہیں ہے۔ کما یفہم من العالمگیریۃ ص۴۲۹ (کلکتہ) ولو دخلت علی زوجہا وہو نائم وحدہ صحت الخلوۃ علم بدخولہا اولم یعلم وہذا الجواب محمول علی قول ابی حنیفۃ لان عندہ للنائم حکم الیقظان کذا فی الظہیریۃ۔

حضرت والا کی خدمت میں پیش کردیا اب جو مرضی ہو۔ ان صح فمن اللہ والا فمن ہذا العبد الضعیف

المخویدم محمد اسحٰق عفی عنہ

عہ کارکن باڑی ڈھاکہ

۲۸ ربیع الاول سنہ ۱۳۵۳ھ

عہ۵ حضرت اقدس دام مجدہم نے ارشاد فرمایا کہ جنون بعض صفات میں مشابہ صغیر کے بھی ہے اور بعض صفات میں نائم کے بھی مگر دیکھنا یہ ہے کہ اس مقام پر کس وصف کو زیادہ دخل ہے سو صغیر کی خلوت کو بوجہ عدم الشہوۃ ہونیکے غیر صحیح قرار دیا گیا ہے اور مجنون عدیم الشہوۃ نہیں کما فی الشامیۃ عن البحر باب العنین تحت قول الدر فلو جب بعد وصولہ الیہا مرۃ اور نائم تیس شہوت ہے مگر نوم کی وجہ سے فاقد الشعور ہے اور یہی حالت مجنون کی ہے گو اتنا فرق ہو کہ نوم عادۃً سریع الزوال ہے بخلاف جنون کے اور یہ فرق حکم میں مؤثر نہیں انتہی قولہ الشریف اور مخاطب شرعی مکلف ہونے نہونے کو اس میں دخل نہیں

(بقیہ حاشیہ ص ۱۵)

(حاشیہ بقیہ صـ۱۵)

اہل اسلام پر کفار کی ولایت کا شبہ بحمد اللہ بالکل رفع ہو گیا نیز بر و تشکر نیز یہاں کے جواب میں یہ بھی لکھا گیا تھا کہ اس کی نظیر تقلد قضا من الباغی المتغلب ہے اور اس میں ائمہ سے یہی توجیہ کی ہے جو کہ بھی مذکور ہوئی عبارت شمس الائمہ رح کی تتمہ رفاق کے حاشیہ میں مذکور ہے۔

(۲) ختم پر ہمن قولہ والمعنی فیہ (الی قولہ) وقد حصل۔ ملاحظہ فرمالیا جائے۔ بعد ازاں مولانا سجاد صاحب ماہ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۰ھ میں تھانہ بھون تشریف لائے مولانا کفایت اللہ صاحب وغیرہ بھی ہمراہ تھے اس وقت بھی مولانا سجاد صاحب نے نصب القاضی من العامہ کو صحیح قرار دینے کی بہت سعی فرمائی اور تقلد قضا من الکافر پر اشکال مذکور کا اہتمام سے اعادہ فرمایا حضرت حکیم الامت مدظلہم نے احقر سے ارشاد فرمایا کہ تم نے یہاں سے کچھ جواب بھی تو لکھا گیا تھا اس نے تتمہ امداد الاحکام (جلد دوم) میں تلاش کر کے وہ جواب سنایا جس میں ہر دو مسئلہ یعنی نصب القاضی من العامہ کی عدم صحت اور تقلد قضا من الکافر کی صحت پر کافی تقریر ہے اس کو سنتے ہی مولانا حسین احمد صاحب نے فرمایا کہ اس باب میں اب کوئی اشکال نہیں رہا سوائے تنقیح آیات الخ یہ بحث (دل) تو ہیں فرماتے ہیں حیرت سے ہوا کیا تیز تقریر کا ملت کے بعد خود بھی تسلیم کر لیا۔ اس کے بعد احقر کو تکان ہو گیا (ان

دنوں احقر بیمار تھا اس لئے حضرت اقدس مدظلہم سے اجازت کے لئے عرض کیا۔ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ وقت بھی کافی گذر چکا ہے اور ضروری گفتگو بھی ہو چکی۔ اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جو اشکالات ہوں ان کو قلمبند فرما دیا جاوے ان پر اطمینان سے غور کیا جائے گا اسپر ان حضرات نے چند سوالات تحریر فرما دیئے ان میں سے بعض کا جواب تو ہو چکا تھا اور بعض کو مدینہ منورہ بھیجنا مناسب خیال کیا گیا اور وہاں سے جواب آنے پر تتمہ کی تتمہ میں شائع کر دیا گیا ملاحظہ ہو فتاویٰ مالکیہ کے ختم پر عنوان الاستفتاء بالمرۃ الخامسۃ ۱۲

احقر
عبدالکریم عفی عنہ

۵

ان مسلمی دونوں کا ان سوالات میں تذکرہ تھا ان کا ابھی گذشتہ حاشیہ میں ذکر ہوا ہے مگر مدینہ منورہ سے جواب آنے پر سب کا حل ہو گیا اس لئے اس جواب کو شائع کر دینا کافی تھا۔ واللہ الموفق۔

احقر
عبدالکریم عفی عنہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بعد الحمد والصلوٰۃ یہ رسالہ مجموعہ ہے چند فتاوی کا جن میں تفویض طلاق منکوحہ کا مسئلہ
تو جو رسالہ **جزو اوّل** ہے فقہ حنفی کا فتوی ہے اور جزو دوم علماء مالکیہ اہل مدینہ کے فتاوی
ہیں جن میں سے بعض اجزا فقہ حنفی میں بھی پائے جاتے ہیں اور بعض اجزا فقہ مالکی کے ساتھ مخصوص
ہیں۔ وجہ اُن کے جمع کرنے کی دو امر ہیں۔ ایک تو جواب دینا ہے اُس اعتراض کا جو بعض واقعات
کے متعلق ہے اور وہ واقعات عورتوں کی کلفت کے ہیں جن کا تعلق شوہر سے ہے جن کے اسباب یہ ہیں
شوہر کا مفقود ہو جانا۔ شوہر کا مجنون ہو جانا۔ شوہر کا عورت کے قابل نہ ہونا۔ شوہر کا باوجود وسعت کے
بی بی کو خرچ نہ دینا۔ و مثل ذٰلک۔

اور وہ اعتراض یہ ہے کہ اسلام نے بلا واسطہ قاضی شرعی کے جو کہ ہندوستان میں نایاب یا کمیاب
ہے براہ راست ان مصائب سے عورتوں کو نجات حاصل کرنے کا کوئی طریقہ نہیں بتلایا جس سے مجبور
اور پریشان ہو کر بہت عورتیں اسلام سے مرتد ہو رہی ہیں (چنانچہ تھوڑے ہی روز ہوئے سنا تھا کہ
بعض علاقوں میں بہت قلیل مدت میں کثیر تعداد میں عورتیں مرتد ہو چکی ہیں) اگرچہ اس کا جواب
بالکل ظاہر ہے کہ اسلام کا کام صرف تدبیر بتلانا ہے پھر اگر اہل اسلام اُس پر عمل نہ کریں تو مورد الزام
اسلام ہے یا اہل اسلام جن میں یہ معترضین بھی داخل ہیں اور وہ تدبیر یہی ہے جو معترضین کے اعتراضی
کلام میں مذکور ہے کہ ایسے حاکم اور قاضی مقرر کئے جاویں جو بزور حکومت ان قضایا کو فیصل

عہ یہ بات واضح رہے کہ اس بیہودہ کارروائی سے بھی شرعاً نکاح فسخ نہیں ہوتا گو تجدید اسلام و تجدید نکاح سے قبل موجودہ خاوند کیلئے ہمبستری وغیرہ حرام ہو جاتی ہے اس مسئلہ کو رسالہ ہذا کا ضمیمہ بنا کر آخر میں ملحق کر دیا گیا ہے و نیز ضمیمہ میں یہ بھی وضاحت سے بیان کیا گیا ہے کہ مسلمان عورت کا نکاح کسی کافر سے کرنا ہرگز جائز نہیں قطعاً حرام ہے اور اسی طرح کتابیہ کے سوا کسی کافر عورت سے مسلمان کا نکاح بھی بالکل باطل اور حرام قطعی ہے ۱۲ منہ

عہ قاضی کیلئے شرعاً جو صفات ضروری ہیں اُنکی تفصیل کتب فقہ ہدایہ عالمگیری ردالمحتار وغیرہ میں موجود ہے بوقت ضرورت مراجعت کر لی جاوے یہاں چند ضروری صفات تو ذکر کیا جاتا ہے۔ ایک شرط یہ ہے کہ قاضی مسلمان ہو غیر مسلم قاضی نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح مکلف ہونا بھی شرط ہے بچہ یا مجنون قاضی نہیں بن سکتے۔ یہ بھی شرط ہے کہ آنکھ کان زبان صحیح و سالم ہوں اندھا یا بہرا یا گونگا نہ ہو اور یہ بھی شرط ہے کہ رشوت دیکر قاضی نہ بنا ہو اور اگر رشوت دیکر قاضی ہو گیا تو وہ شرعاً قاضی نہ ہوگا اور اس کا حکم بھی نافذ نہ ہوگا (کذا فی البحر وغیرہ) اور یہ بھی ضروری ہے کہ علم دین میں مہارت تامہ رکھتا ہو جاہل کو قاضی بنانا جائز نہیں یہ دوسری بات ہے کہ اگر کہیں جاہل قاضی بن گیا اور اس نے اہل علم سے فتوی لیکر شریعت کے موافق فیصلہ کر دیا تو اس کا حکم نافذ ہو جائیگا۔ اسی طرح فاسق کو بھی قاضی بنانا جائز نہیں اگرچہ وہ عالم بھی ہو گو فیصلہ اسکا نافذ ہو جاویگا بشرطیکہ شریعت کے موافق ہو مگر مسلمانوں پر واجب ہوگا کہ اس کے معزول کرانیکی کوشش کریں ۱۲ منہ

دے سکیں اور اگر اس کی قوت نہ ہو تو حکومت موجودہ سے مطالبہ اور کوشش کریں کہ وہ ایسے حاکم مقرر کردے
جن میں وہ سب صفات ہوں جو قاضی شرعی میں ہونا چاہئیں کم از کم ہر ضلع میں ایک ایسا حاکم مسلمان مقرر
کردے جو ایسے معاملات میں حکم شرعی کا اختیار رکھے اور اگر وہ عالم نہ ہو تو قانوناً اُس کے ذمہ لازم کیا جائے کہ
ہر معاملہ میں علماء سے فتویٰ حاصل کرکے حکم دیا کرے اور اگر مسلمان اس کا انتظام نہ کریں یا اُن کی ایسی درخواست
اور کوشش کامیاب نہ ہو تو انصاف کرنا چاہیے کہ پھر اسلام پر اعتراض کرنا بالکل نص لا تزر وازرة
وزر اخریٰ کا جو کہ مسئلہ عقلیہ بھی ہے مخالفت اور بالکل مولانا رحمہ کے اس شعر کا مصداق ہے ؎

حملہ برخود میکنی ای سادہ مرد ہمچو آں شیرے کہ برخود حملہ کرد

اور یہ جواب معترضانہ اور ظالمانہ سوال کے حل کے لئے تو بالکل کافی ہے لیکن ایک مستفیدانہ اور مظلومانہ
سوال پھر بھی باقی رہجاتا ہے وہ یہ کہ اگر اسلام میں ایسے مسائل موجود ہوں کہ بدون طلاق یا وفات شوہر
کے بھی مقصود حاصل ہو سکے تو اُن کے بتلانے سے ان مظلومات کی نجات کی سبیل بھی معلوم ہو جاوے گی
ہر چند کہ اصول عقلیہ سے ایک جواب کے بعد دوسرے جواب کا مطالبہ سائل کا حق نہیں مگر چونکہ اس
دوسرے جواب میں اُن مظلومات کی بھی مصلحت ہے اس لئے تبرعاً اُس جواب کا بھی انتظام کیا گیا
وہ یہ کہ جن عورتوں کا ابھی نکاح نہیں ہوا اُن کی کلفتوں کے انسداد کے لئے تو فقہ حنفی سے ایک مسئلہ لکھا گیا
جو اس مجموعہ کا **جزو اوّل** ہے اور جن عورتوں کا نکاح ہو چکا ہے اُن کی کلفتوں کے دفع کے لئے چونکہ فقہ
حنفی میں ایسے مسائل کم ہیں اس لئے ایسے واقعات کے متعلق مدینہ طیبہ سے چند بار مراسلت کے بعد علمائے
مالکیہ سے فتاویٰ حاصل کئے گئے جو **جزو دوم** میں مذکور ہیں پس اب اس کے بعد یہ سوال بھی باقی نہیں
رہا کہ اسلام میں کوئی ایسی تدبیر نہیں جس میں قاضی شرط نہ ہو۔
رہا یہ کہ فقہ حنفی پر کسی کو عدم کفایت کا سوال ہو تو اُس کا جواب یہ ہے کہ خود فقہ حنفی میں بھی خاص
شرائط کے ساتھ کہ اُن کی رعایت اس رسالہ میں کرلی گئی ہے[عہ] ایسی ضرورت شدیدہ میں دوسرے مجتہد کے

ف — ضرورت شدیدہ میں دوسرے مجتہد کے مذہب پر فتویٰ دینا

[illegible]

عہ چنانچہ شرط اولین تو یہی ہے کہ مذہب غیر پر عمل کرنا ضرورت شدیدہ کی بنا پر ہو اتباع ہویٰ کے لئے نہ ہو اور اس شرط پر
تمام امت کا اجماع اور اتفاق علامہ ابن تیمیہ نے نقل کیا ہے حیث قال فی من تکح عن شہود فسقۃ ثم طلقہا ثلاثا
فاراد التخلص عن الحرمۃ المغلظۃ بان النکاح کان فاسدا فی الاصل علی مذہب الشافعی رح فلم یقع
الطلاق ما نصہ وھذا القول یخالف اجماع المسلمین فانہم متفقون علی ان من اعتقد
حل لشیٔ کان علیہ ان یعتقد ذلک سواء وافق غرضہ او خالف ومن اعتقد تحریمہ کان
علیہ ان یعتقد ذلک فی الحالین وھولاء المطلقون لا یفکرون فی فساد النکاح بفسق
الولی الا عند الطلاق الثلاث لا عند الاستمتاع والتوارث یکونون فی وقت یقلدون من یفسدہ وفی
وقت یقلدون من یصححہ بحسب الغرض والہوی ومثل ھذا لا یجوز باتفاق الامۃ (بقیہ حاشیہ بصفحہ ۳۰)

قول پر عمل کرنے کی اجازت دیدی گئی ہے جیسا کہ علامہ شامی کے رسالہ عقود رسم المفتی صفحہ ۵ میں بحث مفید کے بعد مرقوم ہے۔ وبہ علم ان المضطر له العمل بذلك لنفسه كما قلنا وان المفتي له الافتاء به للمضطر فما مر من انه ليس له العمل بالضعيف ولا الافتاء به محمول على غير موضع الضرورة كما علمته من مجموع ما قررناه اھ ونیز شامی نے درمختار کے قول ان الحکم والفتیا

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲) ثم قال بعد ثلاثة اسطر ونظير هذا ان يعتقد الرجل ثبوت شفعة الجوار اذا كان طالبا لها وعدم ثبوتها اذا كان مشتريا فان هذا لا يجوز بالاجماع وكذا من بنى صحة ولاية الفاسق في حال نكاحه وبنى على فساده لاية حال طلاقه لم يجز ذلك باجماع المسلمين ولو قال المستفتي لمعين انا لم اكن اعرف ذلك وانا اليوم التزم ذلك لم يكن من ذلك لان ذلك يفتح باب التلاعب بالدين ويفتح الذريعة الى ان يكون التحليل والتحريم بحسب الاهواء۔ (فتاویٰ ابن تیمیہ جلد ثانی صفحہ ۲۴۰ و صفحہ ۲۴۱)

وفي باب قبول الشهادة من رد المحتار عن القنية وقيل لمن انتقل الى مذهب الشافعي ليزوج له اخاف ان يكون مسلوب الايمان لاهانته الدين بجيفة قذرة الى اخر هذا الباب من المنحرو ان انتقل اليه لقلة مبالاته في الاعتقاد والجرأة على الانتقال من مذهب الى مذهب كما يتفق له ويميل طبعه اليه لغرض يحصل له فانه لا تقبل شهادته (شامی صفحہ ۷۰۴ جلد ۴)

واوضح منه ما في تعزير رد المحتار فراجعه۔ وبه صرح العلامة محمد بن علي البيضاوي في الرواية الثامنة والثلاثين من الفتاوى المالكية الملحقة باخر الرسالة۔

ہم نے اس رسالہ میں اسی شرط (یعنی عدم اتباع ہوی) کی بنا پر صرف ان مواضع میں مذہب مالکیہ پر عمل کی اجازت دی ہے جہاں ضرورت شدیدہ یقینی طور پر مشاہد و متیقن ہوگئی اور جہاں شدت ضرورت کا تیقن نہیں ہوا وہاں مذہب مالکیہ کی تسہیلات سے کام نہیں لیا۔

اور ایک شرط مذہب غیر پر عمل کرنے کی جمہور علماء کے نزدیک یہ بھی ہے کہ تلفیق خارق اجماع نہ ہو حتیٰ کہ صاحب درمختار نے اس پر اجماع بایں الفاظ بیان کیا ہے ان الحكم الملفق باطل بالاجماع۔ اور اس شرط کی تفاصیل و قیود میں کلام طویل اور اختلاف کثیر ہے جس کو ایک مستقل رسالہ التحقيق في التلفيق میں ضبط کر کے اعلاء السنن کی کتاب البیوع کے مقدمہ کا جزو بنا دیا گیا ہے اور ہمارے نزدیک ان اقوال مختلفہ میں سے یہ قول اعدل الاقوال ہے کہ عمل واحد میں تلفیق خارق للاجماع کی اجازت نہ ہو اور دو عمل جداگانہ ہوں تو ان میں تلفیق کی اجازت دیجائے گو ظاہراً خلاف اجماع لازم آتا ہو۔ مثلاً کوئی شخص بے ترتیب وضو کرے تو شافعیہ کے نزدیک وضو صحیح نہیں اور کوئی شخص ربع راس سے کم مسح کرے تو حنفیہ کے نزدیک وضو نہیں ہوتا پس اگر کوئی شخص اس طرح وضو کرے کہ ترتیب کی رعایت نہ ہو اور مسح کرے ربع راس سے کم کا تو کسی کے نزدیک بھی وضو نہیں ہوا۔ اور یہ تلفیق خارق اجماع ہے اور اگر کسی نے وضو میں چوتھائی سر سے کم کا مسح کیا اور نماز میں فاتحہ خلف الامام نہ پڑھی تو ظاہراً اس صورت میں بھی خرق اجماع لازم آتا ہے کہ وضو شافعیہ کے مذہب پر ہے اور نماز حنفیہ کے مذہب پر مگر وضو جدا عمل ہے اور نماز جدا اس واسطے یہ تلفیق منع نہیں گرتا ہم احتیاط مدنظر رکھ کر اصل رسالہ ہذا میں تلفیق کی دوسری قسم سے بھی بچا کر رکھا ہے ۱۲ منہ

یا القول المرجوع جمل کے تحت میں لکھا ہے قلت الکن هذا فی غیر موضع الضرورة الخ ص۷ ج۱)
اور اس مسئلہ پر مکمل بحث جزو دوم کے مقدمہ میں آتی ہے فلینظر ثمہ۔ اب بحمد اللہ جواب ہر پہلو سے مکمل ہو گیا
اور دوسری وجہ تصنیف رسالہ کی رفع جہالت ہے کیونکہ جہالت کے سبب بعض لوگ مذہب
مالکیہ کی آڑ میں تمام قیود و شروط سے آزاد ہو کر بعض اوقات ایسی کارروائی کر گذرتے ہیں جو کسی مذہب میں
بھی صحیح نہیں ہوتی اور مالکیہ کے مذہب سے عام طور پر کما حقہا واقفیت نہ ہونے کے سبب اکثر اہل علم کو بھی
اس میں مغالطہ ہو جاتا ہے حتی کہ بعض اسلامی ریاستوں میں تفریق بین الزوجین کے لئے ایسا ضابطہ جاری
کیا گیا ہے جو شرائط ضروریہ فوت ہونے کے سبب کسی طرح بھی شریعت مقدسہ کی رو سے درست نہیں
اس لئے بھی سخت ضرورت تھی کہ ان مسائل ضروریہ کے متعلق جس قدر شرائط ہوں اُن سب کو تفصیل کے
ساتھ جمع کر دیا جاوے تاکہ جو لوگ اُس وسعت پر عمل کرنے کے لئے مجبور ہوں جو مذہب مالکیہ نے واقع
مذکورہ بالا میں دی ہے وہ اُن شرائط کا لحاظ رکھیں ورنہ معصیت شدیدہ بلکہ تحلیل حرام یا تحریم
حلال کا وبال عظیم بھگتنا پڑے گا پس مسئلہ مفقود وغیرہ میں جو حضرات مذہب مالکیہ کو اختیار کریں اُنکو
لازم ہے کہ رسالۂ ہذا کسی محقق عالم سے خوب سمجھ لیں اور اہل علم بھی اس کو بغور ملاحظہ فرمائیں۔
اور ترتیب اس رسالہ کی یہ ہے کہ جزو اوّل میں تفویض طلاق کا فتویٰ ہے اور جزو دوم
میں زوجۂ عنین و مجنون و مفقود و حاضر متعنت اور غائب غیر مفقود کے احکام مفصل مذکور ہیں۔ اس کے بعد
حضرات علمائے دیوبند و سہارنپور کی تصدیق درج ہے اور سب کے آخر میں اُن تمام عربی فتاویٰ کو جو مدینہ
طیبہ کے مالکی المذہب مفتیوں سے حاصل کئے گئے تھے ملحق[عہ] کر دیا گیا ہے تاکہ اہل علم حضرات اصل عبارت
بھی ملاحظہ فرما سکیں۔ اور ان فتاویٰ مالکیہ میں سے جس جس عبارت سے رسالہ ہذا میں استدلال کیا
گیا ہے اُن کو روایت اولیٰ و ثانیہ وغیرہ سے موسوم کر دیا اور اصل رسالہ میں اُس روایت مستدل

عہ دار العلوم دیوبند سے گیارہ حضرات اور مظاہر علوم سہارنپور سے چار حضرات نے رسالہ کے اصل سودہ کو نہایت غور و
خوض سے ملاحظہ فرمایا ہے اور جا بجا مفید مشورے بھی دیئے اور اپنے قیمتی وقت کا بہت بڑا حصہ صرف کر کے اس قدر اہتمام
سے اصلاحی نظر فرمائی ہے کہ انکو تصنیف رسالہ میں شریک کہنا بجا ہے فجزاهم اللہ تعالیٰ خیراً۔ اس بنا پر ان پندرہ حضرات
کی تصدیق کو سب سے مقدم اصل رسالہ کے متصل درج کیا گیا اور ان کے علاوہ دیگر علمائے کرام کی تصدیقات رسالہ چھپنے
کے بعد حاصل کی جاویں گی اس لئے اُن کو جداگانہ تمام مجموعہ کے اخیر میں درج کیا جائے گا ۱۲ منہ
عہ ان تمام فتاویٰ کی اصل بعینہ نیز رسالہ ہذا کا مسودہ مع اصل تصدیقات علماء کرام مدرسہ امداد العلوم
تھانہ بھون کے کتبخانہ میں محفوظ ہے ۱۲ منہ

بہا کا اسی عنوان سے حوالہ بھی دیدیا ہے اور نام اس مجموعہ کا الحیلۃ الناجزہ للحلیلۃ العاجزۃ تجویز کیا گیا ہے جس کی مناسبت ہر دو اجزار کے ساتھ ظاہر ہے۔

مگر چونکہ یہ سب علمی رنگ میں تھا اس لئے ان سب کا خلاصہ نہایت عام فہم عبارت میں لکھدیا گیا اب عوام اہل حاجت کو تمام رسالہ دیکھنے کی ضرورت نہیں بلکہ صرف اسی خلاصہ کو دیکھ لینا اور کسی عالم سے سمجھ لینا کافی ہے مگر اُن عالم صاحب کو مناسب ہے کہ اُس خلاصہ کو اصل رسالہ سے ملالیں سہولت دستیابی کے لئے خیال ہے کہ اس خلاصہ کو مستقلاً بھی عنقریب شائع کردیا جائے گا اور اس مستقل صورت کے اقتضا پر اس کا ایک نام بھی رکھدیا گیا **المرقوبات للمظلومات** بس اس معاملہ میں جو کام ہمارے کرنے کا تھا یعنی اعتراض کا جواب دینا بھی جو ہمارے ذمہ تھا اور خاص تدبیریں مع قیود وشروط مفصلہ بتلادینا بھی جو ہمارے ذمہ نہ تھا وہ ہم کرچکے۔

اب آگے ان میں سے کسی مسئلہ پر عمل کا ارادہ کرنے کے وقت **دو کام عمل کرنے والوں کے ذمہ ہیں۔ ایک یہ کہ عمل سے** پہلے کسی ذی استعداد عالم سے جو کہ فتوے میں اہل علم کے نزدیک مشہور و مسلم ہو وہ مسئلہ بھی اچھی طرح سمجھ لیں محض اپنی قوت مطالعہ کے بھروسہ اپنی رائے سے کسی واقعہ کو اُس مسئلہ پر منطبق نہ کرلیں اور اخیر کارروائی کی تکمیل تک اُن عالم کو اپنے ساتھ اس طرح شریک بھی رکھیں کہ ہر ہر جزئی کی اُن کو اطلاع بھی دیتے رہیں اور حکم شرعی بھی پوچھتے رہیں اور اُن عالم کو بھی چاہئے کہ بہت بصیرت و توجہ و تیقظ سے کام لیں اور جہاں ذرا بھی شبہ ہو اول فقہ مالکی کی اِن کتابوں سے حل کریں۔ مختصر الخلیل و شرح للعلامۃ الدردیر و منتقی شرح موطا و مدونہ و صاوی حاشیہ اقرب المسالک وغیرہ جو کتب اُن کے ہاں فتاویٰ کے لئے معتبر ہوں۔

اور اگر ان کتابوں سے اطمینان کے ساتھ حل نہ ہو تو کارروائی کو مؤخر کرکے مکہ معظمہ یا مدینہ منورہ خط بھیج کر خود علمائے مالکیہ سے استفتار کرلیں جس کا طریقہ مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کے مہتمم صاحب سے یا مدرسۃ العلوم الشرعیہ مدینہ منورہ کے مہتمم صاحب سے بذریعہ خط دریافت ہوسکتا ہے۔

تنبیہ چونکہ اس زمانہ میں فتنہ و فساد کا دور دورہ ہے اور ہر شخص علم و لیاقت کا مدعی ہے اسلئے علمار کے انتخاب میں نہایت احتیاط اور کامل غور و خوض کی ضرورت ہے۔ وہ لوگ جو محض کہیں سرکاری اسکول کے سند یافتہ ہوکر مولوی یا مولوی فاضل وغیرہ کہلاتے ہیں یا اردو فارسی کے رسائل دیکھ کر عوام میں مولوی مشہور ہوجاتے ہیں وہ اس کام کے لئے کافی نہیں۔

دوسرا کام یہ ہے کہ عمل سے پہلے وکلاء وغیرہم سے اُس کارروائی کے موافق قانون یا مخالف قانون ہونے کی تحقیق کرلیں کیونکہ نہ ہم کو قانون معلوم ہے نہ ہم کسی کو عمل کرنے کی رائے دیتے ہیں ہم نے صرف مسئلے بتلا دیئے ہیں تاکہ دین و مذہب پر جو اعتراض ہوتا تھا وہ مرتفع ہوجائے اور رفع کلفت کی سبیل شرعی مفصل معلوم ہوجائے آگے جس کو عمل کرنا ہو وہ اپنی واقفیت و ہمت کے بھروسہ کرے ہم اُس کے ذمہ دار نہیں۔

البتہ

اگر اس کا کوئی حصہ قانون پر منطبق نہ ہوتا ہو تو اہل اثر کوشش کرکے اُس کو قانون میں منظور کرادیں بہت ثواب ہوگا۔

اخیر میں بغرض طلب دعا عرض کرتا ہوں کہ مولانا حسین احمد صاحب صدر مدرس دارالعلوم دیوبند دامت فیوضہم نے علماء مالکیہ سے فتاوی حاصل ہونے میں بہت مدد فرمائی ہے بلکہ مسئلہ مفقود کے علاوہ دیگر مواقع میں تحقیق احکام کے اصل محرک بھی وہی ہیں نیز مدینہ طیبہ میں مولانا سید احمد صاحب مہتمم مدرسۃ العلوم الشرعیہ نے علمائے مالکیہ سے حصول فتاوی میں ہر بار سعی بلیغ فرمائی اور ہمیشہ نہایت اہتمام سے روانہ فرماتے رہے اور پھر اس رسالہ کا اجمالی مسودہ عزیزم مولوی ظفر احمد صاحب تھانوی سلمہ نے تیار کیا اور بعد ازاں اُن کے رنگون چلے جانے پر اس رسالہ کی تفصیلی ترتیب میں مولوی محمد شفیع صاحب مفتی دارالعلوم دیوبند و مولوی عبدالکریم صاحب گمتھلی مقیم خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون نے بہت مدد دی ہے بلکہ واقع میں قریب قریب سب رسالہ کی ترتیب اُن ہی کا کام ہے گو برائے نام یہ ناکارہ بھی شریک رہا اسلئے ناظرین سے اپنے ساتھ اُن کے لئے بھی دعا کی استدعا کرتا ہوں۔ وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب۔

کتبہ

اشرف علی

اوائل ذیقعدہ ۱۳۵۱ھ ہجری نبوی

جزو اول

تفویض طلاق بوقت نکاح

از فقہ حنفی

سوال آج کل عورتوں کو نکاح کے بعد جس قدر پریشانیوں کا سامنا ہوتا ہے محتاج بیان نہیں کبھی مرد ظلم اور بے رحمی سے پیش آتا ہے نہ نان نفقہ دیتا ہے نہ طلاق دیتا ہے کبھی بال بچوں سے بے فکر ہو کر پردیس چلا جاتا اور لاپتہ ہو جاتا ہے کبھی نامرد نکلتا ہے۔ بعض دفعہ یتیم لڑکی کا نکاح چچا وغیرہ نامناسب جگہ کر دیتا ہے اور لڑکی ناپسند کرتی ہے۔ بعض دفعہ مرد کو جنون کا مرض ہو جاتا ہے وغیرہ وغیرہ۔

اگر ہندوستان میں قاضی شرعی کا وجود ہوتا تو اس قسم کی سب پریشانیوں کا علاج سہل تھا مگر اب جب کہ قاضی شرع موجود نہیں عورتوں کو سخت مصیبت کا سامنا ہوتا ہے وہ نکاح کو فسخ کرنے کے لئے اگر عدالت میں دعوے دائر کریں تو بعض دفعہ حاکم غیر مسلم اس کا فیصلہ کرتا ہے جو شرعاً نافذ نہیں ہوتا اور بعض دفعہ حاکم مسلم ہی فیصلہ کرتا ہے مگر بوجہ احکام سے ناواقفیت وغیرہ کے قاعدۂ شرعیہ کی پابندی سے فیصلہ نہیں کرتا اس لئے وہ فیصلہ بھی قابل اطمینان نہیں ہوتا پس علمائے کرام سے دریافت کیا جاتا ہے کہ :-

(۱) بعض جگہ ان مشکلات کا جو یہ علاج تجویز کیا ہے کہ بوقت نکاح کابین نامہ میں مرد سے ایسی شرطیں لکھوالی جاویں جن کی رو سے عورتوں کو بوقت ضرورت اپنے اوپر خود طلاق واقع کرنے کا اختیار حاصل ہو جاوے یہ شرعاً صحیح اور معتبر ہے یا نہیں اور اگر جائز ہے تو ایسے کابین نامہ کے معتبر ہونے کی شرط کیا ہے۔

(۲) کیا اس کابین نامہ کو قبل از نکاح اور بعد از نکاح لکھوانے یا عین عقد نکاح کے وقت شرطوں کو زبانی کہلانے میں کوئی فرق ہے۔

الجواب

(۱) اس قسم کا کابین نامہ لکھوانا (جس میں طلاق کا اختیار عورت کے ہاتھ میں دیدیا گیا ہو) اور بوقت ضرورت اس سے کام لینا شرعاً جائز ہے (اور اس اختیار دیدینے کو تفویض طلاق کہتے ہیں)

اور شرطوں کا بیان نمبر ۲ میں آتا ہے۔

(۲) اس کی تینوں صورتیں جائز ہیں چاہے نکاح سے پیشتر لکھوا لیا جائے یا ہے عین وقت عقد میں زبان سے کہلوا لیا جائے چاہے بعد میں لکھوا لیا جائے مگر پہلی اور دوسری صورت کے صحیح و معتبر ہونے کی ایک ایک شرط ہے۔

پہلی صورت کہ یہ کابین نامہ نکاح سے پہلے لکھا جائے اس کے معتبر اور مفید ہونے کے لئے یہ شرط ہے کہ اس میں نکاح کی طرف اضافت و نسبت موجود ہو مثلاً یہ لکھا جائے کہ اگر میں فلاں بنت فلاں کے ساتھ نکاح کروں اور پھر شرائط مندرجہ اقرار نامہ ہذا میں سے کسی شرط کے خلاف کروں تو مسماۃ مذکورہ کو اختیار ہو گا کہ اسی وقت یا پھر کسی وقت چاہے تو اپنے اوپر ایک طلاق بائن واقع کر کے اس نکاح سے الگ ہو جائے اگر اس میں اضافت الی النکاح نہ لکھی گئی تو یہ اقرار نامہ محض بے کار ہو گا اس کی رو سے عورت کو کسی قسم کا اختیار حاصل نہ ہو گا۔ لما فی تنویر الابصار باب التعلیق وشرط الملک کقوله لمنکوحته ان ذهبت فانت طالق او الاضافة الیه کان نکحتک فانت طالق فلغا قوله لاجنبیة ان زرت زیدا فانت طالق الخ (شامی صفحہ ۳۱۴ جلد ۲) وفی الفصل الثالث من کتاب الشروط للعالمگیریة ما نصه والثانی تعلیق التفویض بالشرط وانه اقسام (الی ان قال) القسم الثانی تعلیق التفویض بترک نقد المعجل الی وقت کذا صورة کتابة هذا القسم جعل امرها بیدها فی تطلیقة واحدة بائنة مطلقا بشرط انه اذا مضی شهر اوله کذا وآخره کذا ولم یؤد الیها جمیع ما قبل تعجیله لها من صداقها وهو کذا فانها تطلق نفسها بعد ذلک متی شاءت ابدا واحدة بائنة وفوض الامر فی ذلک الیها وانها قبلت منه هذا الامر فی مجلس التفویض القسم الثالث تعلیق التفویض بشرط

عـــہ پہلی اور تیسری صورت میں لکھنے کی قید احترازی نہیں ہے بلکہ لکھوانے کا عموماً معمول ہے اور قرین مصلحت بھی یہی ہے اس واسطے اس قید کا ذکر کیا گیا ورنہ زبانی کہنا اور لکھنا ان دونوں صورتوں میں برابر ہے البتہ دوسری صورت میں زبانی کہنے کی قید احترازی ہے کیونکہ ایجاب و قبول غائب کے لئے تو کتابت سے بمع شرائط درست ہے مگر حاضر کے لئے کسی حال میں بھی محض کتابت سے ایجاب و قبول درست نہیں ہاں اگر شرائط تحریر کر کے ایجاب یا قبول کے ساتھ یوں کہدیا جائے کہ ان شرائط محررہ میں سے کسی کے خلاف ہو تو عورت کو طلاق کا حق ہو گا تب بھی تفویض کی تعلیق صحیح ہو جاوے گی تمام شرائط کو زبانی بیان کرنا ضروری نہیں ۱۲ منہ

عـــہ البتہ بعض جگہ جو دستور ہے کہ تحریر تو پیشتر تیار ہو جاتی ہے اور دستخط دولہا اور گواہان کے بعد میں ہوتے ہیں اس صورت میں اضافت الی النکاح ضروری نہیں کیونکہ یہ دراصل اس پہلی صورت میں داخل ہی نہیں بلکہ تیسری میں شمار ہے ۱۲ منہ

قمارہ او یشربہ الخمر او ضربہ ضربا موجعا یظھر اثرہ علی بدنھا و صورۃ کتابتہ علی نحو ما بینا ہ عالمگیری مصری صفحہ ۳۶۱ جلد ۶) قلنا قولہ وانہا قبلت فی مجلس التفویض فقد خرج مخرج عادۃ المحاضر والسجلات والا فقبولہا فی مجلس التکلم لیس بشرط بل الشرط استعمال الخیار فی مجلس وقوع الشرط کما سیأتی وقد صرح بذلک فی الفصل الاول من الباب الثالث لطلاق الھندیۃ۔

اور دوسری صورت کہ عین ایجاب وقبول ہی میں زبانی شرائط مذکور ہوں اس کے صحیح ومعتبر ہونے کی شرط یہ ہے کہ ایجاب عورت کی جانب سے ہو یعنی اولاً خود عورت (یا اُس کا ولی یا وکیل یعنی قاضی نکاح خواں) عقد نکاح کے وقت یوں کہے کہ میں نے اپنے آپ کو (یا مسماۃ فلاں بنت فلاں کو) تیرے نکاح میں اس شرط پر دیدیا کہ اگر تم نے یہ کام کیا یا وہ کام کیا (جتنی شرطیں لگانا مقصود ہوں سب کو ذکر کر دیا جاوے) تو اپنے معاملہ کا اختیار میرے (یا مسماۃ موصوفہ کے) ہاتھ میں ہوگا یعنی شرائط مذکورہ میں سے کسی ایک شرط کی خلاف ورزی پر بھی اختیار ہوگا کہ اسی وقت یا پھر کسی وقت چاہوں (یا چاہے) تو اپنے آپ کو ایک طلاق بائن دے کر اس نکاح سے الگ کر سکونگی (یا کر سکے گی) اس کے جواب میں مرد نکح یوں کہے کہ میں ؎ نے قبول کر لیا اس پر عورت کو اختیار ہوگا کہ وہ جب اپنے اوپر شرائط کیخلاف ظلم ومصیبت دیکھے اپنے آپ کو ایک طلاق بائن دے کر اس شوہر کے نکاح سے نکل جائے یعنی اس طرح کہدے کہ میں اپنے اوپر ایک طلاق بائن واقع کرتی ہوں۔

اور اگر ایسا نہ کیا گیا بلکہ ابتدائے کلام (یعنی ایجاب) مرد کی جانب سے ہو اور لڑکی والے قبول کے ساتھ تفویض طلاق کی شرط لگاویں تو نکاح بلا کسی شرط کے صحیح ہو جاوے گا اور شرط بالکل بیکار جائے گی خوب سمجھ لو۔ فی الدر المختار قبیل فصل المشیۃ من کتاب الطلاق نکحہا علی ان امرہا بیدھا صح اھ وفی حاشیۃ رد المحتار قولہ صح مقید بما اذا ابتدأت المرأۃ فقالت زوجت نفسی منک علی ان امری بیدی اطلق نفسی کلما ارید او علی انی طالق فقال الزوج قبلت اما لو بدأ الزوج لاتطلق ولایصیر الامر بیدھا کما فی البحر عن الخلاصۃ والبزازیۃ انتھی۔ (شامی صفحہ ۶۹۷ جلد ۲) ومثلہ صرح فی حیل العالمگیریۃ (صفحہ ۳۶۲ ج ۷)۔

وبیّن الفقیہ ابو اللیث رح وجہ الفرق بین الصورتین فقال لان البداءۃ اذا کانت

؎ چاہے صرف اتنا ہی کہے کہ میں نے قبول کر لیا اور چاہے یوں کہے کہ میں نے شرائط سمیت قبول کر لیا دونوں کا ایک ہی حکم ہے لماسیأتی من الفقیہ ابی اللیث من ان الجواب یتضمن اعادۃ ما فی السوال ۱۲ منہ

من الزوج لان الطلاق والتفويض قبل النكاح فلا يصح اما اذا كانت من المرأة يصير التفويض بعد النكاح لان الزوج لما قال بعد كلام المرأة قبلت والجواب يتضمن اعادة ما في السؤال صار كانه قال قبلت على انك طالق او على ان يكون الامر بيدك فيصير مفوضًا بعد النكاح انتہی (شامی کتاب الطلاق تحت قول الدر لا يقع طلاق المولى على امرأة عبدہ الا اذا قال الخ صفحہ ۹۱۱ جلد ۲)۔

تنبیہ اور اگر ایجاب عورت ہی کی طرف سے ہو اگر شرط تفویض ذکر نہ کی گئی اور مرد نے قبول میں شرط تفویض کا اضافہ[عـہ] کر دیا تب بھی تفویض صحیح ہو گئی لیکن چونکہ اس صورت میں صرف مرد کو اختیار ہے خواہ وہ شرط بڑھائے یا نہ بڑھائے عورت کی جانب سے جب ایجاب بلا کسی شرط کے ہو چکا تو اُس کے ہاتھ سے بات نکل چکی اس لئے جس عورت کا مقصد یہ ہو کہ اُس کو طلاق لینے کا اختیار مل جاوے اُس کے واسطے یہ صورت کافی نہیں بلکہ ایجاب میں شرط لگانا ضروری ہے تاکہ مرد کو بلا شرط قبول کرنے کا حق ہی نہ رہے۔

اور تیسری صورت کہ نکاح کے بعد کوئی اقرار نامہ اس قسم کا شوہر سے لکھوایا جاوے یہ صورت بھی صحیح اور بالکل درست ہے۔

مشورہ یہ صورت اُس عورت کے کار آمد ہے جس کے نکاح میں کابین نامہ نہیں لکھوایا گیا تھا لیکن جو عورت نکاح کے وقت احتیاط کی طالب ہے اُس کے واسطے اس میں بھی وہی کمی ہے جو ابھی تنبیہ بالا کے ذیل میں مذکور ہوئی یعنی جب عقد نکاح تمام ہو چکا تو عورت کے قبضہ میں نہ رہا کہ خاوند کو اس اقرار نامہ کے لکھنے پر مجبور کرے بلکہ صرف اُس کی مرضی پر معاملہ رہجاتا ہے۔

اس لئے مصائب کے وقت خلاصی کی اصل تدبیر پہلی یا دوسری ہی صورت اختیار کرنا ہے۔ اور ان میں بھی آسان صورت جس میں عوام کے مغالطہ میں پڑنے کا اندیشہ نہیں وہ صرف پہلی ہی صورت[عـہ] ہے کہ عقد سے پہلے ہی کابین نامہ لکھوا لیا جاوے مگر اُس میں اضافت الی النکاح ضرور ہونا چاہئے یعنی یہ لفظ ضرور لکھوائے جائیں کہ اگر میں فلاں دختر فلاں سے نکاح کروں اور پھر فلاں فلاں شرط کے خلاف کروں الخ اور اگر اضافت الی النکاح نہ لکھی گئی تو کابین نامہ کالعدم ہو گا جیسا کہ پیشتر گذر چکا

عـہ گو یہ صورت نادر الوقوع ہے مگر استیعاب صور کے لئے لکھدی گئی ۱۲ منہ

عـہ ہاں اگر قبول زوج سے پہلے پہلے عورت یا اُس کے ولی وغیرہ کو خیال آ گیا اور شرط تفویض کا اضافہ کر دیا تب بھی مرد کو بلا شرط کے قبول کرنے کا حق نہ ہو گا ۱۲ منہ

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

فائدہ نکاح مذکور جس میں کچھ شرائط خاوند سے منظور کرالی گئی ہیں اس کے جواز میں حنفیہ کو کلام نہیں ہے بعض لوگوں نے اس صورت کو نکاح معلق میں داخل کرکے شبہ کیا ہے مگر درحقیقت یہ نکاح معلق نہیں بلکہ نکاح منجز ہے جو تفویض معلق کے ساتھ مشروط ہے۔ نکاح معلق وہ ہے کہ اُس وقت نکاح ہی نہ ہو جیسے عورت یوں کہے کہ میں نے اپنے آپ کو تیرے نکاح میں دیدیا اگر میرا باپ راضی ہو یا مرد یوں کہے کہ میں نے قبول کرلیا اگر میرا باپ راضی ہو اس صورت میں نکاح نہیں ہوتا اور اگر اصل نکاح معلق نہ کیا جاوے بلکہ اس کے ساتھ کوئی شرط زائد لگادی جائے تو اس[ع] طرح نکاح ہوجاتا ہے جس کا حاصل یہ ہوتا ہے کہ مجلس عقد میں نکاح اسی وقت ہو رہا ہے مگر اس کے ساتھ ایک شرط ہے جس کو شوہر سے منوایا جاتا ہے

ضروری مشورہ

چونکہ عورت ناقص العقل ہے اس لئے طلاق کو مطلقاً اُس کے ہاتھ میں دیدینا خطرہ سے خالی نہیں پس مناسب یہ ہے کہ تفویض میں کوئی قید مناسب بھی لگادی جائے جس میں وہ خطرہ نہ ہو مثلاً یہ کہ نکاح کے وقت عورت کی طرف سے وہ خود یا اُس کا ولی یا وکیل (یعنی قاضی نکاح خواں) یوں کہے کہ میں نے اپنے آپ کو یا اسماۃ فلاں بنت فلاں کو تمہارے نکاح میں بمعاوضہ مہر روپے سکہ رائج الوقت کے اس شرط پر دیدیا کہ جب وقت اُس کو تم سے کوئی تکلیف شدید پہونچے گی جس کو فلاں فلاں اشخاص میں سے کم از کم دو آدمی تسلیم کرلیں (اس جگہ مناسب ہے کہ کم از کم دس آدمیوں کے نام تراضی طرفین سے متعین کردیئے جائیں) تو اُس کے بعد ہر وقت معاملہ میرے یا اُس کے اختیار میں ہوگا کہ اپنے آپ کو ایک طلاق بائن دے کر اس نکاح سے علیحدگی اختیار کرلی جاوے اس صورت میں طلاق کا اختیار عورت کے ہاتھ میں اُس وقت آئے گا جب اُنہ تسلیم کردہ اشخاص میں سے

ع قد صرح فی الدر المختار والشامی (فی اخر فصل المحرمات ص ٤٢٣) بالفرق بین النکاح المعلق وبین النکاح المشروط ۱۲ منہ

ع نکاح مشروط میں دیگر شروط تو فاسد وغیرہ معتبر ہوتی ہیں لیکن تعلیق و تفویض طلاق کی شرط معتبر اور صحیح ہوتی ہے۔ کما علم مما مر ۱۲ منہ

ع اور اگر اس سے بھی زیادہ احتیاط مطلوب ہو تو یہ جملہ بھی بڑھالیں (اور وہ دونوں آدمی طلاق کو مناسب بھی کہیں) منہ

کم از کم دو آدمی تسلیم کرلیں کہ تکلیف شدیدہ ہے۔
لیکن عورت کو اس کے بعد بھی چاہیئے کہ طلاق واقع کرنے میں جلدی نہ کرے بلکہ اطمینان کے ساتھ سوچ سمجھ کر کام کرے اور تین باتوں کا ضرور التزام کرے۔
اول یہ کہ فوراً غصہ کے وقت اپنے اس اختیار سے کام نہ لے بلکہ ایک معتد بہ مدت تک غور و خوض کرے جس کی میعاد ایک ہفتہ سے کم نہ ہو۔
دوسرے یہ کہ اپنے خیرخواہوں سے مشورہ کرے۔
تیسرے یہ کہ سنت کے موافق استخارہ کرے اور ویسے بھی دعا کرے کہ اللہ تعالےٰ میرا دل ایسے کام کی طرف پھیر دے جو میرے لئے دین و دنیا میں بہتر ہو اس تمام کوشش کے بعد جو کچھ دل میں آئے اُس پر عمل کرے اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھے۔ اس طرح پر وہ خطرہ نہ ہوگا جو تفویض مطلق کی صورت میں ہوتا ہے۔ فقط واللہ اعلم

تنبیہ ضروری

تعلیق مذکور میں اگر چاہے کا لفظ استعمال نہ کرنا چاہیئے ورنہ یہ تفویض خاص اُس مجلس کے ساتھ مقید ہو جاوے گی جس میں وہ شرائط واقع ہو اور اُس مجلس کے ختم ہو جانے کے بعد عورت کو اختیار طلاق کا باقی نہ رہیگا اور اختیار کو اس قدر محدود کر دینا مناسب نہیں اسی طرح لفظ جب کبھی چاہے بھی شرط میں استعمال نہ کیا جاوے ورنہ ہمیشہ کے لئے (حتی کہ اعادۂ نکاح کے بعد بھی) اُس کو اپنے

ع کیونکہ طلاق میں جلدی کرنا شرعاً ناپسندیدہ ہے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ حق تعالیٰ کے نزدیک مباح چیزوں میں مبغوض ترین طلاق ہے (رواہ ابوداؤد) ونیز ارشاد فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو عورت بلا ضرورت اپنے خاوند سے طلاق مانگے اُس پر جنت کی بو حرام ہو (رواہ احمد و الترمذی و ابوداؤد و ابن ماجہ والدارمی) ۱۲ منہ

ع یہ جب ہے کہ اُس شرط کے تحقق کو عورت نے خود دیکھا ہو اور اگر خود نہیں دیکھا تو پھر اُس مجلس کا اعتبار ہوگا جس میں اس کو خبر ہوئی ہو قال صاحب الدر المختار فلہا ان تطلق فی مجلس علمہا بہ مشافہۃ او اخبارًا او ائل تفویض الطلاق)۔ بس اگر خبر ملنے کے بعد اتنی تاخیر کی کہ مجلس بدل گئی تو اب اختیار باقی نہیں رہا۔ اور اگر عورت یہ عذر کرے کہ مجھ کو اُس خبر پر اطمینان نہ ہوا تھا تو اُس میں تفصیل ہے بوقت ضرورت شامی جلد چہارم مسائل شتی کتاب القضا میں ملاحظہ فرمادیں ۱۲ منہ

ع اس تنبیہ کا جز اس واسطے بنایا گیا ہے کہ جب کبھی کا لفظ استعمال کرنے سے اعادۂ نکاح کے بعد بھی ان ہی شرائط کی پابندی ضروری رہے گی اگر تجربہ کی بنا پر زوجین شرائط میں سے کسی شرط کو موقوف کرنا چاہیں تو یہ نہ ہو سکے گا ۱۲ منہ

اوپر طلاق واقع کرنے کا اختیار رہے گا جب تک کہ تین طلاق پوری نہ ہو جاویں اور ایسا اختیار عورت کو دینا ضرورت سے زائد اور مصلحت کے خلاف ہے بلکہ ایسے الفاظ استعمال کرنے چاہئیں جن سے نہ تو ایسی تنگی لازم آئے کہ تفویض متقید بالمجلس ہو جائے اور نہ اتنی وسعت ہو کہ عورت کو تینوں طلاقیں واقع کر لینے کا اختیار مل جائے اسی لئے ہم نے کابین ناموں میں اور گذشتہ مثالوں میں ایسے الفاظ استعمال کئے ہیں جو باتفاق محاورات فریقین کی رعایت اور مصلحت پر مشتمل ہیں اُن الفاظ سے صرف ایک ہی مرتبہ طلاق دینے کا اختیار حاصل ہوگا مگر وجود شرط کی مجلس کے ساتھ مقید نہ ہوگا۔ اور اردو کے محاورات مختلف ہونے کی وجہ سے تمام الفاظ شرط کا حکم منضبط نہ ہو سکا اس واسطے الفاظ عربیہ کی تفصیل نقل کرتے ہیں تاکہ اہل علم بوقت ضرورت اس تفصیل میں اور متکلم کے محاورہ میں بغور تطابق کر کے بقیہ الفاظ شرط کا حکم متعین کر سکیں اور عوام کو لازم ہے کہ جو الفاظ ہم نے تجویز کئے ہیں اُن کی رعایت رکھیں اور اگر ان کے سوا کسی لفظ کا حکم معلوم ہونے کی ضرورت پیش آجاوے تو علمائے کرام سے دریافت کریں صرف اپنی زبان دانی پر بھروسہ کر کے خود فیصلہ کرنا جائز نہیں۔

والتفصیل ما فی العالمگیریۃ من الجوھرۃ النیرۃ اذا قال لہا طلقی نفسک سواء قال لہا ان شئت اولا فلہا ان تطلق نفسہا فی ذالک المجلس خاصۃ (صفحہ ۷۶ جلد ۲)۔

وفیہ ایضا ان قال لہا طلقی متی شئت فلہا ان تطلقہا فی المجلس وبعدہ ولہا المشیئۃ مرۃ واحدۃ وکذا قولہ متی ماشئت واذا ماشئت ولو قال کلما شئت کان ذالک لہا ابدا حتی یقع ثلاث کذا فی السراج الوھاج (الباب الثالث فی تفویض الطلاق فصل المشیئۃ ص۷۷ ج۲)۔

وفی البحر الرائق فصل الامر بالید (صفحہ ۳۱۸ جلد ۳)۔

واطلق الامر بالید فشمل المنجز والمعلق اذا وجد شرطہ ومنہ ما فی المحیط لو قال ان دخلت الدار فامرک بیدک فان طلقت نفسہا کما وضعت القدم فیہا طلقت لان الامر فی یدھا وان طلقت بعد ما مشت خطوتین لم تطلق لانہا طلقت بعد ما خرج الامر من یدھا۔

تنبیہ دوم

شوہر کو تفویض طلاق کے بعد اُس تفویض سے رجوع کرنے کا حق نہیں رہتا بلکہ تفویض طلاق کے بعد عورت طلاق کی مالک ہو جاتی ہے اس لئے شرائط میں مرد کو غور و خوض اور اہل علم و فہم سے مشورہ کر لینا ضروری ہے ورنہ بعد میں پریشانی و پشیمانی ہوگی۔

لما فی العالمگیریۃ ولیس للزوج ان یرجع فی ذلک ولا ینہاھا عما جعل الیہا ولا یفسخ کذا فی الجوہرۃ (عالمگیری ص۵۷ ج۲)۔

وفی الدر المختار من فصل المشیۃ کتاب الطلاق ولا یملک الزوج الرجوع عنہ ای عن التفویض بانواعہ الثلاثۃ لما فیہ من معنی التعلیق قال الشامی قولہ الثلاثۃ ای التخییر والامر بالید والمشیۃ اھ۔

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم

تکملہ

عوام کی سہولت کے لئے ہم نے تمام امور گذشتہ کی رعایت کر کے تفویض طلاق کے متعلق کابین نامہ کا ایک مضمون بھی لکھ دیا ہے جس پر نکاح سے قبل دستخط ہو جانا شرعاً معتبر ہے یہ مضمون تو بعینہ رکھا جاوے اور شرائط جو فریقین میں طے ہو جائیں وہ اس کے بعد درج کر لیں۔

؎ مرد کے حق میں ایک مفید بات یہ ہے کہ مہر معاف کرنے کی شرط لگا لے۔ اگر یہ شرط طے ہو جائے تو اس کو بڑھانے کا موقع یہ ہے کہ کابین نامہ میں جو یہ جملہ ہے۔ "اپنے اوپر ایک طلاق بائن واقع کرنے" اس سے پیشتر یہ لفظ لکھے جاویں "مہر معاف کر کے اپنے اوپر الخ"

فی البحر الرائق (ص۳۱۹ جلد ۳) قال لہا امرک بیدک ان ابرأتنی عن مہرک (الی قولہ) ان قدمت الابراء وفعلوان لم تبرئہ عن المہر لا یقع لان التوکیل کان بشرط الابراء اھ ۱۲ منہ

”کابین نامہ“

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اما بعد منکہ پسر قوم ساکن
ضلع کا ہوں میرا نکاح مسماۃ دختر قوم
ساکن ضلع کے ساتھ شرائط ذیل پر بعوض مہر روپیہ
سکہ رائج الوقت کے قرار پایا ہے لہذا میں بدرستی ہوش و حواس بلا کسی جبر و اکراہ کے مندرجہ
ذیل اقرار نامہ لکھتا ہوں تاکہ میں اس کا پابند رہوں اور در صورت عدم پابندی مسماۃ موصوفہ بالا
کے لئے رہائی کی صورت ہو سکے پس میں اقرار کرتا ہوں کہ جب تک وہ میرے نکاح میں رہے میں
شرائط مندرجہ ذیل کا پابند رہوں گا اور بغرض اطمینان لکھتا ہوں کہ اگر میں مسماۃ مذکور سے نکاح
کروں اور نکاح کرنے کے بعد شرائط ذیل میں سے کسی شرط کے خلاف کروں تو اس کے بعد
مسماۃ مذکورہ کو اختیار ہوگا کہ اسی وقت یا پھر کسی وقت چاہے تو اپنے اوپر ایک طلاق بائنہ واقع
کر کے اس نکاح سے الگ ہو جاوے شرائط یہ ہیں[۵]۔

اس کابین نامہ کو میں نے منظور کیا اور لکھوا کے دیکھنے کے بعد آج بتاریخ ماہ سنہ
دستخط / نشان انگشت کرتا ہوں

العبد گواہ شد گواہ شد

اس کابین نامہ میں تو محض اس کی رعایت کی گئی ہے کہ شرعاً جائز اور معتبر ہو جاوے لیکن اس کی رو سے
ایک مرتبہ شرط کے خلاف ورزی ہونے کے بعد عورت کو ایک طلاق کا مطلق اختیار مل جاوے گا اور
ضروری مشورہ کے عنوان سے ہم پیشتر لکھ چکے ہیں کہ عورت کو مطلقاً اختیار دیدینا مناسب نہیں ہے اسواسطے
ایک دوسرا مضمون بھی لکھا جاتا ہے تاکہ جو شخص اس ضروری مشورہ پر عمل کرنا چاہے وہ اس طرح کابین نامہ لکھوالے

[۵] شرائط طے کرتے وقت تجربہ کار اہل فہم سے مشورہ مناسب ہے و نیز وکلا سے یہ مشورہ بھی کہ قانوناً یہ شرائط معتبر ہیں یا نہیں

کابین نامہ،،

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اما بعد منکہ   پسر   قوم   ساکن   ضلع
کا ہوں میرا نکاح مسماۃ   دختر   قوم   ساکن   ضلع
کے ساتھ شرائط ذیل پر بعوض مہر   روپے سکہ رائج الوقت کے قرار پایا ہے لہذا میں بدرستی ہوش و حواس
بلا کسی جبر و اکراہ کے مندرجہ ذیل اقرار نامہ لکھتا ہوں تاکہ میں اس کا پابند رہوں اور در صورت عدم پابندی مسماۃ
مذکورہ کے لئے رہائی کی صورت ہو سکے پس میں اقرار کرتا ہوں کہ جب تک وہ میرے نکاح میں رہے میں شرائط مندرجہ ذیل کا
پابند رہوں گا اور بغرض اطمینان لکھدیتا ہوں کہ اگر میں مسماۃ مذکورہ سے نکاح کروں تو نکاح کرنے کے بعد جب کبھی اُس کو
اُس نکاح میں رکھتے ہوئے شرائط ذیل میں سے کسی شرط کے خلاف کروں اور اُس خلاف شرط ہونے کو عہ

اشخاص میں سے کم از کم دو آدمی تسلیم کرلیں تو اس کے بعد مسماۃ مذکورہ کو اختیار ہوگا کہ اُسی وقت یا خلاف شرط تسلیم ہوجانے
سے ایک ماہ تک پھر کسی وقت چاہے تو اپنے اوپر ایک طلاق بائن واقع کرکے اس نکاح سے الگ ہوجاوے اور جب کبھی کسی
شرط کا خلاف وقوع پذیر ہو ہر بار ایک ایک ماہ کے لئے اختیار حاصل ہوتا رہے گا مگر یہ اختیار ایک ہی نکاح تک محدود ہے اگر کسی
طرح فرقت اور علیحدگی کے بعد نکاح کا اعادہ ہو تو اس کے بعد یہ اختیار اور شرائط نہیں بلکہ اُس وقت جو کچھ دوبارہ طے ہوجاوے
اُس کے موافق عملدرآمد ہوگا۔ شرائط یہ ہیں للعہ

اس کابین نامہ کو میں نے منظور کیا اور لکھوا کر پڑھکے سنکے کے بعد آج بتاریخ   ماہ   سنہ   دستخط نشان انگوٹھا کرتا ہوں

العبد   گواہ شد   گواہ شد

دونوں کابین ناموں میں فرق

یہ ہے کہ پہلے کابین نامہ لکھنے کے بعد ایک مرتبہ کسی شرط کے خلاف عملدرآمد کرنے سے عورت کو ہمیشہ کے لئے اختیار ملجاویگا
جس کا خلاف مصلحت ہونا ضروری مشورہ میں گذر چکا اور دوسرا کابین نامہ لکھنے کے بعد ایک مرتبہ خلاف ورزی سے صرف
ایک ماہ کے لئے اختیار ملے گا اور پھر اگر کبھی کسی شرط کی خلاف ورزی ہوئی تو پھر مکرر اختیار ایک ماہ کے لئے ملجاوے گا اور ہر مرتبہ
خلاف کرنے سے اسی طرح اختیار ملتا رہے گا مگر اس امر میں ہر دو کابین نامہ مشترک ہیں کہ ایک مرتبہ عورت بائنہ ہوجائے تو اُس کے
بعد دوبارہ نکاح ہونے پر خلاف شرط کے وقوع سے اختیار حاصل نہ ہوگا۔

عہ مناسب ہے کہ اس جگہ کم از کم دس آدمیوں کے نام تراضی طرفین سے متعین کرکے لکھدیئے جائیں کیونکہ دو چار کا نام لکھنے میں ممکن ہے
کہ بوقت ضرورت اُن میں سے کوئی بھی موجود نہ رہے اور زیادہ آدمیوں میں یہ احتمال بعید ہے ۱۲ منہ عہ زیادہ احتیاط درکار ہو تو تسلیم
کرلیں کے بعد یہ جملہ بھی لکھدیا جاوے (اور وہ دونوں صاحب عورت کے لئے علیحدگی کو مناسب بھی قرار دیں) ۱۲ منہ
عہ اس صورت میں ہر مرتبہ خلاف شرط کرنے سے عورت کو مکرر اختیار حاصل ہوتا رہے گا مگر ہر مرتبہ صرف ایک ماہ تک باقی رہے گا ۱۲ منہ للعہ
جو شرائط طے ہوں اُن اہل فہم اور تجربہ کار لوگوں سے مشورہ کرنا مناسب ہے و نیز وکلا سے بھی کہ یہ شرائط قانون میں معتبر ہیں یا نہیں اور
کابین نامہ کی رجسٹری ہوجائے تو بہتر ہے ۱۲ منہ

جزو دوم

تفریق بین الزوجین بحکم حاکم

مشتمل بر چند مسائل ضروریہ

حکم زوجہ[۱] عنین۔ و زوجہ[۲] مجنون۔ و زوجہ[۳] مفقود۔ و زوجہ[۴] حاضر متعنت۔ و زوجہ[۵] غائب غیر مفقود

(اول[عہ] از فقہ حنفی وبقیہ از فقہ مالکی)

مقدمہ

دربیان حکم قضائے قاضی در ہندوستان و دیگر ممالک غیر اسلامیہ

اس جزو دوم کے تمام مسائل میں قضائے قاضی شرط ہے یعنی عورت یا اُس کے اولیا طلاق یا فسخ نکاح میں خود مختار نہیں بلکہ شرط یہ ہے کہ قاضی کی عدالت میں مقدمہ دائر کریں اور قاضی باضابطہ تحقیق شرعی شہادت وغیرہ کے ذریعہ کرنے کے بعد حکم کرے اس کے بغیر ان مسائل میں سے کسی مسئلہ میں بھی فسخ و تفریق نہیں ہوسکتی +

فائدہ دافعۃ لشبہۃ فی اشتراط القضاء

اعلم انہ قد استدل بعض اہل العلم من اقراننا بما ورد فی فصلۃ تنقیح الحامدیۃ (ص۳۰۲ ج۱) من قولہ لان الفتوی الفقیہ للجاہل بمنزلۃ حکم القاضی المولی او حکم المحکم الخ علی ان

عہ زوجہ عنین کے متعلق اصل حکم تفریق کا اور اُس کی تمام شرائط و تفاصیل فقہ حنفی کے مسائل ہیں۔ اور جس جگہ قاضی شرعی موجود نہ ہو وہاں تفریق کرنے کے لئے جماعت مسلمین کو قاضی کے قائم مقام کرنا یہ حکم فقہ مالکی سے لیا گیا ہے مگر اصل حکم کی رعایت سے مجموعہ کو فقہ حنفی کا مسئلہ قرار دیدیا گیا اور مجنون وغیرہ کے مسائل میں بھی بعض جزئیات فقہ حنفی کے مطابق ہیں لیکن اکثر مسائل فقہ مالکی سے ماخوذ ہونے کے سبب کل کو فقہ مالکی کی طرف منسوب کردیا گیا ہے ۱۲ منہ عہ ان کے علاوہ بعض صورتیں ایسی بھی ہیں جو قضائے قاضی کی محتاج نہیں بلکہ اُن میں خود بخود نکاح سے علیحدگی ہوجاتی ہے اُن میں سے دو صورتیں تو رسالہ ہذا کے ضمیمہ حکم الازدواج میں مفصل لکھی گئی ہیں۔ ایک ارتداد شوہر۔ دوسرے اسلام احد الزوجین۔ لہذا ضمیمہ موصوفہ کو ضرور ملاحظہ کیا جاوے اور فرقت کی سب صورتیں ایک نظم میں صاحب نہر نے جمع کردی ہیں وہ نظم اس رسالہ "حیلۂ ناجزہ" کے تتمہ میں درج ہے ۱۲ منہ

المسائل التی یشترط فیہا القضاء من خیار الفسخ بالبلوغ وعدم الکفاءۃ وغیرھا یکفی فیہا
فتوی المفتی ویقوم مقام القضاء فانہ یستفاد من ظاھرہ ان فتوی الفقیہ یقوم مقام
قضاء القاضی فی عامۃ القضایا۔ وانت تعلم انہ لو کان کذالک لتعطلت ابواب القضاء قاطبۃ
ولم یبق لاشتراط القضاء فی کثیر من الاحکام معنًی ولم یتحقق فی احکام القضاء والدیانۃ
فرق فانہ حکم الدیانۃ ھو الفتوی کما لایخفی علی من لہ ادنی مسکۃ بالفن فتبین ان اجراء
ھذا القول علی العموم ھدم لشطر من ابواب الفقہ وحینئذ فلا یُظَنُّ بمن لہ ادنی مناسبۃ
بالفقہ ان یتخذ ھذہ المقالۃ عقبۃ یلجأ الیہا للتخلص عن مضایق القضاء فالحق الحقیق
الذی لایجوز المحید عنہ۔ ان الفتوی درجتہا درجۃ الرأی والاجتہاد فیلزم الجاھل العمل
بالفتوی فیما یلزم صاحب الرأی والاجتہاد العمل برأیہ واجتہادہ فیہ ولیست الفتوی
بمنزلۃ القضاء لان القضاء لہ ارکان منہا الحاکم وقد صرح الفقہاء بحصرہ فی الوالی
والقاضی والمحکم فلا یجوز للجاھل العمل بالفتوی فیما لایجوز لصاحب الرأی العمل
برأیہ بدون القضاء فافہم وحینئذ یجب تاویل القول المذکور المروی بصیغۃ
التمریض وتوجیہہ بما لایخالف القواعد وان لم یسع التاویل وجب ردہ **فنقول** فی
توجیہ العبارۃ وعلی اللہ التوکل وبہ الثقۃ ان المغلطۃ انما انشأت من عدم النظر الی السیاق
والسیاق ومن راجع اصل الکتاب وامعن النظر فی سیاقہا وسیاقہا لم یشک
فی ان غرضہم منہا بیان مسئلۃ جزئیۃ لاعموم لہا ولھذا رأینا ان نجمع بعض عبارات
الکتب الفقہیۃ التی وردت فیہا امثال ھذہ العبارات لیتجلی لک جلیۃ
الامر وحقیقتہ۔

(۱) ففی کتاب الدعوی من الخانیۃ (فصل فیما یقضی فی المجتہدات صـ۱۱۱ جلد۲)
وقد روی عن اصحابنا ماھو اوسع من ھذا وذلک لما روی عنہم انہ لو استفتی
صاحب الحادثۃ عن ھذا فقیہا عدلا من اھل الفتوی فافتاہ ببطلان الیمین وسعہ ان
یأخذ بفتواہ ویمسک المرأۃ وعنہم ان صاحب الحادثۃ لو استفتی فقیہا فافتاہ
ببطلان الیمین وسعہ ان یمسکہا فان تزوج اُخری بعدھا وقد کان حلف بلفظ کل
امرأۃ یتزوجہا فاستفتی فقیہا اٰخر مثل الاول فافتاہ بصحۃ الیمین ووقوع الطلاق المضاف
علیہا فانہ یفارق الثانیۃ ویمسک الاولی لان فتوی الفقیہ للجاھل بمنزلۃ

حکم القاضی المولی او حکم الحکم انتہی۔

(۲) وفی الدر المختار من تعلیق الطلاق فی مطلب فسخ الیمین المضافة ما نصہ وفی المجتبی عن محمد رح فی المضافة لا یقع وبہ افتی ائمۃ خوارزم انتہی وھو قول الشافعی رح والحنفی تقلیدہ بفسخ قاض بل محکم بل فتاء عدل وبفتوتین فی حادثتین انتہی۔

(۳) قال العلامۃ الشامی علی الدر وفی البحر عن البزازیۃ وعن اصحابنا ما ھو اوسع من ذلک وھو انہ لو استفتی فقیہا عدلا فافتاہ ببطلان الیمین حل لہ العمل بفتواہ وامساکہا (شامی ص۶۵۳ جلد ۲)۔

(۴) وفی تنقیح الحامدیۃ رجل حلف بطلاق امرأة ان تزوجہا فتزوجہا وحکما رجلا لیحکم بینہما فی الطلاق المضاف فحکم ببطلان الیمین اختلف المشائخ فیہ (الی قولہ) وذکر شمس الائمۃ الحلوانی ان حکم المحکم فی المجتہدات نحو الکنایات والطلاق المضاف جائز فی ظاہر المذھب عن اصحابنا قال الا ان ھذا امر یعلم ولا یفتی (الی قولہ) وقد روی عن اصحابنا رح ما ھو اوسع من ھذا وذلک انہ روی عنہم انہ لو استفتی صاحب الحادثۃ عن ھذا فقیہا فافتاہ ببطلان الیمین وسعہ ان یمسکہا (الی قولہ) لان فتوی الفقیہ للجاہل بمنزلۃ حکم القاضی المولی او حکم المحکم (تنقیح الحامدیۃ صفحہ ۳۰۲ جلد ۱) ففی ھذہ العبارات قرائن عدیدۃ ترشد الطالب الی ما قلنا۔ منہا انہم کلہم اوردوا ھذہ الجملۃ فی فسخ الیمین المضافۃ وتحقیق حکمہ لا مطلقا ولو کان ضابطۃ کلیۃ تعم الحوادث والقضایا عامۃ لاوردوھا واستعملوھا فی سائر الابواب وعامۃ القضاء۔ ومنہا انہم قیدوہ بالجاہل ولو کان الفتوی بمنزلۃ القضاء فی سائر الاحکام لما کان لہذا القید معنی فان القضاء کما ینفذ علی الجاہل کذلک ینفذ علی العالم والمجتہد۔ فغرضہم منہ لیس الا جواز العمل للعامی علی مذھب الغیر بفتوی المفتی کما انہ یحل لہ العمل علیہ بقضاء القاضی غیر ان المفتی اذا افتی بمذھب الغیر فی حادثۃ فان کان الحکم فی ذلک المذھب غیر مشروط بالقضاء کفی للعامی العمل علیہ بمحض الفتوی من دون ان یحتاج الی قضاء القاضی کما فی مسئلتنا فسخ الیمین المضافۃ وجواز الرجعۃ فی کنایات الطلاق فانہ عند الشافعی رح لیس بمشروط بالقضاء فاذا

لہ صوابہ بفتوتین بیاءین کما نبہ علیہ الشامی ۱۲ منہ *

افتی مفتٍ باخذ مذهب الشافعی رح فی هذه المسائل حل للعامی العمل علیہ بمجرد الفتوی فکان الفتوی فی امثال هذه الاحکام مثل القضاء حیث تحل بہ للعامی العمل بمذهب الغیر وهو المراد بقولهم ان فتوی الفقیہ للجاهل بمنزلة حکم القاضی المولی الخ یعنی فی امثال هذه المسئلة من المجتهدات مما لا یشترط فیہ القضاء۔ واما ان کان الحکم فی ذلک المذهب مشروطا بالقضاء کما فی المسئلة المفاقید والغیب والمتعنتین فی النفقة وامثالهم فلو افتی مفت فی امثالها بمذهب الغیر لم یجز للعامی العمل علیہ الا بالاستجماع شرائط ذلک المذهب ومنها قضاء القاضی۔

ویؤید ما قلنا ما فی الفتاوی المهدویة لمولانا الشیخ محمد العباسی الحنفی مفتی الدیار المصریة حیث قال قولهم ان فتوی الفقیہ للجاهل بمنزلة حکم القاضی المولی او حکم المحکم۔ ذلک معناه ان الفتوی بمنزلة ما ذکر فی ایجاب العمل بها فی حق المستفتی تفسیر بدلیل قولهم فی عبارة اُخری ان قول المفتی فی حق الجاهل بمنزلة رأیہ و اجتهاده وتصریحهم فیها ان ذا الرأی یتبع رأی القاضی اذا قضی لہ او علیہ بخلاف رأیہ۔ (ثم ساق کلام شمس الائمة الذی قدمناه من تنقیح الحامدیة الی ان قال) فقولہ فیها وسعہ ان یمسکها دلیل علی کون ذلک الحکم دیانة الخ (فتاوی مهدویہ کتاب الطلاق مطلب من طلق زوجتہ بالحرام ثم راجعها صـ٢٢٤ وصـ٢٢٥ ج ١) هذا ما سنح لنا والله سبحانہ اعلم۔

قلت وبهذا اتضح جواب ما فی بحث رؤیة الهلال من عمدة الرعایة علی شرح الوقایة ما نصہ والعالم الثقة فی بلدة لا حاکم فیها قائم مقامہ (یعنی القاضی) فانہ ایضا مختص بمورد کلامہ یعنی فی فصل رؤیة الهلال التی لا یشترط فیها القضاء لا عامة القضایا کما لا یخفی علی المتدرب هذا هو الصواب وبید الله الامر والیہ المآب فی کل باب۔

اور ہندوستان میں بحالت موجودہ چونکہ عام طور پر قاضی شرعی کا وجود نہیں اس لئے ان مسائل کے بیان کرنے سے پہلے ایسی صورتیں ذکر کی جاتی ہیں جو ہندوستان میں میسر ہو سکتی ہیں۔

ہندوستان کی جن ریاستوں میں قاضی شرعی موجود ہیں وہاں تو معاملہ سہل ہے اور گورنمنٹی علاقوں میں جہاں قاضی شرعی نہیں اُن میں وہ حکام جج مجسٹریٹ وغیرہ جو گورنمنٹ کی طرف سے اس قسم کے معاملات میں فیصلہ کا اختیار رکھتے ہیں اگر وہ مسلمان ہوں اور شرعی قاعدہ کے موافق فیصلہ کریں

تو اُن کا حکم بھی قضائے قاضی کے قائم مقام ہوجاتا ہے۔ لما فی الدر المختار و یجوز تقلد القضاء من السلطان العادل والجائر ولو کافراً ذکرہ مسکین وغیرہ لیکن اگر کسی جگہ فیصلہ کنندہ حاکم غیرمسلم ہو تو اس کا فیصلہ بالکل غیر معتبر ہے اُس کے حکم سے فسخ وغیرہ ہرگز نہیں ہوسکتا۔ لان الکافر لیس باھل للقضاء علی المسلم کما ھو مصرح فی جمیع کتب الفقہ حتی کہ اگر رُوداد مقدمہ غیرمسلم مرتب کرے اور مسلمان حاکم فیصلہ کرے یا بالعکس تب بھی فیصلہ نافذ نہ ہوگا اسی طرح اگر عنین وغیرہ کو مہلت تو مسلمان حاکم نے دی لیکن تفریق سے قبل دوسرا غیرمسلم حاکم آگیا اور اُس نے تفریق کردی یا بالعکس تو وہ تفریق صحیح نہ ہوگی کیونکہ جس طرح فیصلہ کے لئے اہلیت قضا شرط ہے اور نااہل کا فیصلہ غیر معتبر ہے اسیطرح نااہل کے سامنے شہادت بھی ناکافی ہے اور ضروری ہے کہ جو قاضی فیصلہ کرے یا تو اسی کے سامنے شہادت ہو یا کوئی دوسرا قاضی جس کے سامنے شہادت گذری ہے وہ باضابطہ (یعنی کتاب القاضی کے جو شرائط ہیں اُن کے مواقف) قلمبند کرکے فیصلہ کنندہ قاضی کے پاس حسب شرائط پہنچا دے ان دو صورتوں کے علاوہ قاضی کو فیصلہ کرنے کا اختیار نہیں ہے جیسا کہ جزئیات مرقومۃ الذیل سے واضح ہوتا ہے۔

فی البحر الرائق ص ج ۷) ولو جاء المدعی من القاضی برسول ثقۃ مامون عدل الی قاض آخر لا یقبل لانہ لا یزید علی ان یأتی القاضی بنفسہ ویخبر وھو غیر ولاینہ کواحد من الرعایۃ بخلاف کتابہ لانہ کالخطاب من مجلس قضائہ اھ وفیہ ایضاً عن السراج الوھاج ولو شھد شھود بحق ثم مات القاضی المشہود عندہ وولی قاض آخر لم ینفذ تلک الشہادۃ حتی تعاد اھ (ص ج ۷)۔ اور نائب قاضی اگر روداد مرتب کرے تو اُس میں تفصیل ہے۔ کما فیہ ایضاً ص ج ۷) مانصہ للصدر الشہید النائب یقضی بما شہد عند الاصل وکذا الاصل یقضی بما شہد وا عند النائب اھ الی ان قال بعد نقل جزئیات تخالف بعضہا بعضاً ؛ فالحاصل ان القاضی اذا ولی الخلیفۃ القضاء عمل بقولہ وان ولاہ سماع الدعوی والشہادۃ فقط لا یعمل بقولہ فلا تناقض کما لا یخفی الخ۔

اور اگر فیصلہ کسی جماعت کے سپرد کیا جاوے جیسا کہ بعض مرتبہ ججوں کی جوری کے سپرد ہوجاتا ہے یا پنچ میں پیش ہوتا ہے یا چند اشخاص کی کمیٹی کے سپرد کردیا جاتا ہے تو اس صورت میں اُن سب ارکان کا مسلمان ہونا شرط ہے کوئی غیرمسلم جج اور مجسٹریٹ اور ممبر بھی اُن کا رکن ہو تو شرعاً اُس جماعت کا فیصلہ کسی طرح معتبر نہیں ایسے فیصلہ سے تفریق وغیرہ ہرگز صحیح نہ ہوگی۔

اور جس جگہ مسلمان حاکم موجود نہ ہو یا مسلمان حاکم کی عدالت میں مقدمہ لیجانے کا قانوناً اختیار نہ ہو یا مسلمان حاکم قواعد شرعیہ کے مطابق فیصلہ نہ کرتا ہو تو اس صورت میں فقہ حنفی کے مطابق تو عورت کی علیحدگی کیلئے بغیر خاوند کی طلاق وغیرہ کے کوئی صورت نہیں[۱] اور حتی الوسع لازم ہے کہ خلع وغیرہ کی کوشش کرے۔

لیکن

اگر خاوند کسی طرح نہ مانے یا بوجہ مجنون یا لاپتہ ہونے کے اُس سے خلع وغیرہ ممکن نہ ہو اور عورت کو صبر کی ہمت نہ ہو تو مجبوراً مذہب مالکیہ کے مطابق دیندار مسلمانوں کی پنچایت میں معاملہ پیش کرنے کی گنجائش ہے کیونکہ مالکیہ کے مذہب میں قاضی وغیرہ نہ ہونے کی حالت میں یہ صورت بھی جائز ہے کہ محلہ کے دیندار مسلمانوں کی ایک جماعت جن کا عدد کم از کم تین ہو پنچایت کرے اور واقعہ کی تحقیق کر کے شریعت کے موافق حکم کر دے تو یہ بھی قضائے قاضی کے قائم مقام ہو جاتا ہے۔ صرح بذلک العلامۃ الصالح التونسی مفتی المالکیۃ فی المسجد النبوی بالمدینۃ المنورۃ فی فتواہ الملحقۃ بھذہ الرسالۃ فی الروایۃ السابعۃ عشر۔

اور ضرورت شدیدہ اور ابتلائے عام کے وقت حنفیہ کے نزدیک دوسرے ائمہ کے مذہب کو اختیار کر کے اُس پر فتویٰ دیدینا بھی جائز ہے لیکن عوام کو خود اپنی رائے سے جس مسئلہ میں چاہیں ایسا کر لینے کی اجازت نہیں بلکہ بڑی احتیاط کی ضرورت ہے۔ وذلک لما صرح بہ العلامۃ الشامی فی رسالتہ شرح المنظومۃ فی رسم المفتی وقد مر نصہ فی تمہید ھذہ الرسالۃ۔

اور اس زمانہ میں احتیاط اس طرح ہو سکتی ہے کہ جب تک محقق و متدین علمائے کرام میں سے متعدد حضرات کسی مسئلہ میں ضرورت کا تحقق تسلیم کر کے دوسرے امام کے مذہب پر فتوے نہ دیں اُس وقت تک ہرگز اپنے امام کے مذہب کو نہ چھوڑے کیونکہ مذہب غیر کو لینے کے لئے یہ شرط ہے کہ اتباع ہویٰ کی بنا پر نہ ہو بلکہ ضرورت داعیہ کی وجہ سے ہو اور ضرورت وہی معتبر ہے جس کو علمائے

---

[۱] مگر یہ صورت طلاق وغیرہ کی جب ہو سکتی ہے جب کہ خاوند عاقل بالغ ہو اور مفقود نہ ہو کیونکہ مجنون و نابالغ سے طلاق وغیرہ صحیح نہیں اور مفقود سے ان کی تحصیل متصور ہی نہیں ۱۲ منہ

[۲] اما التحکیم ففی بعض مسائل الباب لا یصح اصلاً وفی البعض یصح ولکن لا یفتی بہ لما قال صاحب الھدایۃ وغیرہ من انہ لا یفتی بہ فی النکاح والطلاق وغیرھما لکیلا یتجاسر العوام فلذا ترکناہ ۱۲ منہ

[۳] پنچایت کے متعلق فائدہ مہمہ جو عنقریب آتا ہے اُس کے بعد سہ تنبیہات کا ملاحظہ ضروری ہے ۱۲ منہ

اہل بصیرت ضرورت سمجھیں نیز یہ بھی ضروری ہے کہ فتویٰ دینے والا ایسا شخص ہو جس نے کسی ماہر اُستاد سے فن کو حاصل کیا ہو اور اہل بصیرت اُس کو فقہ میں مہارت تامہ حاصل ہونے پر شہادت دیتے ہوں۔ لما قال الشامی فی عقود رسم المفتی فان المتقدمین شرطوا فی المفتی الاجتہاد وھذا مفقود فی زماننا فلا اقل من ان یشترط فیہ معرفۃ المسائل بشروطہا وقیودھا التی کثیرا ما یسقطونہا ولا یصرحون بہا اعتماداً علی فہم المتفقہ وکذا لابد من معرفۃ عرف زمانہ واحوال اھلہ والتخریج فی ذلک علی استاذ ماھر الخ (صفحہ ۳۷)۔

یعنی متقدمین نے مفتی ہونے کے لئے اجتہاد کی شرط لگائی ہے اور یہ اس زمانہ میں مفقود ہے پس کم ازکم اس میں یہ شرط تو ضرور ہے گی کہ مسائل سے اُن کی شروط وقیود سمیت واقف ہو جن کو فقہا اکثر چھوڑ دیتے ہیں اور اہل فن کے فہم پر بھروسہ کی وجہ سے بالتصریح بیان نہیں کرتے اور اسی طرح مفتی کے واسطے یہ بھی ضروری ہے کہ اپنے زمانہ کے عرف اور اہل زمانہ کے احوال سے بخوبی واقف ہو اور کسی ماہر استاد سے فتویٰ دینے کا طریقہ بھی حاصل کیا ہو (الیٰ آخرہ) اور اس زمانہ پُر فتن میں یہ دونوں باتیں جمع ہونا یعنی کسی ایک شخص میں تدین کامل و مہارت تامہ کا اجتماع نایاب ہے۔ اس لئے اس زمانہ میں اطمینان کی صورت یہی ہو سکتی ہے کہ کم ازکم دو چار محقق علمائے دین کسی امر میں ضرورت کو تسلیم کر کے مذہب غیر پر فتویٰ دیں بدون اس کے اس زمانہ میں اگر اقوال ضعیفہ اور مذہب غیر کو لینے کی اجازت دیجاوے تو اُس کا لازمی نتیجہ ہدم مذہب ہے۔ کما لایخفی واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

فائدہ مہمہ

علامہ شامی رح نے اپنے رسالہ شفاء العلیل میں استیجار علی التلاوۃ کی ممانعت پر دلائل قائم

ع۵ اسی لئے جب ہم نے اس رسالہ میں چند مسائل مذہب مالکیہ سے لینے کی ضرورت سمجھی تو صرف اپنی رائے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ مسودہ تیار کر کے حضرات علماء دیوبند وسہارنپور کی خدمت میں بغرض استصواب بھیجا گیا اُن حضرات نے جس اہتمام کے ساتھ جمع ہو کر اس پر نظر غائر فرمائی ہے ایسا اتفاق شاید ہی کسی مسئلہ میں پیش آیا ہو یہاں تک اس اہم کام کی وجہ سے ان حضرات نے چند بار اپنے اور مدرسہ کے مشاغل ضروریہ کا حرج کثیر بھی گوارا فرمایا آخر کار کئی مرتبہ باہمی مراجعت کے بعد جب سب حضرات نے بالاتفاق تصدیق فرمائی تب اس کو شائع کیا گیا ۱۲ منہ۔

ع۵ ایک امر یہ بھی قابل لحاظ ہے کہ اگر کسی جگہ مالکی قاضی بھی ہو یا جہاں بالکل قاضی نہیں اگر وہاں مالکی لوگوں کی پنچایت ہو تو حنفی قاضی اور حنفی پنچایت کی طرف رجوع نہ کیا جاوے اور اگر کوئی رجوع کرے تو اُن کو مالکی مذہب پر فیصلہ کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ مالکی قاضی یا مالکی پنچایت میں معاملہ بھیجدیا جاوے ۱۲ منہ ÷

کرتے ہوئے یہ تحریر فرمایا ہے۔

قلت فثبت بما قلناه عدم جواز الاستیجار علی الحج کغیرہ من الطاعات سوی ما مر وممن صرح بذلک صاحب الھدایۃ والکنز والمجمع والمختار والوقایۃ وغیرھم نصوا علی ذلک فی کتاب الاجارۃ ثم استثنوا تعلیم القرآن من الطاعات و بعضھم استثنی ایضا تعلیم الفقہ والامامۃ والاذان والاقامۃ کما علمت ذلک مما نقلناہ عن المتون وغیرھا وھذا من اقوی الادلۃ علی ما قلنا من ان ما افتوا بہ لیس عاما فی کل طاعۃ بل ھو خاص بما نصوا علیہ مما وجد فیہ علۃ الضرورۃ والاحتیاج فان الاستثناء من ادوات العموم کما تقرر فی الاصول وحیث نصوا علی ان مذھب ائمتنا الثلثۃ المنع مطلقا مع وضوح الادلۃ علیہ واستثنی بعض المشائخ اشیاء وعللوا ذلک بالضرورۃ المسوغۃ لمخالفۃ اصل المذھب کیف یسوغ للمقلد طرد ذلک والخروج عن المذھب بالکلیۃ من غیر حاجۃ ضروریۃ۔ علی انہ لو ادعی احد الحاق ما فیہ ضرورۃ غیر ما نصوا علیہ بہ فلنا ان نمنعہ وان وجدت فیہ العلۃ الا ان یکون من اھل القیاس فقد نص ابن نجیم فی بعض رسائلہ علی ان القیاس بعد الاربعمائۃ منقطع فلیس لاحد ان یقیس مسئلۃ علی مسئلۃ فما بالک بالخروج عن المذھب فعلی المقلد اتباع المنقول ولھذا لم نر احدا قال بجواز الاستیجار علی الحج بناء علی ما افتی بہ المتأخرون (صفحہ ۱۶۳ ج ۱) اس میں من غیر حاجۃ ضروریۃ تک سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ بوقت ضرورت دوسرے مذہب پر عمل جائز ہے اور اس ضرورت میں یہ قید نہیں کہ اس کا تحقق کب ہوا ہے بلکہ علی الاطلاق ضرورت کا لفظ استعمال کیا ہے جو عام ہے ہر ضرورت کو خواہ وہ کسی زمانہ میں پیدا ہوئی ہو جیسا کہ علامہ نے عقود رسم المفتی میں بھی ضرورت کو عام رکھا ہے بلکہ اس میں صفحہ ۴۵ پر فھذہ کلھا قد تغیرت احکامھا بالتغیر الزمان اما للضرورۃ واما للعرف واما لقرائن الاحوال الخ کے بعد جو تحریر فرمایا ہے (فان قلت) العرف یتغیر مرۃ بعد مرۃ فلو حدث عرف آخر لم یقع فی الزمان السابق فھل یسوغ للمفتی مخالفۃ المنصوص واتباع العرف الحادث (قلت) نعم فان المتأخرین لم یخالفوا الا لحدوث عرف بعد زمن الامام فللمفتی اتباع عرفہ الحادث فی الالفاظ العرفیۃ وکذا فی الاحکام التی بناھا المجتہد علی ما کان فی عرف زمانہ وتغیر عرفہ الی عرف آخر اقتداء بھم لکن بعد ان یکون المفتی ممن لہ رأی

صحیح ومعرفۃ بقواعد الشرع حتی یمیز بین العرف الذی یجوز بناء الاحکام علیہ وبین غیرہ فان المتقدمین شرطوا فی المفتی الاجتہاد وھذا مفقود فی زماننا فلا اقل من ان یشترط فیہ معرفۃ المسائل (الی اخر ما مر)۔

اس میں تصریح ہے کہ اس زمانہ میں بھی تغیر زمان ضرورت شدیدہ کی وجہ سے ہوجاوے تو اہل فتوی کو مذہب غیر پر فتوی دینا جائز ہے۔

مگر علی انہ لو ادعی احد الخ سے بعض حضرات نے استدلال کیا ہے کہ افتاء بمذہب الغیر مخصوص تھا زمانہ اجتہاد کے ساتھ جو چوتھی صدی پر ختم ہوچکا پس چوتھی صدی کے بعد خواہ کیسی ہی ضرورت شدیدہ اور حالت اضطرار پیش آجاوے مگر جس مسئلہ میں زمانہ اجتہاد کے مشائخ نے مذہب غیر کو اختیار نہیں فرمایا اس مسئلہ میں بعد کے علماء کو مذہب غیر پر فتوی دینا جائز نہیں مقصود ان حضرات مستدلین کا یہ ہے کہ اس رسالہ میں جو مذہب مالکیہ کے مسائل لکھے گئے ہیں ان میں اکثر مسائل ایسے ہیں جن کو زمانہ مذکورہ میں کسی حنفی مجتہد نے نہیں لیا اس واسطے ہم کو ان پر فتوی دینے کا اختیار نہیں ہو سو اسکا جواب اولاً تو یہ ہے کہ جب خود علامہ موصوف ہر زمانہ میں اس کے جواز کی تصریح فرما چکے (جیسا کہ عبارت مذکورہ بالا از عقود رسم المفتی سے واضح ہے) اور قاعدہ ہے الحکم المذکور فی بابہ اولی من المذکور فی غیر بابہ تو پھر اگر اس عبارت مبحوث فیہا سے عدم جواز بھی ثابت ہوجائے تب بھی قابل تسلیم نہیں۔

ثانیاً یہ کہ اس عبارت کا صحیح مطلب یہ ہے کہ ضرورت کی وجہ سے مذہب غیر کو لے کر اسی چیز کے جواز پر فتوے ہو سکتا ہے جس کا جواز مذہب غیر میں منصوص ہو غیر مجتہد کو یہ جائز نہیں کہ منصوص فی مذہب الغیر پر قیاس کرکے کسی ایسی چیز کا جواز ثابت کرے جو دوسرے مذہب میں منصوص نہ ہو اور پھر ضرورت کی وجہ سے اس اپنے مستخرجہ جواز پر فتوے دے جیسا کہ بعض لوگوں نے علامہ شامی کے زمانہ میں ضرورت کا دعوی کرکے تلاوت قرآن علی القبر وغیرہ کی اجرت کو جائز کہا تھا قیاساً علی جواز تعلیم المنصوص فی مذہب الامام مالک والشافعی اور اس مقام پر علامہ کا اصل مقصود اسی قیاس فاسد کو رد کرنا ہے۔

حاصل رد یہ ہے کہ اولاً استیجار علی التلاوۃ کی ضرورت غیر مسلم جو خروج عن المذہب کو جائز کرنے والی ہے اور اگر بالفرض ہم اس کی ضرورت کو تسلیم بھی کرلیں تب بھی جائز نہیں ہو سکتی

ع ۵ جیسا کہ خود اپنے مذہب کے مسائل پر قیاس کرنے کا حق نہیں ہے ۱۲ منہ

کیونکہ کسی مذہب میں بھی اس کا جواز منصوص نہیں اور تعلیم تو منصوص ہے اس پر اہل زمانہ کے لئے
بوجہ غیر مجتہد ہونے کے تلاوت کو قیاس کرنے کا حق نہیں ہے۔ اگرچہ ایصال نفع بکتاب اللہ الی الغیر
تلاوت میں بھی موجود ہے جو اصل مسئلہ یعنی رقیہ وارده فی الحدیث کی علت ہے اور اسی علت کے
سبب امام مالک وشافعی نے تعلیم قرآن کی اُجرت کو جائز قرار دیا ہے اور اسی واسطے فلمان ثمتہ
کے بعد وان وجدت فیہ العلۃ فرمایا ہے یعنی اگرچہ اصل مسئلہ منصوصہ فی مذہب کی علت بھی پائی جاتی ہے۔ ورنہ
اگر وہ مطلب ہوتا جو ان حضرات نے خیال فرمایا ہے تو اس کی جگہ وان مست الیہ الحاجۃ یا وان
دعت الیہ ضرورۃ وغیرہ فرمانا مناسب تھا کیونکہ علت کی ضرورت قیاس لمسئلۃ علی المسئلۃ میں ہے
بس روح اس جواب ثانی کی یہ ہے کہ وان وجدت فیہ العلۃ میں علت سے مراد علۃ الحکم
فی اصل المسئلۃ المنصوصۃ فی مذہب ہے نہ کہ علۃ الضرورۃ جس کی وجہ سے ان حضرات
کو اشکال پیش آیا فافہم حق الفہم۔

اب رہا یہ سوال کہ اس عبارت میں جب دونوں احتمال ہیں تو اُن میں سے ایک کو متعین کیسے کہا جاوے
اس کا جواب اوّل تو یہ ہے کہ احتمال مستدل کو مضر ہوتا ہے ہم چونکہ اس عبارت سے استدلال
نہیں کرتے اس لئے دوسرا احتمال بھی ہے تو ہم کو ضرر نہیں پہونچ سکتا بلکہ استدلال کرنے والے
وہ حضرات ہیں جو مذہب غیر کا مسئلہ لینے کو محدود کرتے ہیں زمانہ خاص کے ساتھ بس ہم کو ایک
احتمال نکال دینا کافی ہے جس کی عبارت متحمل ہو اور یہ ثابت کرنا کہ اس کا صرف یہی ایک محمل ہے یہ
کام حضرات مستدلین کا ہے۔

اور دوسرا جواب یہ ہے کہ جو توجیہ ہم نے کی ہے وہی متعین ہے اس لئے کہ اس کے بدون
علامہ کا کلام صحیح نہیں ہو سکتا کیونکہ خود علامہ موصوف نے اپنے اس رسالہ شفاء العلیل و نیز
رد المحتار میں تعلیم فقہ وامامت واذان واقامت ووعظ کی ملازمت کا جواز تسلیم کیا ہے حالانکہ
زمانہ اجتہاد میں ان چیزوں پر تنخواہ کے جواز کا اختلاف میں کوئی قائل نہیں تھا جیسا کہ خود شفاء العلیل
ہی سے معلوم ہوتا ہے کہ متقدمین یعنی تین صدی تک تو علمائے کرام بالاتفاق سب طاعات کی اُجرت
کو مطلقاً منع فرماتے تھے اور بعض متاخرین یعنی تیسری صدی کے بعد والے مشائخ نے تعلیم

له کما قال العلامۃ ایضاً فی رسائلہ (صفحہ ۱۷۴ و صفحہ ۱۷۵) واما الاستیجار
علی التلاوۃ فلا یجوز فی مذہب من المذاہب الاسلامیۃ ولا دین من الادیان
السماویۃ ولم ینقل عن احد من الائمۃ ۱۲ منہ +

قرآن کو مستثنیٰ فرمایا ہے اُن متاخرین میں فقیہ ابواللیث سمرقندی بھی ہیں (جن کا انتقال ۳۷۳ھ میں یا اس کے بھی بعد ہوا ہے) اور امام فضلی نے بھی تعلیم قرآن پر اجارہ کو جائز اور اذان اور امامت وغیرہ بقیہ طاعات پر ناجائز فرمایا ہے (امام فضلی کا سن وفات ۳۸۱ھ ہے)

الغرض یہ استثنا زمانۂ اجتہاد میں صرف تعلیم قرآن پر مقتصر رہا (متوفی ۵۰۰ھ) نے تصریح فرمائی ہے واجمعوا علی ان الاجارة ... اور تعلیم قرآن کے علاوہ دوسری طاعات مثل تعلیم فقہ واذان وامامت وغیرہ پر پانچویں صدی کے بعد والے فقہاء میں سے بعض نے وقتاً فوقتاً جواز کا فتویٰ دیا ہے چنانچہ مائۃ سادسہ میں صاحب مجمع البحرین نے تو امامت وتعلیم فقہ کو تعلیم قرآن کے ساتھ ملحق کر دیا مگر صاحب ہدایہ (متوفی ۵۹۳ھ) وقاضیخان (متوفی ۵۹۲ھ) جیسے جلیل القدر اصحاب تخریج وترجیح نے اُس وقت بھی محض تعلیم قرآن ہی کی تنخواہ کو جائز قرار دیا اس کے علاوہ بقیہ طاعات پر اجارہ کو بدستور ناجائز رکھا اور کنز جو متون متداولہ میں ایک ممتاز شان رکھتا ہے اس میں باوجود ساتویں صدی ختم ہو جانے کے بھی جواز اجارہ کو محض تعلیم قرآن پر مقتصر رکھا (صاحب کنز کی وفات ۷۱۰ھ میں ہوئی ہے) مگر اس کے بعد اکثر اصحاب متون وشروح اور ارباب فتاویٰ نے تعلیم قرآن کے ساتھ تعلیم فقہ وامامت واذان کو بھی ملحق کیا ہے جیسا کہ مختصر وقایہ[۵] میں تعلیم قرآن کے ساتھ تعلیم فقہ ملحق ہے (صاحب مختصر وقایہ کی وفات ۷۴۷ھ میں ہوئی) اور صاحب ملتقی الابحر (متوفی ۹۵۶ھ) وصاحب درر والبحار (متوفی ۸۸۵ھ) نے امامت کا اضافہ کر دیا ہے اور صاحب الاصلاح والایضاح (متوفی ۹۴۰ھ) نے فقہ کی اجرت کو جائز قرار دیا اور صاحب تنویر الابصار (متوفی ۱۰۰۴ھ) نے تعلیم قرآن وفقہ اور امامت کے ساتھ اذان کو بھی شامل کر دیا اور بعض فقہاء[۵] نے اقامت ووعظ کا بھی اضافہ کر دیا۔

جب یہ سب تفصیل علامہ موصوف خود تحریر فرما رہے ہیں اور یا ایں ہمہ اُن چیزوں کے جواز کا فتویٰ دے رہے ہیں جو چوتھی صدی سے بہت پیچھے دوسرے مذہب سے لی گئی ہیں اور خود ان فقہائے کرام کا باوجود مجتہد نہ ہونے اور زمانۂ اجتہاد ختم ہو جانے کے دوسری اشیاء کو ملحق کرنا اس کی بین دلیل ہے کہ علامہ شامی کے کلام کا یہ مطلب لینا صحیح نہیں ہو سکتا کہ چوتھی صدی کے بعد کسی دوسرے امام کا قول لینے کا اختیار نہیں بلکہ افتاء بمذہب الغیر ہر زمانہ میں جائز ہے بشرطیکہ سخت ضرورت

---

[۵] خود وقایہ میں تعلیم فقہ کا لفظ بھی موجود ہے پس نہ معلوم علامہ نے وقایہ کی طرف کیوں منسوب نہیں فرمایا ۱۲ منہ

[۵] ھکذا ذکرھم العلامۃ بلاتسمیۃ فی رد المحتار ایضاً ۱۲ منہ +

ہو کہ مذہب غیر لئے بدون کوئی تکلیف ناقابل برداشت پیش آجاوے۔ کما بیناہ من قبل ایضاً
ھٰذا ما سنح بالبال واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

تنبیہات ضروریہ

(متعلق جماعت مسلمین)

تنبیہ اول فتاویٰ مالکیہ میں جماعۃ المسلمین العدول کے الفاظ ہیں اور عدل سے مراد وہ شخص ہے جو فاسق نہ ہو یعنی تمام کبیرہ گناہوں سے مجتنب ہو اور صغائر پر بھی مصر نہ ہو اور اگر کبھی کوئی گناہ سرزد ہو جاتا ہو تو فوراً توبہ کر لیتا ہو لہذا وہ شخص جو سود یا رشوت وغیرہ لیتا ہے یا داڑھی منڈواتا ہو یا جھوٹ بولتا ہو یا نماز روزہ کا پابند نہیں ہے وہ اس جماعت کا رکن نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ مسئلہ مالکیہ سے لیا گیا ہے اس واسطے اس کی سب شرطیں مذہب مالکیہ سے لینا لازم ہے اور اُن کے نزدیک قاضی وغیرہ کے لئے عادل ہونا شرط ہے اس لئے غیر عادل کا حکم نافذ نہ ہوگا اور حنفیہ کے نزدیک گو قاضی کا عادل ہونا شرط کے درجہ میں نہیں لیکن غیر عادل سے فیصلہ کرانا حرام ہے اس لئے ان کے نزدیک بھی غیر عادل کو اس پنچایت کا رکن بنانا جائز نہیں۔ غرض پنچایت کا دیندار ہونا ضروری ہے اور اگر بدقسمتی سے کسی جگہ کے بااثر لوگ دیندار نہ ہوں تو یہ تدبیر کر لی جاوے کہ وہ بااثر اشخاص چند دینداروں کو اختیار دیدیں تاکہ شرعاً فیصلہ کی نسبت دیندار جماعت کی طرف ہو اور بااثر اشخاص کی شرکت گو ضروری نہیں مگر اُن کے اثر سے کام میں سہولت ہوتی ہے اس طرح کام بھی بن جاوے گا اور اُن بااثر اشخاص کو ثواب بھی ملے گا۔

تنبیہ دوم اگر فیصلہ پنچایت کے سپرد کیا جاوے تو چونکہ عوام کی پنچایت کا کچھ اعتبار نہیں نہ معلوم کہاں کہاں قواعد شرعیہ کے خلاف کر بیٹھیں اس لئے اولاً تو یہ چاہیئے کہ پنچایت کے ارکان سب اہل علم ہوں اور اگر یہ میسر نہ ہو تو کم از کم ایک عالم معاملہ شناس کو پنچایت میں اس طرح شریک کر لیں کہ اول سے آخر تک جو کچھ بھی کریں اُن سے پوچھ کر کریں اور اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو پھر بجز اُس کے پنچایت کا فیصلہ نافذ و معتبر ہونے کی کوئی صورت نہیں کہ معاملہ کی مکمل

ف ایک مطبوعہ رسالہ میں دیکھا کہ مذہب غیر پر عمل جب جائز ہے جب اندیشہ ہلاکت ہو مگر کسی کتاب کا حوالہ نہیں دیا اور نہ دے سکتے ہیں ضرورت کی صحیح تفسیر وہی ہے جو ہم نے کی ہے یعنی تکلیف ناقابل برداشت چنانچہ خود اُس رسالہ میں بھی ایک جگہ تکلیف ناقابل برداشت کا لفظ استعمال کیا ہے ۱۲ منہ

حاشیہ: جماعت کے ارکان اور اُن کے شرائط و مختصر ہدایات
جماعت کے ارکان کا عادل ہونا
دوسری تنبیہ ارکان جماعت میں علماء کا ہونا ضروری ہے

روئداد دکھلا کر بہر حنبلی کے حکم کو معاملہ فہم علمائے محققین سے دریافت کرکے اُن کے فتویٰ کے موافق فیصلہ کیا جاوے اگر ایسا نہ کیا گیا بلکہ عوام نے محض اپنی رائے سے حکم کر دیا تو وہ حکم نافذ نہ ہوگا اگرچہ اتفاقاً حکم صحیح بھی ہو گیا ہو جیسا کہ فقہائے مالکیہ نے اس کی تصریح فرمائی ہے۔

کما فی مختصر الخلیل حیث قال ونبذ حکم جائر وجاهل لم یشاور والا تعقب ومضی غیر الجور وقال شارحه العلامة الدردیر تحت قوله لم یشاور (ای) العلماء ولو وافق الحق (الی ان قال) وان تعقب مع المشاورة لانه وان عرف الحکم فقد لا یعرف ایقاعه لانه یحتاج لزیادة نظر فی البینة وغیرها من احوال المتداعیین اذ القضاء صناعة دقیقة لا یهتدی الیه کل الناس (صفحه ۲۴۹ جلد ۲)

قلنا ونظیره علی قول بعض من صلی بغیر التحری فان صلوته لا تصح وان اصاب القبلة لانه ترک فرض التحری فکذا اذا ترک الجاهل فرض المشاورة مع العلماء لا یصح حکمه وان وافق الحق واما التعقب علی حکمه بعد المشاورة مع العلماء فهو فریضة القاضی ویکفینا صحة الحکم. وقال فی باب القضاء واما الجاهل والکافر فلا یجوز تحکیمهما (ثم قال) فان حکما خصما اوکافرا اوجاهلا لم ینفذ حکمه (شرح الدردیر صفحه ۲۸۶ جلد ۲) قلنا لعل عدم النفاذ مخصوص بما اذا لم یشاور الجاهل العلماء کما علم مما مر. واللہ اعلم۔

تنبیہ سوم یہ شرعی پنچایت جس کا ذکر اوپر کیا گیا ہے اگر کسی معاملہ میں متفق ہو کر تفریق کر دے تو اُس کا حکم قاضی کے حکم کے قائم مقام ہوگا اور تفریق وغیرہ صحیح ہو جاوے گی اور اگر پھر خدانخواستہ کسی واقعہ کے متعلق پنچایت کے ارکان میں اختلاف رہا تو تفریق وغیرہ نہ ہو سکے گی اور اگر بعض نے فیصلہ کر دیا تو کالعدم متصور ہوگا۔

(ونظیره ما فی کتبنا من ان الحکمین اذا اختلفا لا ینفذ حکم احدهما قال صاحب الهدایة لو حکما رجلین لابد من اجتماعهما لانه امر یحتاج فیه الی الرأی وفی شرحها النهایة حتی لو حکم احدهما دون الآخر لا یجوز لانهما رضیا برأیهما ورأی الواحد لا یکون کرأی الاثنین۔

(هدایه صفحه ۱۲۹ ج ۲) انتهیٰ)

قلنا فكما ان تفويض الخصمين للحكمين يقتضي اجتماع رأيهما على حكم واحد
فكذا تفويض الشرع الحكم الى الجماعة يقتضي اجتماع آرائهم على حكم واحد۔

ومثله صرح الامام مالك رح في المدونة باب ما جاء في الحكمين في ابواب الانكحة والطلاق (صفحه ۲۵۷ جلد ۲) حيث قال (قلت) فلو انهما اختلفا فطلق احدهما ولم يطلق الآخر قال اذاً لا يكون هناك فـــــــــــــراق لان الى كل واحد منهما ما الى صاحبه باجتماعهما عليه انتهى واصرح منه ما قال الباجي المالكي في المنتقى۔

مسئله ولو حكم المتخاصمان رجلين فحكم احدهما ولم يحكم الآخر فان ذلك لا يجوز له قاله سحنون في كتاب ابنه۔

ولو حكم جماعة فاتفقوا على حكم انفذ وه وقضوا به جاز قاله ابن كنانة في المجموعة ووجه ذلك انهما اذا رضيا بحكم رجلين او رجال فلا يلزمهما حكم بعضهم دون بعض الخ (منتقى صفحه ۲۲۷ جلد ۵)۔

عبارات مرقومہ سے مستفاد ہوا کہ "جماعت المسلمین" کا صرف وہ فیصلہ معتبر ہوگا جو باتفاق ہو کثرت رائے کا اعتبار نہ ہوگا کیونکہ اس کے معتبر ہونے کی کوئی دلیل نہیں اور بدون دلیل کے کوئی حکم ثابت نہیں ہو سکتا۔

البتہ عورت کو نظر ثانی کی درخواست کا حق ہوگا پھر نظر ثانی میں اس پنچایت کے ارکان کو اگر کوئی وجہ قوی عورت کے مطالبہ کی مؤید ظاہر ہو اور ارکان پنچایت اب تفریق پر متفق ہو کر تفریق کر دیں تو یہ تفریق نافذ ہو جاوے گی اور اگر مقدمہ کی روداد بالکل وہی ہے کوئی نئی بات پیدا نہیں ہوئی تو تفریق نہ کی جاوے۔

وذلك في المدونة اوائل كتاب الاقضية (صفحه ۶۹ جلد ۲)

فان اتيا بعد ذلك يريد ان نقض ذلك لم يقبل ذلك

منهما الا ان يأتيا بامر يرى لذلك وجها الى قوله

وما اشبه هذا مما قال مالك

يعرف به وجهه

حجته اهـ

والله اعلم

سوالات

(۱) عنین اصطلاح فقہ میں کس کو کہتے ہیں۔
(۲) زوجۂ عنین کو فسخ نکاح کا اختیار دیا جائے گا یا نہیں۔
(۳) اگر اختیار دیا جائے تو اس کی کیا صورت ہوگی اور اس کے لئے کیا شرائط ہیں۔
(۴) تفریق کے بعد عنین پر پورا مہر واجب ہوگا یا نصف۔ ونیز عورت پر عدت لازم ہوگی یا نہیں۔

الجواب

(۱) فی الباب الثانی عشر من طلاق العالمگیریۃ۔ العنین ھو الذی لا یصل الی النساء مع قیام الآلۃ فان کان یصل الی الثیب دون الابکار او الی بعض النساء دون البعض وذلک لمرض بہ او لضعف فی خلقۃ او لکبر سنہ او سحر فھو عنین فی حق من لا یصل الیھا کذا فی النہایۃ (عالمگیری صفحہ ۵۵۱ جلد ۲)

وفی رد المحتار ای مع وجود الآلۃ سواء کانت تقوم او لا۔ (شامی صفحہ ۷۶۹ جلد ۲)

عبارات مذکورہ سے ثابت ہوا کہ فقہاء کی اصطلاح میں عنین اس شخص کو کہتے ہیں جو باوجود[عہ] عضو مخصوص ہونے کے عورت سے جماع[عہ] کرنے پر قادر نہ ہو خواہ یہ حالت کسی مرض کی وجہ سے پیدا ہوئی ہو یا ضعف کی وجہ سے یا بڑھاپے کی وجہ سے یا اس وجہ سے کہ کسی نے اس پر جادو کر دیا ہو۔ اور اگر کوئی ایسا شخص ہو کہ بعض عورتوں سے تو جماع کرنے پر قادر ہے اور بعض پر نہیں تو جس سے ہم بستری پر قدرت نہیں اس کے حق میں یہ شخص عنین سمجھا جائے گا۔

(۲) زوجۂ عنین کو ان شرائط کے ساتھ اپنے خاوند سے تفریق یعنی علیحدگی اختیار کرنے کا شرعاً

عہ اور جس شخص کا عضو مخصوص قطع ہو گیا یا اصل سے ہی بالکل موجود نہ تھا اس کا حکم آگے آتا ہے ۱۲ منہ

عہ فی رد المحتار عن المعراج اذا اولج الحشفۃ فقط فلیس بعنین وان کان مقطوعھا فلا بد من ایلاج بقیۃ الذکر قال فی البحر ینبغی الاکتفاء بقدرھا من مقطوعھا صفحہ ۷۶۹ جلد ۲ ۱۲ منہ

حق حاصل ہے جو جواب نمبر ۳ مندرجہ ذیل میں ابھی آتے ہیں بغور ملاحظہ فرماویں۔

(۳) **الف** قال فی العالمگیریۃ باب العنین اذا رفعت المرأۃ زوجہا الی القاضی وادعت انہ عنین وطلبت الفرقۃ فان القاضی یسألہ هل وصل الیہا او لم یصل فان اقر انہ لم یصل اجّلہ سنۃ سواء کانت المرأۃ بکرا او ثیبا وان انکر وادعی الوصول الیہا فان کانت المرأۃ ثیبا فالقول قولہ مع یمینہ انہ وصل الیہا کذا فی البدائع فان حلف بطل حقہا وان نکل یؤجل سنۃ کذا فی الکافی وان قالت انا بکر نظر الیہا النساء وامرأۃ تجزئ والاثنان احوط واوثق فان قلن انہا ثیب فالقول قول الزوج مع یمینہ کذا فی السراج الوہاج (الی قولہ) وان قلن انہا بکر فالقول قولہا من غیر یمین اھ وفی الدر المختار فان قلت امرأۃ ثقۃ والثنتان احوط ہی بکر خیرت اھ۔

(**ب**) وفی التاجیل تعتبر السنۃ القمریۃ فی ظاہر الروایۃ کذا فی التبیین وہو الصحیح کذا فی الہدایۃ وروی الحسن عن ابی حنیفۃ رح انہ تعتبر سنۃ شمسیۃ وہی تزید علی القمریۃ بایام وذہب شمس الائمۃ السرخسی فی شرح الکافی[1] الی روایۃ الحسن اخذا بالاحتیاط وکذلک صاحب التحفۃ وہذا ہو المختار عندی کذا فی غایۃ البیان وہو اختیار شمس الائمۃ فی المبسوط واختیار قاضیخان والامام ظہیر الدین وعلیہ الفتوی کذا فی الخلاصۃ (عالمگیری صفحہ ۱۵۶ جلد ۲) وفی الدر ولو اجّل فی اثناء الشہر فبالایام اجماعا اھ۔

(**ج**) ابتداء التاجیل من وقت[2] المخاصمۃ کذا فی المحیط (عالمگیری صفحہ ۱۵۵ جلد ۲) وفی مبسوط السرخسی (صفحہ ۱۰۲ جلد ۵) فی عبارۃ طویلۃ ولا یحتسب بالمدۃ قبل التاجیل انتہی۔

(**د**) ان جاءت المرأۃ الی القاضی بعد مضی الاجل وادعت انہ لم یصل الیہا وادعی الزوج الوصول فان کانت ثیبا فی الاصل کان القول قولہ مع الیمین (الی قولہ) وان قالت المرأۃ انا بکر نظرت الیہا النساء (الی قولہ) وان قلن ہی بکر او اقر الزوج

---

[1] مبسوط ۱۲ منہ

[2] المراد بہ وقت التاجیل لانہ لا یؤخر من المخاصمۃ بدون عذر وبہ حصل التوفیق بین ہاتین الروایتین ۱۲ منہ +

انه عرضها الى اختيار القاضي في الفرقة كذا في شرح الجامع الصغير ... (عالمگیری صفحہ ۵۱۵ جلد ۱)
وفي رد المحتار تحت قوله خيرت فقال قال لها وظاهر كلامه انها لا تستحلف اذا ثبتت صرح به في
البدائع عن شرح الطحاوي الخ (شامی صفحہ ۸۲۴ جلد ۲)
(۷) ان اختارت الفرقة امر القاضي ان يطلقها بائنة فان ابى فرق بينهما هكذا ذكر
محمد في الاصل كذا في التبيين والفرقة تطليقة بائنة كذا في الكافي (عالمگیری صفحہ ۵۲۴
جلد ۱) لانها فرقة قبل الدخول حقيقة فكانت بائنة (شامی صفحہ ۸۲۰ جلد ۲)

عبارات مذکورہ بالا سے معلوم ہوا کہ زوجۂ عنین کے لئے تفریق کی صورت یہ ہے کہ عورت اپنا
معاملہ قاضی کی عدالت میں پیش کرے قاضی واقعہ کی تحقیق کرے یعنی اول خاوند سے دریافت کرے
اگر وہ خود اقرار کرے کہ بیشک میں اس عورت سے ہمبستری پر قادر نہیں ہوا تو اس کو ایک سال کی مہلت
علاج کرنے کے لئے دیدے اور اگر وہ اقرار نہ کرے بلکہ جماع کا دعوے کرے تو اس وقت یہ تفصیل ہے کہ
اگر عورت باکرہ ہونے کا دعویٰ نہ کرتی ہو تب تو مرد سے حلف لیا جاوے گا اگر اس نے حلف کر لیا تو
پھر عورت کو تفریق کا حق حاصل نہ ہو سکے گا اور اگر شوہر نے حلف سے انکار کر دیا تو اس کو ایک سال
کی مدت بغرض علاج دیدی جاوے گی اور اگر عورت باکرہ ہونے کی مدعی ہو تو قاضی عورتوں سے اس
کی جانچ کرائے یعنی معاینہ کرائے ایک معتبر تجربہ کار عورت کا معاینہ بھی کافی ہے لیکن احتیاط اس میں ہے کہ
دو عادل عورتیں معاینہ کریں۔ پھر معائنہ کے بعد دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ عورتیں بیان کریں کہ یہ
عورت باکرہ یعنی کنواری نہیں رہی تب تو خاوند سے اس بات پر حلف لیا جائے کہ اس نے جماع
کیا ہے اگر وہ حلف کر لے تو اس کا قول معتبر ہو جائے گا اور عورت کو تفریق کا حق باقی نہ رہے گا۔ اور
اگر شوہر حلف سے انکار کرے تو تاجیل یعنی ایک سال کی مہلت کا حکم کر دیا جائے گا۔ اور دوسری
صورت یہ کہ عورتیں بیان کریں کہ ابھی تک یہ لڑکی باکرہ (کنواری) ہے تو پھر قاضی بدون کسی سے
حلف لئے ہوئے شوہر عنین کو ایک سال کی مہلت علاج کے لئے دیدے۔ خلاصہ یہ کہ جب کسی دلیل سے
متحقق ہو جائے کہ عورت باکرہ نہیں بلکہ ثیبہ ہے خواہ ثیبہ ہونا اس طرح معلوم ہو کہ وہ بیوہ ہو اور شوہر

ـــه اس کو احتیاطاً کہنا اس وقت ہے کہ جب فیصلہ کرنے والا قاضی ہو اور اگر پنچایت فیصلہ کرے تو مذہب مالکیہ لینا
ضروری ہے اور ان کے مذہب میں معائنہ کے لئے دو عورتیں ضروری ہیں ایک عورت کافی نہیں ہے۔
قال في المدونة (صفحہ ۲۰۳ جلد ۱) قلت ارأيت ما لا يراه الرجال هل يجوز فيه شهادة امرأة واحدة قال مالك
لا يجوز في شيء من الشهادات اقل من شهادة امرأتين لا يجوز شهادة امرأة واحدة في شيء من الاشياء وفي
المختصر (صفحہ ۲۱۰ جلد ۱ فصل في الخيار عن ابواب النكاح) وان اتى بامرأتين تشهدان له قبلتا

اولی سے اولاد ہو چکی ہو یا خود عورت کے اقرار سے یا عورتوں کے معائنہ سے ان تینوں صورتوں میں
مرد کا قول حلف کے ساتھ قبول کر لیا جائے گا کہ وہ ہمبستری کر چکا اور عورت کو علیحدگی کا حق نہ دیا جائے
اور اگر تینوں حالتوں میں مرد حلف سے انکار کرے تو عورت کا دعویٰ درست مانکر مرد کو ایک سال کی
مہلت دیدیں اور اگر عورتوں کے معائنہ سے زوجہ کا باکرہ ہونا ثابت ہو تو بدون حلف ہی ایک سال کی
مہلت دیدی جاوے یہ تمام مضمون عالمگیری کی عبارت حرف (الف) میں مفصل مذکور ہے۔ اور
اوراس مہلت کے لئے ظاہر الروایۃ میں تو قمری سال کا اعتبار کیا ہے لیکن روایت حسن میں شمسی سال
کو لیا ہے اور بعض اصحاب ترجیح نے احتیاطاً اسی کو اختیار کیا ہے۔ اور عموماً متاخرین نے اسی پر
فتوے دیا ہے (کما فی العبارۃ الثانیۃ من العالمگیریۃ المذکورۃ فی حرف (ب))
اور اب بھی تمام اہل فتوے کا یہی معمول ہے اور یہ سال کامل کی مہلت دینے کے وقت سے شروع
سمجھا جاوے گا اس سے پہلے خواہ کتنی ہی مدت گذر گئی ہو معتبر نہ ہوگی جیسا کہ عالمگیری و مبسوط کی عبارت
مذکورہ حرف (ج) سے معلوم ہوا پھر اس سال کے اندر میں اگر شوہر کسی طرح علاج کر کے تندرست
اور جماع پر قادر ہوگیا اور ایک مرتبہ بھی ہمبستری کر لی تو عورت کو فسخ نکاح کا حق نہیں رہا بلکہ ہمیشہ
کے لئے یہ حق باطل ہو چکا اب کبھی علیحدگی کا مطالبہ نہیں کر سکتی۔

اور اگر اس عرصہ میں ایک مرتبہ بھی جماع نہ کرسکا تو عورت کے دوبارہ درخواست کرنے پر
قاضی تحقیق کرے اور اگر شوہر نے اقرار کر لیا کہ بیشک میں قادر نہیں ہوا تب تو عورت کا دعویٰ باعتبار
صحیح ہوگیا اس صورت میں قاضی عورت کو اختیار دیدے کہ اگر علیحدگی درکار ہے تو طلب کرو ورنہ اپنے
خاوند کے ساتھ رہنے کو گوارا کرو اس پر اگر وہ راضی ہو اس میں علیحدگی چاہے تو خاوند سے طلاق دلوادی جاوے
اگر وہ انکار کرے تو خود قاضی تفریق کر دے جیسا کہ آئندہ عنقریب آئیگا۔

اور اگر خاوند اقرار نہ کرے بلکہ جماع کر لینے کا دعویٰ کرے تو اس وقت یہ تفصیل ہے کہ مہلت دینے
کے وقت اگر عورت کا ثیبہ ہونا ثابت ہو چکا تھا یا اب عورت اقرار کرلے کہ کسی طرح بکارت زائل
ہو چکی ہے مگر ہمبستری نہیں ہوئی تب تو خاوند سے حلف لیا جاوے اگر وہ قسم کھالے کہ میں نے اس
عورت سے جماع کیا ہے تو مرد کا قول معتبر ہوگا اور تفریق نہ ہوسکے گی اور اگر شوہر نے اس وقت بھی
حلف سے انکار کر دیا تو عورت کو طلب فرقت کا اختیار دیدیا جاوے گا اور اگر مہلت دینے کے وقت معائنہ

ــــه لما فی الدر المختار فان نکل فی الابتداء اجل وفی الانتہاء خیرت (شامی صفحہ ۹۸۲ جلد ۲، ۱۲ منہ)

بحر عن جامع قاضیخان ویأخر اذا ترک الدیانۃ متعنتا مع القدرۃ علی الوطی (باب العنین صفحہ ۹۷۷ جلد ۲)۔

تیسری شرط یہ ہے کہ جب سے عورت کو شوہر کے عنین ہونے کی خبر ہوئی ہے اُس وقت سے عورت نے اُس کے ساتھ رہنے پر رضا کی تصریح نہ کی ہو[۱] مثلاً یہ نہ کہا ہو کہ جیسا بھی ہے اب تو میں اسی کیساتھ بسر کروں گی۔ اگر یہ اپنی رضا کی تصریح کر چکی ہو تو پھر اُس کو مطالبہ تفریق کا حق نہیں رہتا ہاں محض سکوت سے اس جگہ رضا نہ سمجھی جائے گی۔ لما فی الدر المختار فلو وجدتہ عنینا او مجبوبا ولم تخاصم زمانا لم یبطل حقہا قال الشامی (قولہ لم یبطل) ای ما لم تقل رضیت بالمقام معہ کذا قیدہ فی التاتارخانیۃ عن المحیط (صفحہ ۹۰۱ جلد ۲)۔

چوتھی شرط یہ ہے کہ جس وقت سال بھر کی مدت گذرنے کے بعد قاضی عورت کو اختیار دے تو عورت اُسی مجلس میں تفریق کو اختیار کرلے پس اگر اس مجلس میں اُس نے اپنے خاوند کے ساتھ رہنے کو اختیار کر لیا یا اس قدر سکوت کیا کہ مجلس برخاست ہوگئی خواہ اس طرح کہ یہ عورت مجلس سے اٹھ گئی یا اس طرح کہ قاضی مجلس سے کھڑا ہو گیا تو اُس کا اختیار باطل ہو گیا اب کسی طرح تفریق نہیں ہو سکتی لما فی العالمگیریۃ فان اختارت زوجہا او قامت عن مجلسہا او اقامہا اعوان القاضی او قام القاضی قبل ان تختار بطل خیارہا کذا فی المحیط (صفحہ ۵۲ جلد ۲)۔

نیز مجلس برخاست ہونے اور عورت کے اٹھ جانے کے علاوہ اور صورتیں بھی ایسی ہیں جن سے مجلس بدل جاتی ہے اور اختیار باطل ہو جاتا ہے مثلاً کوئی دوسری گفتگو کرنے لگی یا نماز پڑھنے لگی وغیر ذلک مما یدل علی الاعراض اور تبدل مجلس کی تفصیل شامی باب تفویض الطلاق سے معلوم ہو سکتی ہے۔

والدلیل علی ان بطلان الخیار لا یختص بقیامہا وقیام القاضی بل کل ما یدل علی الاعراض یبطل الخیار قول الدر حیث قال لو وجد منہا دلیل اعراض بان قامت الخ لان ہذا یدل علی ان القیام ذکر حیث ذکر تمثیلا والمراد مطلق الاعراض

[۱] یعنی زبان سے کہدیا ہو خواہ تنہائی میں یا کسی کے سامنے کما یدل علیہ اطلاق ما لم تقل فی الروایۃ الآتیۃ اور تاجیل سے پیشتر یا بعد از تاجیل کما ہو المصرح فی البدائع ونصہ ہذا فالنص ہو تصریح اسقاط الخیار وما یجری مجراہ سواء کان ذلک بعد تخییر القاضی او قبلہ ۱۲ منہ

[۲] بلکہ تقبیل ومضاجعت وغیرہ افعال بھی موجب رضا نہیں۔ کما ہو المصرح فی الدر عن الخانیۃ ۱۲ منہ

هذا ما عندنا واللہ اعلم بالصواب۔

پانچویں شرط عنین کو سال بھر کی مہلت دینا اور سال گذرنے پر عورت کو اختیار دینا اور بعد ازاں اگر خاوند طلاق سے انکار کرے تو تفریق کر دینا وغیرہ یہ سب امور جن کا ذکر اوپر مفصل ہو چکا قضائے قاضی کے محتاج ہیں بدون حکم قاضی کے از خود عورت کو تفریق کا اختیار نہیں۔ کما فی رد المحتار تحت قول الدر (ولا عبرة بتاجيل غير قاضى البلدة) لان هذا مقدمة امر لا يكون الا عند القاضى وهو الفرقة فكذا مقدمته ولو المحكمة (شامی ص۹۷۹ ج۲)۔

اور جس جگہ قاضی نہ ہو اس کا مفصل حکم اس جزو دوم کے مقدمہ میں مفصل گذر چکا وہاں دیکھ لیا جائے

جواب سوال نمبر ۴ – بوجہ خلوت صحیحہ شوہر عنین پر پورا مہر واجب ہو چکا تھا وہ تفریق کے بعد بھی ادا کرنا لازم ہے۔ اور عورت پر عدت بھی واجب ہے۔

کما قال العلامة الشامى تحت قول الدر (والا بانت بالتفريق من القاضى) ولها كمال المهر وعليها العدة لوجود الخلوة الصحيحة بحر (صفحہ ۹۸۰ جلد ۲)۔

وفى العالمگيرية ولها المهر كاملا وعليها العدة بالاجماع ان كان الزوج خلا بها وان لم يخل فلا عدة عليها ولها نصف المهر ان كان مسمى والمتعة ان لم يكن مسمى كذا فى البدائع اھ (صفحہ ۱۵۶ جلد ۲)۔

فائدۂ اول عنین کو ایک سال کی مہلت دینے کا حکم جو اوپر بیان کیا گیا ہے صرف اُس شخص کے لئے ہے جس کو عرفاً عنین کہتے ہیں (والخصى الذى لا ينتشر ذكره ملحق بالعنين) لیکن وہ شخص جس کا عضو تناسل قطع ہو گیا ہو خواہ تنہا یا مع الانثیین جس کو اصطلاح میں مجبوب کہتے ہیں اور اسی طرح وہ شخص جس کا عضو مخصوص خلقۃً بہت کم مثل نہ ہونے کے ہو اُس کو سال بھر کی مہلت دینے کی ضرورت نہیں۔

ﮧ وبقى من الشروط كونها بالغة غير رتقاء وقرناء وطلبها الفرقة او طلب وليها ان كانت مجنونة وان لم يكن لها ولى نصب القاضى رجلا يخاصم عنها كما هو المصرح به فى الدر وغيره وتركنا هذه الشروط رومًا للاختصار ۱۲ منه ﮧ غير ان بعضهم قالوا ان المرأة اذا اختارت نفسها بعد تخيير القاضى اياها فى اخر الامر فقد بانت ولا تحتاج بعده الى التفريق او التطليق وفى رد المحتار انه قول الصاحبين وعند الامام الاعظم تحتاج الى القضاء بعد اختيار نفسها ايضًا قلت قول الامام هو الماخوذ فى التنوير وغيره كما مر فى الروايات وهو الاحوط كما لا يخفى والله اعلم ۱۲ منه

حکم زوجۂ مجنون

سوالات

(۱) کیا زوجۂ [illegible] کو شرعاً [illegible] حق [illegible] ہے کہ [illegible] اور مجنون زوجیت سے نکل جائے

(۲) اگر ہے تو اس کی کیا [illegible] ہے اور کیا شرائط ہیں

(۳) تفریق [illegible] کے بعد عدت [illegible] کیا [illegible] ہے

الجواب

(۱) قال في [illegible] ولا يتخير أحد الزوجين بعيب الآخر ولو فاحشا كجنون وجذام وبرص ورتق وقرن وخالف الأئمة الثلاثة في الخمسة مطلقا ومحمد في الثلاثة الأول لو بالزوج [illegible] من البحر وغيره (شامي آخر باب العنين صفحہ ۸۲ جلد ۲)-

وفي الدر بعد قوله ولو قضى بالرد صح وفي آخر باب العنين من عالمگيرية وإذا كان بالزوج جنون أو برص أو جذام فلا خيار لها عند أبي حنيفة وأبي يوسف كذا في الكافي۔ قال محمد رحمه الله إن كان الجنون حادثا يؤجله سنة كالعنة ثم يخير المرأة بعد الحول إذا لم يبرأ وإن كان الجنون مطبقا فهو كالجب وبه نأخذ كذا في الحاوي القدسي اھ (صفحہ ۵۷۰ جلد ۲)-

وفي مبسوط شمس الأئمة السرخسي باب الخيار في النكاح (صفحہ ۹۷ جلد ۵)-

وعلى قول محمد لها الخيار إذا كان على حال لا تطيق المقام معه وفي كتاب الآثار للإمام محمد رحمه الله تعالى وكذلك إذا وجدته مجنونا موسوسا يخاف عليها قتله (صفحہ ۷۱ باب الرجل يتزوج وبه العيب)-

وفي الفتاوى الحمادية للعلامة ركن بن حسام الناگوري (صفحہ ۲۰) من المضمرات قال محمد رحمه الله إن كان بالزوج عيب لا يمكنه الوصول إلى زوجته فالمرأة مخيرة بعد ذلك ينظر إن كان العيب كالجنون الحادث والبرص ونحوهما فهو والعنة سواء فينتظر حولا وإن كان الجنون

اصلیا او به مرض ولا یرجی برئه فهو والجب سواء وهی بالخیار ان شاءت رضیت بالمقام معه وان شاءت رفعت الامر الی الحاکم حتی یفرق بینهما۔

عبارات مذکورہ سے معلوم ہوا کہ شیخین کے نزدیک تو جنون شوہر کی وجہ سے عورت کو فسخ نکاح کا اختیار حاصل نہیں لیکن امام محمدؒ کے نزدیک اُس کو یہ حق حاصل ہے کہ قاضی کے یہاں درخواست دے کر تفریق کا مطالبہ کرے اور اپنے آپ کو مجنون کی زوجیت سے علیحدہ کرالے بشرطیکہ جنون اس درجہ کا ہو کہ اُس کے ساتھ رہنا قدرت سے خارج ہو مثلاً اُس سے قتل کا اندیشہ ہو۔

فائدہ اصل اس بارہ میں یہ ہے کہ وہ جنون جس کی وجہ سے عورت کو امام محمدؒ کے نزدیک خیار فسخ حاصل ہو سکتا ہے اُس کی حد بیان کرنے میں مختلف الفاظ مذکور ہیں۔ مبسوط کے الفاظ یہ ہیں لا تطیق المقام معه۔ اور کتاب الآثار میں یخاف علیها قتله مذکور ہے ان دونوں میں تطبیق کی صورت یہ ہو سکتی ہے کہ جو مجنون ایذا پہنچایا کرتا ہو اس کے متعلق عادت غالبہ سے اکثر یہ بھی اندیشہ ہوجاتا ہے کہ شاید قتل کر بیٹھے۔ خلاصہ یہ ہوا کہ جس مجنون سے ناقابل برداشت ایذا پہونچتی ہو اُس کا یہ حکم ہے۔ واللہ اعلم

اور ائمہ ثلٰثہ یعنی امام مالک و شافعی و احمد بن حنبل رحمہم اللہ کے نزدیک بھی جنون وغیرہ کی وجہ سے خیار فسخ عورت کو حاصل ہے اور "فتاوی عالمگیری" میں حاوی قدسی سے امام محمدؒ کے قول کو اختیار کرنا نقل کیا ہے و نیز اُن کے قول میں یہ تفصیل نقل کی ہے کہ اگر جنون حادث ہے تو حاکم اُس مجنون کو اور اُس کے اولیاء کو عنین کی طرح سال بھر علاج کرنے کے لئے مہلت دے اس عرصہ میں اگر تندرست نہ ہو تو پھر عورت کو اختیار دیدے کہ اُس کے نکاح میں رہے یا

ع۵ البتہ اگر ہمبستری سے قبل کسی کو جنون ہو گیا اور حالت جنون میں بھی وہ ہمبستری نہ کر سکا تو ایسا مجنون امام صاحب کے نزدیک بھی عنین کے حکم میں ہے کہ سال بھر کی مہلت دے کر اُسی طریق پر علیحدگی کردی جاوے جو عنین کے بیان میں مفصل گذر چکا۔ کما فی کتاب الحجۃ للامام محمدؒ (صفحہ ۳۲۹) باب ما یذکر فی النکاح من المجنون محمد قال قال ابو حنیفۃ فی المجنون تخاف منه امرأته وامرہ یجامعها انه ان کان لا یفیق جعل بین امرأته وبین عائشۃ وقت فیها مأمنة فی حال الخوف والنفق علیها من ماله ولم یفرق بینهما الا ان یخلی بینه وبینها ولا یصل الیها فاذا کان ذلک اجل سنة فان وصل الیها والا خیرت فان اختارت المقام معه انفق علیها من ماله ولم یکن لها بعد ذالک خیار وان اختارت الفرقة بانت بتطلیقة انتہی ۱۲ منه عفی عنه ویؤیده ما فی منحۃ الخالق علی البحر الرائق حیث قال (قوله فالمجنون کفوء للعاقلة وفیه اختلاف المشائخ) قال فی النهر وقیل یعتبر لانه یفوت مقاصد النکاح

(بقیہ بر صفحہ ۶۱)

فرقت اختیار کرے (جیساکہ عنین کے بیان میں مفصل گذرا اُس کو دیکھنا ضروری ہے) اور اگر جنون
مطبق ہے تو معاملہ کی پوری تحقیق کرنے کے بعد بلا تاجیل بتا خیر عورت کو اختیار دیدیا جائے ہے احر

لیکن

چونکہ جنون حادث کی تفسیر نہ اس جگہ لکھی ہے اور نہ کہیں دوسرے مواقع میں دستیاب
ہوئی جس کی وجہ سے اس کے مقابلہ میں مطبق کی تفسیر بھی پوری طرح واضح نہیں ہو سکتی اور دوسرا
مواضع میں جو مطبق کی تفسیر بمقابلہ غیر مطبق لکھی ہوئی ہے اُس کو محض قیاس سے اس جگہ جاری
کرنا احتیاط کے خلاف ہے مثلاً ہدایہ اخیرین باب عزل الوکیل میں جنون کی تفصیل مطبق و غیر مطبق
کے لفظ سے کرنے کے بعد دونوں لفظوں کی تفسیر ہمارے ائمہ ثلثہ سے نقل کی ہے اور اس کی
شرح کفایہ میں اسی کو آجل و عاجل کے الفاظ سے لکھا ہے اور ہدایہ کتاب الصوم باب
من مرض فی رمضان میں اسی کو جنون **مستوعب و غیر مستوعب** کے لفظ سے تعبیر
کیا ہے اور اسی باب کے آخر میں جنون کی ایک دوسری تقسیم کی ہے **اصلی و عارضی**
اس لئے عبارت عالمگیری مذکورہ بالا میں جو جنون حادث اور اس کے مقابلہ میں مطبق مذکور ہے
اس میں احتمالات پیدا ہوگئے کہ یہ حادث بمعنی العارض ہے کما ھو مدلول مادۃ الحدوث
اور اُس کے مقابلہ میں مطبق بمعنے الاصلی ہے۔ یا حادث بمعنے **عاجل یا غیر مستوعب** ہے
اُس کے مقابلہ میں مطبق بمعنے **آجل یا مستوعب** ہے جس کی تفسیر ہدایہ میں امام محمدؒ کے
نزدیک ایک سال کے جنون سے کی گئی ہے اور کتاب الحج میں امام محمدؒ نے جنون مطبق کو اُس
جنون کے مقابلہ میں استعمال کیا ہے جس میں افاقہ ہو جاتا ہو جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن کے
نزدیک مطبق وہ جنون ہے جس میں افاقہ نہ ہوتا ہو لیکن کتاب مذکورہ میں بھی لفظ حادث موجود نہیں
جس سے مطبق و حادث کی تفسیر ایک دوسرے کے مقابلہ میں معلوم ہو جاوے غرض حادث اور مطبق
کی تفسیر پورے طور سے واضح اور متعین نہیں ہو سکی۔

اِس لئے احتیاط اسی میں ہے کہ اس تفصیل سے قطع نظر کرکے ہر حال میں سال بھر کی
مہلت دی جاوے اور اس کے بعد حکم کیا جاوے۔ بالخصوص جبکہ فیصلہ بھی قاضی شرعی کی عدالت میں نہ ہو

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۶) فکان اشد من الفقر و دناءۃ الحرفۃ و ینبغی اعتمادہ لان الناس یعیرون بتزوج
المجنون اکثر من دنیء الحرفۃ و فی البنایۃ عن المرغینانی لا یکون المجنون کفوا للعاقلۃ الخ (صفحہ ۱۳۲ جلد ۳) ۱۲ منہ

لیکن احسن یہ ہے کہ مذہب مالکیہ لیا جائے تو مہلت وغیرہ کی اس میں ضرورت نہیں اور ان کا مذہب یہ ہے کہ مجنون مطبق و مجنون افاقہ کا ایک ہی حکم ہے یعنی دونوں صورتوں میں ایک سال کی مہلت دی جاتی ہے جیسا کہ فتاویٰ مالکیہ میں ہے اور رسالہ کے آخیر میں ملحق ہے۔ علامہ "مسائل تونسی" مدرس حرم نبوی مدینہ طیبہ کے فتوے کی انیسویں روایت میں بحوالہ تحفہ مذکور ہے۔

وایضًا فی المنتقی للباجی من المالکیۃ (ص ۸۳ ج ۱۲ جلد ۴) وروی عبد الملک بن الحسن فی المجنون سواء کان جنون افاقۃ او مطبق ان کان یؤذیہا ویخاف علیہا من حیل بینہما واجل سنۃ ینفق علیہا من مالہ فان برأ والا فرق بالخیار اھ۔

(۲) صورت تفریق یہ ہے کہ زوجۂ مجنون قاضی کی عدالت میں درخواست دے اور خاوند کا خطرناک مجنون ہونا ثابت کرے۔ قاضی واقعہ کی تحقیق کرکے اگر صحیح ثابت ہو تو مجنون[ع] کو علاج کے لئے ایک سال کی مہلت دیدے اور بعد اختتام سال اگر زوجہ پھر درخواست کرے اور شوہر کا مرض جنون ہنوز موجود ہو تو عورت کو اختیار دیدیا جائے اس پر اگر عورت اسی مجلس تخییر میں فرقت طلب کرے تو قاضی تفریق کردے۔ کما ہو فی الجواب الاول من العالمگیریۃ۔

اور یہ تفریق قاضی نکاح کو بالکل رد کردیتا ہے یعنی نکاح کالعدم متصور ہوگا۔ جیسا کہ کتاب الآثار اور مبسوط سرخسی میں رد کا لفظ موجود ہے اور "فتح القدیر" وغیرہ میں فسخ کا لفظ موجود ہے اور جو شرائط اختیار زوجۂ عنین کے لئے ہیں اور اس سے پہلے مفصل گذر چکی ہیں ان میں سے اکثر شرائط اختیار زوجۂ مجنون کے لئے بھی ہیں جن کا اجمال یہ ہے۔

(الف) نکاح سے پہلے عورت کو خاوند کے مجنون ہونے کا علم نہ ہو۔

(ب) نکاح کے بعد علم ہونے پر رضا کی تصریح نہ کی ہو۔

(ج) جب مہلت کا سال گذر جانے کے بعد دوبارہ درخواست پر قاضی عورت کو اختیار دے

عـہ کیونکہ معمولی جنون میں خیار فسخ نہیں ہے۔ کما علم مما مر من المبسوط وکتاب الآثار ۱۲ منہ

عـہ مگر خود مجنون کو حکم سنانا کافی نہیں بلکہ اگر اس کا کوئی ولی ہو تو ولی جواب ہی کرے گا اور ولی ہی کو حکم مہلت کا اور بعد انقضاء مدت تفریق کا حکم سنایا جائے گا اور اگر ولی نہ ہو تو قاضی کسی شخص کو مجنون کی طرف سے جواب دہی کے لئے مختار بنادے کما قال فی البحر (صفحہ ۱۲۳ جلد ۴ باب العنین) ویفرق بینہما (الی قولہ) بخصومۃ ولی ان کان والا فمن ینصبہ القاضی الخ ۱۲ منہ

سـہ ولم نر اشتراط کونہا غیر رتقاء وقرناء فی خیار الجنون والظاہر عدم الاشتراط وکذا اشتراط بلوغہا لم نرہ وینبغی ان یشترط ہو وینتظر ان کانت غیر بالغۃ قیاسا علی زوجۃ العنین والمجبوب واللہ اعلم ۱۲ منہ +

تو عورت اُسی مجلس میں فرقت اختیار کرلے اگر مجلس برخاست ہوگئی یا عورت خود یا کسی کے اُٹھانے سے کھڑی ہوگئی تو اختیار نہ رہے گا۔ (وھذہ الشروط الثلثۃ وان لم تکن مصرحۃ فی کتبنا الا ان القواعد الکلیۃ المصرحۃ فی المذھب تقتضیھا فان امثال ھذہ الاختیارات تتقید بالمجلس وتبطل بالعلم قبل العقد وبتصریح الرضا بعد العقد وظاھر عبارۃ العالمگیریۃ فی قول محمد رح یؤجله سنۃ کالعنۃ ثم یخیر المرأۃ بعد الحول یؤیدہ واللہ اعلم)۔

(د) زوجۂ مجنون کے لئے ایک شرط یہ بھی ہے کہ جنون موجب للفسخ کا علم ہوجانے کے بعد اپنے اختیار سے عورت نے جماع یا دواعی کا موقع نہ دیا ہو۔ بخلاف العنین فان المقصود فیہ الاختبار و الامتحان (وھذا الشرط ایضًا غیر مصرح فی کتبنا ولکنہ مفاد القواعد عندنا و مصرح فی کتب المالکیۃ کما سیأتی من شرح الدردیر فی الفائدۃ الآتیۃ)۔

(ہ) زوجۂ عنین کی طرح زوجۂ مجنون بھی اپنے خاوند سے علیحدہ ہونے میں خود مختار نہیں بلکہ قضائی قاضی شرط ہے اور جس جگہ قاضی موجود نہ ہو وہاں شرعی پنچایت قائم مقام قاضی کے ہوگی جیسا کہ مقدمہ میں گذر چکا ہے ملاحظہ فرمایا جاوے۔

(۳) مہر و عدت کا یہ حکم ہے کہ اگر فسخ نکاح خلوت صحیحہ سے قبل ہوا ہے تب تو مہر بالکل ساقط ہوجاوے گا اور عدت کی بھی ضرورت نہیں اور اگر عیب جنون معلوم ہونے سے پہلے خلوت صحیحہ ہوچکی تھی بعد ازاں علم جنون ہونے پر فسخ نکاح کی نوبت آئی ہے تو پورا مہر لازم رہے گا اور عدت بھی واجب ہوگی۔ (لم نجدہ فی باب الخیار بالعیوب ولکن حکم الفسخ فی باب الخیار بالبلوغ وغیرہ مصرح فی الدر المختار واطلاقہ یعم کل فسخ ونصہ ھذا۔ وفسخ العقد رفعہ من الاصل وجعلہ کان لم یکن ولو لم یکن حقیقۃ لم یکن لہا مہر ونفقۃ اذا التحق بالعدم من الاصل الی ان قال و ان کان قد دخل بہا لا یسقط المہر لان المہر قد تأکد بالدخول فلا یحتمل السقوط

عہ یہ مہر اور عدت کا لزوم اس بنا پر ہے کہ ہم نے قواعد کی رو سے مجنون کی خلوت کو خلوت صحیحہ سمجھا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ فقہاء نے نائم کی خلوت کو صحیح قرار دیا ہے کما فی العالمگیری (صفحہ ۲۸۲ جلد ۲ عن الظہیریۃ) اور مجنون عدم شعور میں نائم سے کم درجہ ہے پس اُس کی خلوت بدرجہ اولی صحیح ہوگی، و نیز فقہاء نے جب موانع خلوت میں جنون سے تعرض نہیں کیا تو اس سے معلوم ہوا کہ وہ مانع نہیں ہے (لان السکوت فی موضع البیان بیان) مگر چونکہ صریح جزئیہ نہیں ملا اس واسطے اگر کسی کو اس کے خلاف کتب معتبرہ میں تصریح مل جاوے تو اُس پر عمل کیا جاوے ۱۲ منہ

عہ وثمرۃ کونہ فسخا فی ھذہ الصورۃ انہا ان تزوجت بہ ثانیا ملک الثلاث کما ھو حکم الفسخ المصرح بہ فی الدر والشامیۃ (صفحہ ۵۰۳ جلد ۲ باب الولی)۔

بالفرقة الخ وفيہ ایضاً بعد ثلثۃ اسطر تصریح بان المراد من المہر المہر المسمی اھ (صفحہ ۳۲۷ جلد ۲ فصل فی بیان ما یرفع حکم النکاح) قلت ویجب العدۃ ایضاً کما ھو مقتضی الخلوۃ الصحیحۃ وسیأتی التصریح بھذا التفصیل عن المنتقی للباجی المالکی فی التنبیہ الآتی۔

تنبیہ ضروری

امام محمدؒ کا جو مذہب زوجۂ مجنوں کے متعلق اوپر بیان کیا گیا ہے اُس کو امام محمدؒ نے کتاب الآثار میں اس عنوان سے لکھا ہے باب الرجل یتزوج وبہ العیب اور اُس کے تحت میں یہ عبارت بھی مذکور ہے وکذالک اذا وجدتہ مجنونا موسوسا یخاف علیہا قتلہ او وجدتہ مجذوما منقطعا (لعلہ منقطعا بالعوقاتیۃ ۱۲ منہ) لا یقدر علی الدنو منہ الخ کتاب الآثار کے عنوان اور عبارت مذکورہ میں لفظ وجدت سے معلوم ہوا کہ یہ حکم زوجۂ مجنون کے نکاح کو فسخ کرنے کا امام محمدؒ کے نزدیک اُس صورت میں ہے جب کہ جنون نکاح سے پیشتر موجود تھا وھو المتبادر من المبسوط للسرخسی وعلیہ یدل عبارۃ الفتح وغیرہ حیث عبروہ بخیار الفسخ والفسخ یختص بعیب موجود قبل العقد بخلاف العنین فانھم استعملوا فیہ لفظ التفریق واللہ اعلم۔

اور جو جنون عقد نکاح کے بعد پیدا ہو گیا ہو اُس کے متعلق امام محمدؒ سے کوئی تصریح نہیں ملی لیکن مالکیہؒ کے مذہب میں اس کے متعلق یہ تصریح ہے کہ اگر نکاح کے بعد جنون ہو جاوے تب بھی عورت کو علیحدگی کا اختیار ہے (کما فی المدونۃ صفحہ ۱۹۲ جلد ۲) مگر اُن کے نزدیک بھی شرط یہ ہے کہ جنون موجب للفسخ کا علم ہو جانے کے بعد زوجہ نے اپنے اختیار و رضامندی سے شوہر کو جماع یا دواعی جماع یعنی تقبیل ولمس وغیرہ کا موقع نہ دیا ہو کیونکہ اگر اُس نے ایسا کر لیا تو یہ عملی رضا ہو گئی جس کی وجہ سے اس کا اختیار ساقط ہو جاتا ہے جیسا کہ زبان سے رضا کی تصریح کر دینا خیار کو ساقط کرتا ہے۔ (کما قال الخلیل فی مختصرہ الخیار ان لم یسبق العلم او لم یرض او لم یتلذذ

حاشیہ خیار الفسخ ثابت عند المالکیۃ والشافعیۃ والحنابلۃ بالعیوب الخمسۃ وعند محمدؒ بالثلثۃ منہا لو با الزوج الجنون والجذام والبرص کما مر عن الشامی فی الجواب الاول ولکنا لم نأخذ منہا الا الجنون لکثرۃ وشدۃ الضرورۃ فیہ ولیس کذلک الجذام والبرص والنساء یصبرن علی الاقامۃ معہما بخلاف المجنون کما یعلم من کثرۃ سوال النساء فی المجنون دون غیرہ ۱۲ منہ

حاشیہ اور اسی جزو کی بنا پر مسئلہ جنون کو اس جزو دوم کے شروع میں فقہ مالکی کی طرف منسوب کیا گیا ہے ۱۲ منہ

وحلف علی نفیہ ببرص وعذیطۃ وجذام الخ وقال شارحہ العلامۃ الدردیر علی قولہ اولم یتلذذ بالمعیب عالما بہ واو بمعنی الواو اذ لابد من انتفاء الامور الثلثۃ اذ لو وجدت او بعضہا لانتفی الخیار الا امرأۃ المعترض (ای الذی لایقدر علی الجماع) اذا علمت قبل العقد او بعدہ باعتراضہ ومکنتہ من التلذذ بہا فلہا الخیار اھ (صفحہ ۲۷۰ جلد ۱)۔

تنبیہ اس شرط مذکور میں اختیار کی قید لگانے سے یہ معلوم ہوگیا کہ اگر مجنون نے بجبر و اکراہ ہمبستری کرلی تو اس سے عورت کا حق خیار ساقط نہ ہوگا چنانچہ عبارت مذکورہ میں **مکنتہ** کا لفظ اسپر صراحۃ دال ہے نیز جنون کے ساتھ جبب للفسخ کی قید سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ اگر ابتدائی جنون کے زمانہ میں (قبل اس کے کہ وہ اس حد کو پہونچے جس سے حق فسخ حاصل ہوتا ہے (کما مر تفصیلہ فی اوائل الجواب الاول) جماع یا دواعی جماع کا تحقق ہوا اور بعد میں جنون بڑھ کر حد مذکور پر پہنچ گیا تو اس صورت میں بھی خیار فسخ ساقط نہیں ہوتا جیسا کہ عبارت مذکورہ میں عالما بہ کی قید سے ظاہر ہے۔

واصرح ما فی الباب (ای خیار الفسخ بسبب جنون حدث بعد العقد) ما فی المنتقی شرح الموطا ونصہ ھذا فاما المجنون فقد روی محمد عن مالک للمرأۃ ان ترد الرجل بما یضرہا بہ من الجنون والجذام والبرص۔ وذلک علی وجہین احدہما ان یکون الجنون بہ حین العقد فغرہا من نفسہ فاختارت الطلاق فان کان دخل بہا فلہا الصداق وان لم یبن بہا فلا شئی لہا ووجہ ذلک انہ اذا غرہا من نفسہ بالعنۃ کان لہا الخیار وھذا ابین ضررا فبان یجب لہا الخیار اولی فان کان حدث بہ ذلک (الجنون) بعد العقد فعلی حسب ذلک ان کان (ای الجنون) قبل البناء فلہا ان تطلق نفسہا ولا شئی لہا وان کان بعدہ فلہا جمیع الصداق اھ (صفحہ ۱۲۱ جلد ۴)۔

اور منتقی کی اس عبارت سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ مہر کا حکم جنون حادث بعد العقد میں بھی وہی ہے جو جنون قدیم میں یعنی اگر خلوت صحیحہ سے قبل تفریق ہوئی ہے تو مہر بالکل ساقط ہوگیا اور اگر بعد خلوت ہوئی ہے تو پورا مہر واجب ہے اور عدت کا یہ حکم ہے کہ تفریق قبل الخلوت میں

؎ والفرق بین حکم المعترض والمجنون ان تمکین امرأۃ المعترض لایدل علی الرضا بل انما ھو لاختبار حالہ فانہ لایمکن بدون التمکین ودواعی الوطی ولا کذلک امرأۃ المجنون فان الجنون ظاہر فالتمکین ودواعی الوطی بعد العلم بالجنون یدل علی الرضاء بالمقام معہ وھو مسقط للخیار واللہ اعلم ۱۲ منہ ✤

واجب نہیں ہوتی اور بعد الخلوت میں واجب ہوتی ہے۔

اب صرف ایک سوال باقی رہا کہ یہ تفریق جو جنون حادث بعد العقد کی وجہ سے ہوتی ہے فسخ ہے یا طلاق اس بارہ میں علامہ خلیل اور شارح درد یر نے تو بہ کا لفظ استعمال کیا ہے جو بظاہر فسخ کا مرادف ہے اور نفقہ کی عبارت مذکورہ میں طلاق کا لفظ ہے لہذا اس وقت تک علماء مالکیہ سے تحقیق کر لیا جاوے اور جب تک تحقیق نہ ہو اس تفریق کو طلاق قرار دیا جانا چاہیئے کہ اس میں احتیاط ہے اور ثمرہ طلاق ہونے کا یہ ہے کہ اگر اس عورت سے دوبارہ نکاح ہو جاوے تو خاوند کو صرف دو طلاق کا اختیار ملے گا اگر دو طلاق اور دیدی تو طلاق مغلظہ ہو جاوے گی۔

فائدہ زوجہ مجنون کے فسخ نکاح کے لئے جو شرائط اوپر مذکور ہوئے ہیں اگر وہ شرائط کسی جگہ موجود نہ ہوں تو بنا بر جنون تفریق نہیں ہو سکتی لیکن اگر یہ مجنون کوئی ذریعہ آمدنی نہ رکھتا ہو اور زوجہ کے لئے اپنے نفقہ کی کوئی دوسری سبیل بھی نہیں تو ایسی صورت میں مفتی کے لئے عورت کے اضطرار کی پوری تحقیق ہو جانے اور چند علماء سے مشورہ کے بعد اس فتوے کی گنجائش ہے کہ مذہب مالکیہ کی بنا پر عدم نفقہ کی وجہ سے قاضی یا اس کا قائم مقام ان دونوں میں تفریق کر دے اور یہ تفریق طلاق رجعی کے حکم میں ہوگی۔ (کما هو المصرح فی الروایة الثانیة من فتوی العلامة محمد طیب من قوله بل لو کان حاضرا وعدمت النفقة الخ والروایة الاولی۔ والتصریح بکونه طلاقا رجعیا فی الروایة الرابعة عشر من فتوی العلامة الصالح حیث قال ان کل طلاق اوقعه الحاکم فهو بائن الا الطلاق المولی والمعسر وسواء اوقعه الحاکم بالفعل او جماعة المسلمین او امر بهابه انتهی)

لیکن اس میں کامل تدبر سے کام لے کر مذہب مالکیہ کی تمام شرائط کی پابندی ضروری ہے جن میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ عدم نفقہ کی وجہ سے فسخ نکاح کا حکم اس وقت دیا جا سکتا ہے جبکہ عقد نکاح سے پہلے اس کو خاوند کے فقیر اور نادار ہونے کا علم نہ ہو ورنہ اگر ناداری کا علم ہوتے ہوئے عقد نکاح کیا گیا ہے تو بوجہ عدم نفقہ کے اس کو مطالبہ تفریق کا حق نہ ہوگا۔

کما صرح به فی مختصر الخلیل وشرحه للدردیر من ابواب النفقة صفحہ ۵۱۸ جلد ا ولفظه لا ان علمت عند العقد فقره فلیس لها الفسخ ولو ایسر بعد ثم اعسر انتهی۔

اور باقی شرائط اس مسئلہ کی بوقت ضرورت کتب مالکیہ کی مراجعت سے معلوم ہو سکتی ہیں جن کا نام دیباچہ میں گذر چکا ہے۔ فقط واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

ملقب بہ

نہایۃ المقصود (فی) بیان المفقود

مفقود کو باتفاق جمہور ائمہ مجتہدین اپنے مال کے بارہ میں اُس وقت تک زندہ تسلیم کیا گیا ہے جب تک اُس کے ہم عمر وہم قرن لوگ زندہ پائے جائیں جس وقت اُس کی بستی میں اُس کے ہم عمر لوگ ختم ہوجائیں اُس وقت اُس کی موت کا حکم دیا جاتا ہے یعنی قاضی اُس کی موت کا حکم دیدیتا ہے اور اُس کی میراث تقسیم کرنے وغیرہ کی اجازت ہوجاتی ہے۔ اس پر ائمہ ثلثہ یعنی امام اعظم ابوحنیفہ و مالک و شافعی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کا اتفاق ہے۔ کما ہو مصرح فی کتبہم۔

اور امام اعظم و امام شافعی اور بہت سے دوسرے مجتہدین نے زوجہ مفقود میں بھی یہی حکم باقی رکھا کہ جب تک مفقود کے ہم عمر لوگ ختم نہ ہوں اُس وقت تک وہ زندہ ہے اور حسب قاعدہ اُس کی بیوی کو دوسری جگہ نکاح کرنا جائز نہیں البتہ بعض صورتوں میں حنفیہ کے نزدیک بھی زوجہ مفقود کو اُسکے ہم عمروں کے ختم ہونے سے پیشتر بھی قاضی نکاح کی اجازت دے سکتا ہے یعنی جبکہ کسی مفقود کے ظاہر حال سے اُس کی ہلاکت و موت کا غالب گمان ہو جیسے وہ شخص جو معرکہ جنگ میں گم ہوگیا یا ایسے مرض کی حالت میں نکل گیا ہو جس میں موت کا گمان غالب ہے یا سمندر میں سفر گیا ہو (اور ساحل پر پہونچنے کا پتہ نہ چلا ہو) اس قسم کی صورتوں میں اتنا انتظار کرکے موت کا حکم دیدیا جاتا ہے گا کہ جس میں حاکم کو مفقود کے فوت ہوجانے کا غلبہ ظن ہوجاوے اور اس حکم بالموت کے بعد اُس کی عورت کو عدت وفات گذار کر نکاح کرلینا جائز ہوجاوے گا۔

کما فی الشامیۃ تحت قول الدر واختار الزیلعی تفویضہ الی الامام) قال فی الفتح فای وقت رأی المصلحۃ حکم بموتہ (الی ان قال) ومقتضاہ انہ یجتہد ویحکم القرائن الظاہرۃ الدالۃ علی موتہ وعلی ہذا ینبتنی ما فی جامع الفتاوی حیث قال واذا فقد فی المہلکۃ فموتہ غالب فیحکم بہ کما اذا فقد فی وقت الملاقاۃ مع العدو او قطاع الطریق او سافر علی المرض الغالب ہلاکہ او کان سفرہ فی البحر وما اشبہ ذلک حکم بموتہ

لانہ الغالب فی ھذہ الحالات وان کان بین احتمالین واحتمال موتہ ناشئ عن دلیل لا احتمال حیاتہ لان ھذا الاحتمال کاحتمال ما اذا بلغ المفقود مقدارا ما لا یعیش علی حسب ما اختلفوا فی مقدارہ نقل عن الغنیۃ انتھی مافی جامع الفتاوی وافتی بہ بعض مشائخنا وقال انہ افتی بہ قاضی زادہ صاحب بحر الفتاوی لکن لا یخفی انہ لابد من مضی مدۃ طویلۃ حتی یغلب علی الظن موتہ لا بمجرد فقدہ عند ملاقاۃ العدو او سفر البحر ونحوہ (ص۴۱۱ جلد ۳)۔

اور اس قسم کی صورتوں کے علاوہ فقہ حنفی میں زوجہ مفقود کے واسطے اس کے سوا کوئی گنجائش نہیں کہ مفقود کے ہم قرن لوگوں کے ختم ہونے پر قاضی اُس کی موت کا حکم کردے اور بعد ازاں عورت عدت وفات گذار کر نکاح کرلے۔

لیکن امام مالکؒ نے چند شرائط کیساتھ جن کی تفصیل عنقریب آتی ہے ہر حال میں (یعنی ہلاک مظنون ہو یا نہ ہو) مفقود کی بیوی کو حکم حاکم کے بعد چار سال انتظار کرکے عدت گذرنے پر دوسرا نکاح کرنیکی اجازت دیدی ہے۔ اور امام احمدؒ نے بھی مفقود کی بعض صورتوں میں چار سال کی مدت کو اختیار فرمایا ہے کما فی المغنی ص۱۳۲ ج۷

اور ہر چند کہ حنفیہ کا مذہب از روئے دلیل نہایت قوی اور غایت احتیاط پر مبنی ہے مگر فقہائے حنفیہ رحمہم اللہ میں سے بھی بعض متاخرینؒ نے وقت کی نزاکت اور فتنوں پر نظر فرماتے ہوئے اس مسئلہ میں حضرت امام مالکؒ کے مذہب پر فتویٰ دیدیا ہے جیسا کہ علامہ شامی نے در منتقی سے قہستانی کا جو چوتھی صدی کے مشائخ حنفیہ میں ہیں) قول نقل کیا ہے لو افتی بہ فی موضع الضرورۃ لا باس بہ علی ما اظن (ص۴۱۱ جلد۳) اور ایک عرصہ سے ارباب فتویٰ اہل ہند و بیرون ہند تقریباً سب نے اسی قول فتویٰ دینا اختیار کرلیا ہے اور یہ مسئلہ اس وقت ایک حیثیت سے فقہ حنفی ہی میں داخل ہوگیا لیکن جب تک عورت صبر کرسکے اُس وقت تک اصل مذہب حنفی پر عمل کرنا لازم ہے۔ ہاں بوقت ضرورت شدیدہ کہ خرچ کا انتظام نہ ہوسکے یا بوجہ خوف معصیت کے بیٹھنا مناسب نہ سمجھا جاوے اُس وقت مذہب مالکیہ پر عمل کرنے میں مضائقہ نہیں اور ایسے ہی مواقع کے لئے یہ فتویٰ مرتب کیا گیا ہے مگر کسی مسئلہ میں دوسرے امام کا مذہب لینے کیلئے یہ ضروری ہے کہ اُس ہر مسئلہ میں اُس امام کے نزدیک جو شرطیں ہوں اُن سب کی رعایت کی جاوے۔ لما فی الدر المختار من ان الحکم الملفق باطل بالاجماع وقال الشامی تحتہ مثالہ متوضئ سال من بدنہ دم ولمس امرأۃ ثم صلی فان صحۃ ھذہ الصلوۃ ملفقۃ من مذھب الشافعی رح والحنفی والتلفیق باطل فصحتہ منتفیۃ اھ۔

عہ۵ تین صدی تک کے فقہائے کرام کو متقدمین کہا جاتا ہے اور چوتھی صدی سے متاخرین کا اطلاق آتا ہے۔ کما فی شفاء العلیل من رسائل ابن عابدین (ص۱۶ ج۱) اور قہستانی کی پیدائش ۳۵۳ھ ہے ۱۲ منہ

وایضاقال الشامی عن الشرنبلالی تحت قول الدر (وان الرجوع عن التقلید بعد العمل باطل اتفاقا) وانہ یجوز لہ العمل بما یخالف ما عملہ علی مذھبہ مقلدا فیہ غیر امامہ مستجمعاً شروطہ اھ۔ لہٰذا اس مسئلہ مفقود میں مالکیہ کی تمام شرائط کا معلوم کرنا لازم ہوا اور شامی وغیرہ علمائے احناف نے اس کے متعلق جو مذہب مالکیہ نقل کیا ہے وہ بعض اجمال تھا اور مسئلہ کی پوری تنقیح اور اس کے تمام قیود و شرائط علمائے مالکیہ ہی سے معلوم ہو سکتے تھے اس لئے اس ضرورت کا احساس کر کے مالکی المذہب ارباب الفتویٰ کی خدمت میں مدینہ طیبہ (زادھا اللہ شرفاً و تعظیماً) مفصل استفتاء بھیجا گیا وہاں کے متعدد علماء محققین نے نہایت تفصیل و توضیح کے ساتھ جوابات تحریر فرمائے لیکن پھر ان میں کچھ شبہات باقی رہے اور بعض نئے سوالات پیدا ہوئے اس لئے مکرر ان حضرات کو تکلیف دی گئی۔ مکرر جوابات کے بعد بھی کچھ اور سوالات کی ضرورت ہوئی تو سہ بارہ ان کی خدمت سوالات بھیج کر جوابات حاصل کئے۔ یہ تمام مراسلت کتبخانہ مدرسہ امداد العلوم تھانہ بھون میں محفوظ ہے اور ان فتاویٰ کا مجموعہ آخر رسالہ میں ملحق کر دیا گیا ہے۔ ان فتاویٰ کی جس جس عبارت سے جاننے سوالات کا جواب نکلتا ہے اُن سب پر الفاظ سے نمبر شمار ڈال دیئے گئے ہیں۔ اور جوابات مندرجہ ذیل میں اُن عبارات کے حوالہ پر اکتفا کیا گیا ہے کیونکہ عوام کو تو عربی عبارات کی ضرورت نہیں اور اہل علم اُس نمبر کے حوالے سے آخر رسالہ میں استدلال کی عبارت خود ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ اب سوالات اور جوابات اردو میں یہاں درج کئے جاتے ہیں۔

سوالات

کیا فرماتے ہیں علمائے مالکیہ مسائل ذیل میں

(اوّل) جو شخص مفقود الخبر (لاپتہ) ہو اور باوجود تحقیق و تفتیش کے اُس کا حال معلوم نہ ہو کہ زندہ ہے یا مر گیا کیا اُس کی زوجہ کے لئے حق ہے کہ وہ کسی طرح اپنے کو اُس کی زوجیت سے نکال کر دوسرا نکاح کر سکے اگر یہ حق ہے تو کیا اُس کو کچھ مدت انتظار کرنے کی ضرورت ہے یا بلا مہلت اُس کو اختیار دیدیا جائے گا۔

(دوم) اگر مہلت دی جائے گی تو اُس کی ابتداء کب سے شمار ہوگی مرافعہ اور دعویٰ کے وقت سے یا گم ہونے کے وقت سے یا حکم حاکم کے بعد سے۔

(سوم) کیا زوجہ مفقود فسخ نکاح میں خود مختار ہے یا قضائے قاضی شرط ہے۔ اور صورت ثانی کی کیا ہوگی

ؔ فسخ نکاح سے اس جگہ فسخ اصطلاحی مراد نہیں بلکہ محاورات اردو کے موافق فسخ کا لفظ اختیار کیا گیا اور بغرض تفہیم عوام اس رسالہ میں اکثر مواقع میں لفظ فسخ ہی کا اطلاق کیا گیا ہے ۱۲ منہ

(چہارم) اگر قضائے قاضی شرط ہے تو کیا قاضی پر بھی یہ بات لازم ہے کہ پہلے مفقود کی خود تفتیش و تلاش کرے جب اُس کو مایوسی ہو جاوے اُس وقت زوجہ کو کوئی مہلت وغیرہ دے یا عورت اور اُس کے اولیا کا تلاش کر لینا کافی ہے۔

(پنجم) جن بلاد میں قاضی شرعی موجود نہیں جیسے ہندوستان وغیرہ وہاں اس کی کیا صورت کی جائے

(ششم) مفقود کا حکم دار الحرب اور دار الاسلام میں یکساں ہے یا مختلف اگر مختلف ہے تو پھر ہندوستان جیسے ممالک جن میں کروڑوں مسلمان آباد ہیں وہ دار الاسلام سمجھے جاویں گے یا دار الحرب۔ (اعینونا اعانکم اللہ تعالیٰ)۔

جوابات

(جواب سوال اوّل) زوجۂ مفقود کے لئے مالکیہ کے نزدیک مفقود کی زوجیت سے علیحدہ ہونے کی دار الاسلام میں تو یہ صورت ہے کہ عورت قاضی کی عدالت میں مرافعہ کرے اور بذریعہ شہادت شرعیہ یہ ثابت کرے کہ میرا نکاح فلاں شخص سے ہوا تھا (اگر نکاح کے عینی گواہ موجود نہ ہوں تو اس معاملہ میں شہادت بالتسامع بھی کافی ہے یعنی شہرت عام کی بنا پر بھی شہادت دی جاسکتی ہے۔

کما فی المنتقی للباجی المالکی (صفحہ ۲۰۳ جلد ۵ کتاب الاقضیۃ) (فرع) واما النکاح ففی العتبیۃ عن سحنون قال جل اصحابنا یقولون فی النکاح اذا استنشر خبرہ فی الجیران ان فلانا تزوج فلانۃ وسمع الزفاف فلہ ان یشھد ان فلانۃ زوجۃ فلان الخ۔ اس کے بعد گواہوں سے اس کا مفقود و لاپتہ ہونا ثابت کرے بعد ازاں قاضی خود بھی مفقود کی تفتیش و تلاش کرے۔ اور جب پتہ ملنے سے مایوسی ہو جائے تو عورت کو چار سال تک مزید انتظار کا حکم کرے۔ پھر اگر ان چار سال کے اندر بھی مفقود کا پتہ نہ چلے تو مفقود کو اس چار سال کی مدت ختم ہونے پر مردہ تصور کیا جائے گا اور نیز ان چار سال کے ختم ہونے کے بعد چار ماہ دس دن عدت وفات گذار کر عورت کو دوسری جگہ نکاح کرنے کا اختیار ہوگا۔ اور اب چار سال گذرنے کے بعد دوبارہ قاضی کی عدالت میں درخواست دینا اور عدت وفات کے لئے حکم حاصل کرنا مالکیہ کے نزدیک ضروری نہیں بلکہ قضائے قاضی صرف اوّل بار بوقت تاجیل ضروری ہے۔

کما صرح بہ الشیخ فی شرح الدردیر (صفحہ ۴۰۰ جلد ۱) حیث قال الخلیل فیؤجل الحر اربع سنین (الی قولہ) ثم اعتدت عدۃ الوفاۃ وسقطت بہا النفقۃ ولا تحتاج فیہا لاذن وقال الدردیر تحتہ۔ لاذن من الحاکم لان اذنہ حصل بضرب الاجل اولا ام

ویأتی فی الروایۃ السابعۃ من فتوی العلامۃ محمد طیب بن اسحٰق مفتی المالکیۃ بالمدینۃ المنورۃ۔ مگر احتیاط اس میں ہے کہ جب وہ چار سال جو قاضی نے مقرر کئے تھے ختم ہو چکیں تو دوبارہ درخواست دے کر قاضی سے حکم بالموت بھی حاصل کر لیا جائے تاکہ مذہب حنفیہ کی حتی الوسع رعایت ہو جائے[ع] لیکن جس جگہ قاضی وغیرہ کی طرف دوبارہ مرافعہ زیادہ دشوار ہو وہاں بغیر مرافعہ ثانی کے ہی عمل کر لینے میں مضائقہ نہیں۔

یہ حکم مذکور تو دار الاسلام میں تھا اور دار الحرب میں زوجۂ مفقود کا جمہور مالکیہ کے نزدیک تو وہی حکم ہے جو حنفیہ کے نزدیک ہے یعنی جب تک اس کے ہم عمر لوگ زندہ ہیں اس وقت تک اس کی بیوی کے لئے اس کے نکاح سے جدا ہونے اور دوسرا نکاح کرنے کی کوئی صورت نہیں کما فی الروایۃ الثالثۃ من فتوی العلامۃ سعید بن صدیق مفتی المالکیۃ بالمدینۃ الطاہرۃ زادہا اللہ شرفا واجلالا۔ (اور بعض حضرات نے اس کی مدت عمر طبعی کے لحاظ سے تعیین بھی کر دی ہے جس میں مختلف اقوال ہیں بعض کے نزدیک نوے برس بعض کے نزدیک پچھتر سال بعض کے نزدیک ستر سال وغیر ذلک ولکن الاولی ان یفوض الی رأی اہل الخبرۃ واہل العلم بحالہ من صحتہ وسقمہ وقوتہ وضعفہ) مگر اشہب نے (جو امام مالک کے ممتاز شاگردوں میں ہیں اور فقہائے مالکیہ میں بلند پایہ رکھتے ہیں) دار الحرب میں بھی زوجۂ مفقود کا وہی حکم رکھا ہے جو دار الاسلام میں گذر چکا کما ذکرہ ابن رشد فی مقدماتہ (مدونہ صفحہ ۱۵۷ جلد ۲) حیث قال واما المفقود فی بلاد الحرب فحکمہ حکم الاسیر لا تتزوج امرأتہ ولا یقسم مالہ حتی یعلم موتہ او یأتی علیہ من الزمان ما لا یحیٰی الی مثلہ فی قول اصحابنا کلہم حاشا اشہب فانہ حکم لہ بحکم المفقود فی المال والزوجۃ جمیعا اھ۔

(جواب سوال دوم) حاکم جو چار سال کی مدت انتظار کیلئے مقرر کرے گا اس کی ابتداء اسوقت سے

ع کیونکہ ان کے نزدیک مفقود کے تمام ہم عمروں کے ختم ہو جانے پر بھی حکم بالموت حاصل کرنا شرط ہے۔ کما فی الدر عن القنیۃ انہ انما یحکم بموتہ بقضاء لانہ امر محتمل فما لم ینضم الیہ القضاء لا یکون حجۃ اھ اور مقتضائے قواعد واحتیاط ہونے کے علاوہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی بھی یہی ہے کہ عورت کی دوبارہ درخواست پر موت مفقود کا حکم کر کے عدت وفات گذارنے کا حکم دیا تھا اور مسئلہ مفقود میں مالکیہ کے مذہب کی اصل حضرت عمرؓ ہی کا فیصلہ ہے پھر نہ معلوم اس جزو میں کیوں خلاف کرتے ہیں۔ و نیز عنین کو قاضی کی طرف سے سال بھر کی مہلت ملنے کے باوجود بھی زوجۂ عنین کو اس سال کے گذر جانے پر دوبارہ درخواست دینی پڑتی ہے اس میں حنفیہ کے ساتھ مالکیہ بھی متفق ہیں پس نہ معلوم انہوں نے عنین و مفقود میں کیا فرق سمجھا ہے۔ واللہ اعلم ۱۲ منہ

سے جاوے۔ لیکن جس وقت حاکم خود بھی تفتیش کرکے پتہ ملنے سے مایوس ہوجائے اور قاضی کی عدالت میں پہونچے اور اُس کی تفتیش سے قبل خواہ کتنی ہی مدت گذر چکی ہو اُس کا کچھ اعتبار نہ ہوگا۔

کما فی اول الفتوی من العلامۃ سعید بن صدیق المالکی ویؤیدہ باوضح ما فی الروایۃ العشرین من العلامۃ الموصوف۔

(جواب سوال سوم) زوجۂ مفقود کسی صورت میں اُس کے نکاح سے خارج ہونے میں خود مختار نہیں بلکہ ہر حال میں قضائے قاضی شرط ہے۔ کما ھو مصرح فی الروایۃ العشرین من الامام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ۔ اور صورت مرافعہ اور فسخ کی سوال اوّل کے جواب میں گذر چکی ہے۔

(جواب سوال چہارم) ہاں قاضی پر یہ بھی ضروری ہے کہ صرف عورت اور اُس کے اولیا کی تفتیش اور اُن کے بیان پر اکتفا نہ کرے بلکہ خود بھی تلاش کرائے اور تلاش کرنے کی صورت یہ ہو کہ قاضی وحاکم کو جہاں جہاں مفقود کے جانے کا غالب گمان ہو وہاں وہاں آدمی بھیجا جاوے۔

کما فی شرح الدردیر صفحہ ۲۹۹ جلد ۱ من حین العجز عن خبرہ بالبحث عنہ فی الاماکن التی یظن ذھابہ الیہا من البلد ان بان یرسل الحاکم رسولا بکتاب لحاکم تلک الاماکن مشتمل علی صفۃ الرجل وحرفتہ ونسبہ لیفتش عنہ فیہا اھ۔

(اور جس جگہ جانے کا گمان غالب نہ ہو صرف احتمال ہو وہاں اگر خط کو کافی سمجھے تو وہاں خطوط بھیجکر تحقیق کرے اور اگر اخبار میں شائع کردینے سے خبر ملنے کی امید ہو تو یہ بھی کرلے۔ الغرض تفتیش میں پوری کوشش اور جہد بلیغ کرے کما لا یخفی) اور جب تلاش کے بعد پتہ ملنے سے مایوسی ہوجائے اُس وقت مذکورۃ الصدر طریق پر چار سال کے مزید انتظار کا حکم کرے۔ کما فی الروایۃ العشرین من فتوی العلامۃ سعید بن صدیق مفتی المالکیۃ بالمدینۃ المنورۃ۔

اور تفتیش کے مصارف کی بابت فقہائے مالکیہ میں اختلاف ہے بعض نے کہا کہ عورت کے ذمہ ہے اور بعض نے کہا بیت المال کے ذمہ اور بعض کے نزدیک یہ تفصیل ہے کہ اگر زوجہ[١] کے پاس مال ہو تو مصارف تفتیش اُس کے ذمہ ہونگے۔ ورنہ بیت المال کے ذمہ۔ کما فی الروایۃ الخامسۃ من فتوی العلامۃ الهاشم[٢] (اور جس جگہ بیت المال نہ ہو جیسے ہندوستان وغیرہ اگر ان مواقع میں حکومت مصارف برداشت کرے تو بہتر ہے ورنہ مسلمانوں سے چندہ کرلیا جاوے)۔

---

[١] وھذا القول الثالث اعدل الاقاویل عندنا واللہ اعلم ۱۲ منہ

[٢] افسوس کہ علامہ موصوف اس فتوی کی اشاعت سے قبل ہی رحلت فرما ہوگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۱۲ منہ

(جواب سوال پنجم) جن بلاد میں قاضی شرعی موجود نہیں جیسے اسلامی ریاستوں کے علاوہ ہندوستان کے تمام شہروں کا حال ہے تو وہاں وہ حکام جو گورنمنٹ کی طرف سے اس قسم کے معاملات کے تصفیہ کرنے کا اختیار رکھتے ہیں اگر وہ مسلمان ہوں اور فیصلہ شریعت کے موافق کریں تو اُن کا فیصلہ بھی قضائے قاضی کے قائم مقام ہو جاتا ہے جیسا کہ اس جزو دوم کے مقدمہ میں مفصل گذر چکا ہے

اور اگر مسلمان حاکم موجود نہ ہو یا اُس کی عدالت سے فیصلہ شریعت کے موافق نہ ہوتا ہو تو پھر مذہب مالکیہ کے موافق دیندار مسلمانوں کی ایک جماعت پنچایت کر کے حسب بیان مذکور تحقیق کرے اور تحقیق کامل کے بعد فیصلہ صادر کر دے تو یہ فیصلہ بھی قضائے قاضی کے حکم میں ہو جاوے گا لیکن پنچایت کا اُن شرائط کے موافق ہونا ضروری ہے جو مقدمہ میں گذر چکی ہیں وہاں دیکھ لیا جاوے۔

قاضی شرعی نہ ہو تو اس کا قائم مقام کون ہو سکتا ہے

(تتمہ هذا الجواب) اگر زوجہ مفقود ایسی جگہ چلی جاوے جہاں قاضی شرعی یا مسلمان حاکم موجود ہو اور اُس کے پاس مقدمہ دائر کرے تو اُس کا فیصلہ بھی زوجۂ مفقود کے لئے کافی ہے۔ فانها اذا دخلت فی بلد القاضی دخلت تحت ولايته واما المفقود فالولاية عليه ليس بشرط كما لايخفى۔

لیکن زوجہ مجنون یا زوجۂ عنین تنہا کسی قاضی کے علاقہ میں چلی جائے تو قاضی کا فیصلہ

ع۵ اگر کوئی شبہ کرے کہ مفقود الخبر جس جگہ کا باشندہ ہے وہاں کے قاضی کی ولایت گو اس وقت تو اس پر ثابت نہیں ہے مگر پیشتر اُس پر ولایت تھی اس واسطے ولایت اصلیہ کی بنا پر وہاں کے قاضی کی قضا نافذ ہو سکتی ہے اور جس قاضی کی ولایت میں اوّل ہی سے نہ تھا اُس کی قضا نافذ نہ ہونا چاہیئے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ نفاذ قضا کے لئے ولایت حال شرط ہے ولایت سابقہ معتبر نہیں پس سب جگہ کے قاضی مفقود کے بارہ میں یکساں شمار ہوں گے۔

وهذا ما فی رد المحتار (۵۱۵ جلد ۲ باب الولی) تحت قول الدر (صغیرة زوجت نفسها ولا ولی ولا حاكم ثمه توقف ونفذ باجازتها بعد بلوغها لان له مجيزا وهو السلطان) قوله (ولا حاكم ثمه) ای فی موضع العقد قوله (توقف الخ) هذا مبنی علی كفاية ذلك المكان تحت ولاية السلطان وان لم يكن تحت ولاية قاض وعليه فبطلان العقد يتصور فيما اذا كان فی دار الحرب او البحر او المفازة ونحو ذلك بخلاف القرى والامصار ويدل عليه ما فی الفتح فی فصل الوكالة بالنكاح حيث قال وما لا مجيز له ای ما ليس له (بقیہ حاشیہ بر صفحہ ۷۰)

معتبر نہ ہوگا بلکہ یہ ضروری ہے کہ نیوں عنین بھی اُس قاضی کے علاقہ میں ہوں۔

(جواب سوال ششم) مفقود کا حکم دارالحرب اور دارالاسلام میں مختلف ہے جیساکہ سوال اوّل کے جواب میں مفصل گذر چکا۔

مگر علماء مالکیہ کے فتاویٰ سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان و مصر و شام وغیرہ ممالک کہ جن میں باوجود حکومت کافرہ مسلط ہو جانے کے شعائر اسلام ہنوز قائم ہیں اُن سب میں مفقود کا حکم وہی ہے جو دارالاسلام میں ہے۔ بلکہ جس دارالحرب میں شعائر اسلام بھی موجود نہ ہوں مگر وہاں مسلمانوں کو صلح وغیرہ کی وجہ سے آنا جانا اور تفتیش کرنا ممکن ہو تو اُس دارالحرب میں بھی مفقود کا وہی حکم ہے جو دارالاسلام میں ہے۔ پس اصل بنا امکان تفتیش ہے۔

اس لئے ہندوستان کے دارالحرب ہونے میں جو علماء کا اختلاف ہے اُس کا اس مسئلہ پر کوئی اثر نہ پڑے گا۔ اور زوجۂ مفقود کو ان ممالک میں چار سال کی مہلت کے بعد عدت وفات گذار کر نکاح ثانی کا اختیار دیدیا جاوے گا

كما في الرواية الخامسة للعلامة

الفاهاشم والخامسة والعشرين

للعلامة الطيب

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۳) من يقدر على الاجازة يبطل كما اذا كانت تحته حرة فزوج الفضولي له امة او اخت امرأته او خامسة او زوجة معتدة او مجنونة او صغيرة يتيمة في دار الحرب او اذا لم يكن سلطان ولا قاض لعدم من يقدر على الامضاء حالة العقد فوقع باطلا اھ چونکہ اس روایت میں مجنونة او صغيرة في دار الحرب عام ہے اس کو کہ وہ مجنونہ یا صغیرہ اوّل ہی سے دارالحرب میں ہو یا پیشتر دارالاسلام میں تھی اور اب دارالحرب میں چلی گئی اس عموم کی وجہ سے ثابت ہوا کہ حیثیت سابقہ کا اعتبار نہیں ورنہ اُس مجنونہ اور صغیرہ میں جو دارالاسلام سے گئی ہو اعتبار ہوتا۔ و نیز قول شامی ای في موضع العقد اور ذلك المكان تحت ولاية السلطان کے لفظ سے واضح ہو کہ ولایت کیلئے سلطان و قاضی کے علاقہ میں ہونا شرط ہے۔ اور مالکیہ نے تو اس کی بہت ہی صاف تصریح کی ہے چنانچہ شرح دردیر میں ہے (ولا يزوج) القاضي (امرأة) اى لا يتولى عقد نكاحها حيث الولاية لها الا الحاكم (ليست بولايته) بان كانت خارجة عنها اذ لا ولاية عليها وان كان اصلها من اهلها اھ (صفحہ ۲۹۹ جلد ۲)۔ والله اعلم ۱۲ منہ

ہندوستان وغیرہ ممالک میں مفقود کا حکم وہی ہے جو دارالاسلام میں ہے

واپسی مفقود کے احکام

سوالات

(۱) اگر مفقود بعد حکم بالموت یا بعد نکاح ثانی قبل صحبت واپس آجائے دوسرے خاوند سے صحبت وغیرہ ہو چکنے کے بعد واپس آجائے تو مفقود کو عورت ملے گی یا نہیں اور سب صورتوں کا ایک ہی حکم ہے یا مختلف۔

(۲) دوسرے خاوند سے صرف نکاح یا نکاح اور صحبت دونوں ہو جانے کے بعد مفقود کے واپس آنے پر اگر زوجہ اُس کو مل جاتی ہو تو اُس کے متعلق چند سوالات مفصلہ ذیل ہیں۔

(الف) کیا پہلے خاوند کو تجدید نکاح کی ضرورت ہوگی یا ویسے ہی پہلا نکاح قائم سمجھا جائے گا۔

(ب) درصورت تجدید نکاح تجدید مہر کی بھی ضرورت ہوگی یا نہیں۔

(ج) اس صورت میں دوسرے خاوند کی عدت بھی واجب ہوگی یا نہیں۔ اور اگر واجب ہوگی تو کتنے ایام اور یہ عدت شوہر ثانی کے مکان پر گذاری جائے گی یا شوہر اوّل کے۔

(د) دوسرے شوہر کے ذمہ جو مہر تھا اُس کا ادا کرنا واجب رہے گا یا نہیں۔

(ہ) اگر زوج ثانی سے اولاد ہو چکی ہو یا تفریق کے بعد زمانہ عدت میں ہو جاوے تو اس اولاد کا نسب کس سے ثابت ہوگا۔ پہلے خاوند سے یا دوسرے سے۔

الجواب

(۱) وہ مفقود جس پر مرافعہ و تفتیش کے بعد چار سال تک انتظار کر کے قاضی نے موت کا حکم کردیا ہے اگر حکم بالموت کے بعد واپس آجائے تو اُس کی دو صورتیں ہیں۔

ایک یہ کہ شوہر ثانی کے ساتھ خلوت صحیحہ ہونے سے پہلے پہلے آجاوے خواہ عدت وفات کے اندر یا بعد۔ اور خواہ نکاح ثانی سے پہلے یا بعد۔

اور دوسری صورت یہ کہ ایسے وقت واپس آئے جب کہ عدت وفات گذارنے کے بعد عورت دوسرے مرد سے نکاح کر چکی اور خلوت صحیحہ بھی ہو چکی ہو۔ ان میں سے پہلی صورت کا حکم بالاتفاق یہ ہے کہ زوجہ

شوہر اول ہی کے نکاح میں بدستور سابق رہے گی۔ دوسرے خاوند کے پاس نہیں رہ سکتی۔
کما فی مجموع الروایۃ الرابعۃ عشر والخامسۃ عشر والرابعۃ والثلثین من فتوی العلامۃ الصالح۔

اور دوسری صورت میں مالکیہ کا تو مشہور مذہب یہی ہے کہ زوجہ دوسرے خاوند کے پاس رہے گی۔ شوہر اول کا اب اس سے کوئی تعلق نہیں رہا۔ کما فی الروایۃ الخامسۃ عشر من فتوی العلامۃ الصالح مع الروایۃ السابعۃ والعشرین من العلامۃ طیب بن اسحق المدنی۔ گو علامہ شعرانیؒ نے میزان میں لکھا ہے۔
ولہ روایۃ اخری انہا للاول بکل حال ومع قول الشافعی فی ارجح القولین ان النکاح الثانی باطل (ای اذا قدم المفقود)۔ (صفحہ ۱۲۴ جلد ۲)۔
لیکن امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کا مذہب اس بارہ میں یہ ہے کہ اگر مفقود حکم بالموت کے بعد بھی واپس آجاوے تو اس کی عورت ہر حال میں اسی کو ملے گی خواہ عدت وفات کے اندر آجاوے یا بعد انقضائے عدت اور خواہ نکاح ثانی اور خلوت وصحبت کے بعد آئے یا پہلے۔
کما صرح بہ شمس الائمۃ فی المبسوط حیث قال وقد صح رجوعہ (یعنی عمر رضؓ) عنہ الی قول علی رضؓ فانہ (ای علیا رضؓ) کان

ؔ ایک ضروری بات قابل تنبیہ یہ ہے کہ مالکیہ کے مذہب مشہور میں بھی زوج ثانی سے ہمبستری کے بعد شوہر اول کا حق فوت ہو جانے کی ایک شرط ہے جس کا علمائے مدینہ کے فتاویٰ میں تذکرہ نہیں ہے نہ معلوم اس کا ذکر کس وجہ سے رہ گیا ورنہ اُن کی معتبر و مستند کتاب میں موجود ہے۔
وہ شرط یہ ہے کہ دوسرے خاوند کو اس بات کی خبر نہ ہو کہ اس عورت کا خاوند لاپتہ ہے۔ اور اگر خبر ہو کہ اس کا خاوند لاپتہ ہے تو پھر شوہر ثانی کے دخول و ہمبستری کے بعد واپس آنے پر بھی شوہر اول کا نکاح باقی رکھا جائے گا اور اُسی کو مل جاوے گی۔ کما صرح بہ فی مختصر الخلیل وشرحہ للعلامۃ الدردیر (صفحہ ۴۰۰ جلد ۱) فتکون للمفقود فیہما اذا جاء او تبین حیاتہ او موتہ فی العدۃ او بعدھا و قبل عقد الثانی او بعدہ وقبل تلذذہ بہا او بعدہ عالما بما ذکر وتفوت علیہ وتکون للثانی ان تلذذ بہا غیر عالم اھ۔ پس مذہب مشہور کی بناء پر بھی صرف اُس جگہ مالکیہ کو اختلاف ہوگا جہاں شوہر ثانی کو خبر نہ ہو کہ یہ زوجہ مفقود ہے وھو نادر اً ۱۲ منہ۔
ؔ فان قال قائل اذا رجع عمر رضؓ عن مذھبہ (بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

يقول ترد الى زوجها الاول ويفرق بينها وبين الآخر ولها المهر بما استحل من فرجها ولا يقربها الاول حتى تنقضي عدتها من الآخر وبهذا كان يأخذ ابراهيم فيقول قول علي رض احب الي من قول عمر رض وبه نأخذ ايضاً (صفحہ ۳۷ جلد ۱۱) وفي ميزان الشعراني (صفحہ ۱۲۴ جلد ۲) ومن ذلك قول ابي حنيفة[1] ان المفقود اذا قدم بعد ان تزوجت زوجته بعد التربص يبطل العقد وهي للاول وان كان الثاني وطئها فعليه مهر المثل وتعتد من الثاني ثم ترد الى الاول اھ۔

اور حنفی کے لئے غیر حنفیہ کے مذہب پر فتویٰ دینا سخت ضرورت کے وقت جائز ہے جیسے تاجیل زوجۂ مفقود وغیرہ کی صورتیں لیکن واپسی مفقود کی صورت میں دوسرے مذہب پر عمل کرنے کی کوئی ضرورت داعی نہیں۔

لہٰذا اس صورت ثانیہ میں بھی (یعنی جب کہ واپسی مفقود سے قبل شوہر ثانی خلوت صحیحہ بھی کر چکا ہو تب بھی) زوجہ اپنے خاوند سابق ہی کے نکاح میں رہے گی۔ شوہر ثانی کے پاس رہنا جائز نہیں کیونکہ شوہر اول کی واپسی سے نکاح ثانی باطل قرار دیا گیا۔ واللہ اعلم۔

(۲) سوال اول کے جواب میں مبسوط کی جو عبارت درج کی گئی ہے اُس سے سوال ہذا کے پانچوں اجزاء کا جواب نکل آیا۔

یعنی

(**الف**) پہلا نکاح قائم رہے گا تجدید نکاح کی ضرورت نہیں اگرچہ دوسرے خاوند سے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) فكيف يسوغ للمالكية القول بمذهب السابق المرجوع عنه قلنا الرجوع مختلف فيه۔ اى صح الرجوع عند الاحناف ولم يصح عند المالكية كما قال ابن قدامة في كتابه المسمى بالمغني (صفحہ ۱۳۲ جلد ۹) قال الاثرم قلت (لمالك رح) فروى من وجه ضعيف ان عمر رض قال بخلاف هذا قال لا الا ان يكذب انسان اھ ۱۲ منہ (حاشیہ متعلقہ صفحہ ہذا)

[1] وما في العالمگيرية (صفحہ ۱۷۶ جلد ۳) عن التاتارخانية فان عاد زوجها بعد مضى المدة فهو احق بها وان تزوجت فلا سبيل له عليها اھ فلا يعول عليه في مقابلة تصريح المبسوط والله اعلم ۱۲ منہ

... ہو چکی ہے۔ وھو المستفاد من قولہ ترد الی زوجہا الاول ومن قولہ ولا یقربہا الاول الخ۔

(ب) ظاہر ہے کہ جب تجدید نکاح نہیں ہوا تو پھر تجدید مہر کہاں۔

(ج) دوسرے شوہر کی عدت گذارنا واجب ہے جب تک عدت ختم نہ ہو اس وقت تک شوہر اول کو اس کے پاس جانا ہرگز جائز نہیں ہے بلکہ پوری احتیاط لازم ہے۔

(وھو المصرح فی قولہ ولا یقربہا الاول حتی تنقضی عدتہا من الآخر)۔

اور عدت میں جو تفصیل دوسرے مواقع میں ہے وہ یہاں بھی ہوگی یعنی اگر حاملہ ہے تو وضع حمل ورنہ تین حیض۔ باقی رہا یہ سوال کہ زمانہ عدت کہاں گذارے سو اس کا جواب یہ ہے کہ شوہر اول کے ہاں گذارے گی۔

لانہا بمنزلۃ الموطوءۃ بالشبہۃ کما قال شمس الائمۃ فعرفنا ان المنعیۃ انہا زوجۃ الاول ولکن لا یقربہا لکونہا معتدۃ الغیر کالمنکوحۃ اذا وطئت بشبہۃ (مبسوط صفحہ ۳۷ جلد ۱۱)۔

وفی الدر المختار (باب العدۃ صفحہ ۱۰۰۱ شامی جلد ۲) وللموطوءۃ بشبہۃ ان تقیم مع زوجہا الاول وتخرج باذنہ فی العدۃ لقیام النکاح بینہما انما حرم الوطی الخ ونقل الشامی عن کافی الحاکم ان امرأۃ رجل لو تزوجت (بآخر) ودخل بہا الزوج (الثانی) ثم فرق بینہما وردت الی زوجہا الاول کان لہا ان تتشوف الی زوجہا الاول وتتزین لہ وعلیہا عدۃ الآخر ثلث حیض اھ واللہ سبحانہ اعلم (صفحہ ۱۰۲۵ آخر فصل الحداد)۔

(د) اگر خلوت صحیحہ ہو چکی ہے تو پورا مہر جو بوقت نکاح مقرر کیا گیا تھا ادا کرنا واجب ہوگا۔

وھو المستفاد من قولہ ولہا المہر بما استحل من فرجہا ولم یصرح ان المراد من المہر المہر المسمی او مہر المثل لکن المتبادر عند الاطلاق ھو المہر المسمی وایضا مامر فی حکم المجنون من انہ اذا فسخ النکاح بعد الدخول

ـہ ودواعیہ ملحقۃ بہ کما ھو الظاہر ۱۲ منہ ـہ ۱۵ ای تنظر کذا فی القاموس ۱۲ منہ

يجب المهر المسمى يؤيده ما قلنا وما في الميزان للشعراني من [illegible] والمثل فلا يتأيد برواية ولا يعتضد بالقواعد والدراية فيما نعلم بل ظاهر المبسوط والبدائع يخالفه كما مر آنفا والله اعلم

اور اگر خلوت صحیحہ نہ ہوئی ہو تو اس صورت میں مہر کا حکم صراحۃً نظر سے نہیں گزرا مگر قواعد سے معلوم ہوتا ہے کہ اس صورت میں مہر بالکل نہ ملے گا۔

لان رفع نكاح الزوج الثاني كالفسخ وفي الفسخ قبل الخلوة لا يجب شئ من المهر كما مر عن البدائع في حكم زوجة المجنون وايضا لفظ المبسوط بما استحل من فرجها يشير الى ان مجرد النكاح لا يوجب المهر والله اعلم

(۵) اس اولاد کا نسب دوسرے خاوند سے ثابت ہوگا۔

كما صرح به العلامة الشامي في رد المحتار (باب المفقود صفحہ ۳۲۱ جلد ۳) واليه ذهب المالكية رح ايضا كما صرح به في الرواية الثالثة والثلاثين من فتوى العلامة الصالح المالكي الملحقة بآخر الكتاب۔

فائدہ

زوجۂ مفقود کے لئے چار سال کے مزید انتظار کا حکم اُس صورت میں تو بالاتفاق ضروری ہے جبکہ عورت اتنی مدت تک صبر و تحمل اور عفت کے ساتھ گذار سکے لیکن اگر یہ صورت ممکن نہ ہو یعنی عورت اندیشۂ ابتلا ظاہر کرے۔ اور اُس نے ایک عرصۂ دراز تک مفقود کا انتظار کرنے کے بعد مجبور ہو کر اُس حالت میں درخواست دی ہو جبکہ صبر سے عاجز ہو گئی تو اس صورت میں اس کی بھی گنجائش ہے کہ مذہب مالکیہ کے موافق چار سال کی میعاد میں تخفیف کر دی جاوے کیونکہ جب عورت کے ابتلاء کا شدید اندیشہ ہو تو اُن کے نزدیک کم از کم ایک سال صبر کے بعد تفریق جائز ہے۔

---

۵ اور عرصۂ دراز کی تعیین مفوض الی رای الحاکم ہے یعنی قاضی یا جماعت مسلمین مدعیہ کے خاص حالات میں غور کر کے قرار دیں کہ مقدمہ پیش ہونے سے پیشتر اُس نے کافی انتظار کر لیا ہے یا نہیں اگر معمولی انتظار کے بعد مقدمہ دائر کر دیا تب تو احکام گذشتہ کے موافق چار سال کے مزید انتظار کا حکم دیا جاوے اور اگر کافی انتظار کر کے مقدمہ پیش کیا ہے تو اس گنجایش کے موافق فیصلہ کی اجازت ہے ۱۲ منہ (بقیہ بر صفحہ ۷۶)

وکما فی الروایۃ الثانیۃ من فتوی العلامۃ الفاضل الشیخ

مگر علمائے مہاجرین دونوں صورتوں میں چار ہی سال کی مدت کے مزید انتظار کو شرط فرماتے ہیں اور یہ اگرچہ ناقابل حرج ہے کہ زیادہ احتیاط کی بات ہے لیکن جہاں قرائن قویہ سے اندیشہ قوی ابتلاء بالزنا کا ہو تو ایک سال کے قول پر بھی حاکم کو حکم کر دینے کی گنجائش ہے مگر معاملہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے بہانہ تلاش نہ کیا جاوے۔

اشرف علی

تتمۃ الفائدۃ

اگر تفریق اس قاعدہ کے موافق کی جائے تو اس بات کا خیال ضروری ہے کہ یہ تفریق طلاق رجعی ہوگی اور اس صورت میں زوجۂ مفقود کو بجائے عدت وفات کے عدت طلاق تین حیض گذارنے ہوں گے اور اگر مفقود اس صورت میں واپس آ گیا تو اس میں یہ تفصیل ہوگی کہ اگر عدت کے اندر اندر آ کر رجعت کر لے تو رجعت صحیح ہو جائے گی اور زوجہ بدستور اس کے نکاح میں رہے گی اور اگر عدت کے بعد آیا یا پہلے ہی آ گیا مگر عدت کے اندر رجعت قولی یا فعلی نہ کی تو اب زوجۂ مفقود پر طلاق بائنہ ہو کر وہ خود مختار ہو گئی خواہ دوبارہ اسی سے نکاح کرے یا کسی دوسرے سے

ولما فی الروایۃ

الرابعۃ عشر من

فتوی العلامۃ

الصالح التونسی

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۹) عسہ لیکن یہ بات کہ یہ سال غائب ہونے کے وقت سے شروع سمجھا جائے گا یا مرافعہ الی القاضی کے وقت سے اس کی تصریح فتاوے مالکیہ میں نہیں ہے اور جس قدر کتب مالکیہ یہاں موجود تھیں اُن میں بھی دستیاب نہیں ہوئی۔ اور ظاہر ہے کہ احتیاط اسی میں ہے کہ مرافعہ کے بعد سے سال انتظار شمار کیا جائے ۱۲ منہ

متعنت اصطلاح میں اُس شخص کو کہتے ہیں جو باوجود قدرت کے بیوی کے حقوق نان نفقہ وغیرہ ادا نہ کرے اس کا حکم بھی بوقت ضرورت شدیدہ تتمہ رسیدہ مستورات کی رہائی کے لئے مالکیہ کے مذہب سے لیا گیا ہے جو ذیل کے سوال وجواب میں مذکور ہے۔

سوال

(۱) جو شخص باوجود قدرت کے اپنی زوجہ کے حقوق نان ونفقہ ادا نہ کرتا ہو کیا اُس کی زوجہ کو حق ہے کہ کسی طرح اپنے آپ کو اُس کی زوجیت سے نکال سکے۔ اگر ہے تو اُس کی کیا صورت ہے۔

(۲) اگر قاضی اُن میں تفریق کر سکتا ہے تو جب قاضی اُس متعنت کی زوجہ پر طلاق واقع کر چکے جو نان نفقہ نہ دیتا ہو اُس وقت یا اُس کے بعد پھر کسی وقت متعنت اپنی حرکت سے باز آجائے اور نفقہ وغیرہ حقوق ادا کرنے کا وعدہ کرے تو کیا وہ عورت پھر اُس کو مل جائے گی۔ اور اگر اُس کو مل سکتی ہے تو قبل عدت اور بعد عدت میں یا قبل نکاح ثانی اور بعد نکاح ثانی میں کچھ فرق ہوگا یا نہیں۔

الجواب

(۱) زوجۂ متعنت کو اوّل تو لازم ہے کہ کسی طرح خاوند سے خلع وغیرہ کرے لیکن اگر باوجود سعی بلیغ کے کوئی صورت نہ بن سکے تو سخت مجبوری کی حالت میں مذہب مالکیہ پر عمل کرنے کی گنجائش ہے کیونکہ اُن کے نزدیک زوجۂ متعنت کو تفریق[1] کا حق مل سکتا ہے اور سخت مجبوری کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ عورت کے خرچ کا کوئی انتظام نہ ہو سکے یعنی نہ کوئی شخص عورت کے خرچ کا بندوبست کرتا ہو اور نہ خود عورت حفظ آبرو کے ساتھ کسب معاش پر قدرت رکھتی ہو۔ اور دوسری صورت یہ مجبوری کی یہ ہے کہ اگرچہ بسہولت یا بدقت خرچ کا انتظام ہو سکتا ہے لیکن شوہر سے علیحدہ رہنے میں ابتلاء معصیت کا قوی اندیشہ ہو۔

اور صورت تفریق کی یہ ہے کہ عورت اپنا مقدمہ قاضی اسلام یا مسلمان حاکم اور اُن کے نہ ہونے کی صورت

[1] وھذا الحکم عند المالکیۃ لا یختص بخشیۃ الزنا وافلاس الزوجۃ لکن لم نأخذ مذھبھم علی الاطلاق بل اخذناہ حیث وجدت الضرورۃ المسوغۃ للخروج عن المذھب ۱۲ منہ

میں جماعت مسلمین کے سامنے پیش کرے اور جس کے پاس پیش ہو وہ معاملہ کی شرعی شہادت وغیرہ سے پوری تحقیق کرے اور اگر عورت کا دعویٰ صحیح ثابت ہو کہ باوجود وسعت کے خرچ نہیں دیتا تو خاوند سے کہا جاوے کہ اپنی عورت کے حقوق ادا کرو یا طلاق دو ورنہ ہم تفریق کردینگے اسکے بعد بھی اگر ظالم کسی صورت پر عمل نہ کرے تو قاضی یا شرعاً جو اُس کے قائم مقام ہو طلاق واقع کردے اس میں کسی مدت کے انتظار و مہلت کی باتفاق مالکیہ ضرورت نہیں الروایۃ الثالثۃ والعشرین من الفتوی للعلامۃ سعید بن صدیق

(۲) متعنت اگر اپنی حرکت سے اُس وقت باز آئے جب حاکم اُس کی زوجہ پر طلاق واقع کرچکا اور عدت بھی گذر چکی تو اب اُسکا کوئی اختیار زوجہ پر نہیں رہتا کیونکہ عدت گذرنے کے بعد رجوع کا حق نہیں رہتا گو طلاق رجعی ہی ہو البتہ تراضی طرفین سے نکاح ہو سکتا ہے اور اگر انقضائے عدت سے پہلے پہلے اپنی حرکت سے باز آجائے اور نفقہ دینے پر آمادہ ہو جاوے تو اس بارہ میں مالکیہ کے مذہب میں صریح روایت نہیں اسلئے اہل فتوی کے نزدیک دو احتمال ہیں۔ ایک یہ کہ اس تفریق کو طلاق رجعی قرار دیا جائے اور عدت کے اندر اندر رجعت کو صحیح کہا جائے۔ دوسرا یہ کہ طلاق بائنہ قرار دی جاوے۔ اور رجعت کا حق خاوند کو نہ دیا جاوے لیکن علامہ صالح نے احتمال اول کو اقرب لکھا ہے کما فی الروایۃ الرابعۃ عشر مع التنبیہ والتلخیص من الفتوی الثانیۃ للعلامۃ الصالح۔ اور ہم کو بھی علامہ صالح کی رائے اُن کے فتوے میں غور کرنے کے بعد درست معلوم ہوتی ہے۔ اس واسطے ہمارے نزدیک فتوی یہی ہے کہ عدت کے اندر اندر تعنت سے باز آجانے کی صورت میں عورت کو اُسی کے پاس رہنا پڑے گا خواہ عورت راضی ہو یا نہ ہو کیونکہ رجعت میں عورت کی رضامندی ضروری نہیں مگر احتیاطاً تجدید نکاح ہو جاوے تو بہتر ہے۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب

عـــہ جماعت مسلمین کا نیز مسلمان حاکم کا مفصل بیان جزو دوم کے مقدمہ میں گذر چکا ہے اُس کا ملاحظہ ضروری ہے ۱۲ منہ

عـــہ فان قیل ان المتعنت اذا رجع عن التعنت بعد العدۃ فالمرأۃ لا ترجع الیہ بحال کما ھو مذکور فی ھذا المقام والغائب المطلق علیہ اذا قدم بعد العدۃ واثبت خلاف ما ادعتہ فالمرأۃ لہ وان عاند بعد ما ارسل الیہ الحاکم کما سیأتی فما الفرق بین تعنت الحاضر وعناد الغائب حیث لاحق بعد العدۃ للمتعنت بحال بخلاف الغائب المعاند یجاب بان تعنت الحاضر یثبت علیہ فی مجلس القاضی فتکون لہ قوۃ کما یفھم من المختصر مع شرحہ حیث قال (وان لم یجب) المدعی علیہ باقرار ولا انکار (حبس وادب) بالضرب (ثم) ان استمر علی عدم الجواب (حکم) علیہ بالحق لانہ فی قوۃ الاقرار بالحق اھ (صفحہ ۲۹۳ جلد ۲) بخلاف عناد الغائب فافہم ۱۲ منہ

عـــہ جب رجعت صحیح ہو گئی تو عورت کو دوسری جگہ نکاح کرنا حرام ہے اور اسی مرد کے پاس رہنا ضروری ہے اس لئے عورت کو بھی لازم ہے کہ تجدید نکاح کرے لیکن اگر عورت اپنی بیوقوفی سے تجدید نکاح نہ کرے تو مرد کو جائز ہے کہ بدون تجدید ہی رکھ لے۔ ۱۲ منہ

حکم زوجۂ غائب غیر مفقود

یہ حکم بھی فقہ مالکی سے لیا گیا ہے تاکہ بوقت ضرورت شدیدہ ظالم کو تجات حاصل ہو سکے

سوال

(۱) جو شخص غائب ہو جائے اور پتہ اُس کا معلوم ہے لیکن نہ وہ خود آتا ہے نہ بیوی کو اپنے پاس بلاتا ہے نہ اُس کے خرچ وغیرہ کا انتظام کرتا ہے اور نہ طلاق دیتا ہے اس وجہ سے عورت تنگ اور پریشان ہے تو کیا اُس کی عورت کے لئے کوئی سبیل ہے کہ اُس غائب کی زوجیت سے اپنے آپ کو الگ کرے اور جائز طور پر دوسری جگہ نکاح کر سکے۔

(۲) درصورت جواز تفریق اگر تفریق کے بعد نکاح ثانی سے پیشتر یا نکاح ثانی کے بعد وہ شخص واپس آجائے اور نان نفقہ کا انتظام کرنے پر آمادہ ہو تو کیا زوجہ اُس کو مل جاوے گی اور اگر واپس مل جاتی ہے تو کن شرائط اور کس تفصیل کے ساتھ ملتی ہے۔

الجواب

(۱) اس عورت کی رہائی کے لئے بہتر صورت باتفاق ائمہ صحیح ہے وہ تو یہ ہے کہ اُس خاوند کو خلع پر راضی کیا جاوے۔ اور اگر وہ سنگدل خلع پر بھی راضی نہ ہو تو پھر اگر یہ عورت صبر کر کے اپنا زمانہ عفت میں گذار سکے تو بہتر ورنہ جب گذارہ اور نان نفقہ کی کوئی صورت ممکن نہ ہو تو سخت مجبوری میں یہ بھی گنجائش ہے کہ مذہب مالکیہ کے موافق صورت ذیل اختیار کر کے رہائی حاصل کر لے۔

وہ صورت یہ ہے کہ اولاً قاضی[1] کے پاس مقدمہ پیش کر کے گواہوں سے اُس غائب کیساتھ اپنا نکاح ہونا ثابت کرے پھر یہ ثابت کرے کہ وہ مجھکو نفقہ دے کر نہیں گیا اور نہ وہاں سے اُس نے میرے لئے نفقہ بھیجا نہ یہاں کوئی انتظام کیا۔ اور نہ میں نے نفقہ معاف کیا۔ غرض نفقہ کا وجوب بھی اُس کے ذمہ ثابت کرے اور یہ بھی کہ وہ اس واجب میں کوتاہی کر رہا ہے۔ اور ان سب باتوں پر حلف بھی کرے اس کے بعد اگر کوئی عزیز قریب یا اجنبی اس کے نفقہ کی کفالت[2] کر لے تو خیر ورنہ قاضی اُس

---

[1] اور جہاں قاضی نہ ہو وہاں کا حکم مقدمہ میں مفصل گذر چکا ہے اُس کو ضرور دیکھ لیا جاوے ۱۲ منہ

[2] اگر کسی نے اُس وقت نفقہ کی کفالت کر لی لیکن پھر چھوڑ دیا تو عورت کو مکرر مرافعہ کا حق ہوگا ۱۲ منہ

شخص کے پاس حکم بھیجے کہ یا تو خود حاضر ہو کر اپنی بیوی کے حقوق ادا کرو یا اُس کو بلوا لو یا وہیں سے کوئی انتظام کرو۔ ورنہ اس کو طلاق دیدو اور اگر تم نے ان باتوں میں سے کوئی بات نہ کی پھر ہم خود تم دونوں میں تفریق کر دیں گے۔ اس پر بھی اگر خاوند کوئی صورت قبول نہ کرے تو قاضی ایک مہینے کے مزید انتظار کا حکم دے اس مدت میں بھی اگر اس کی شکایت رفع نہ ہوئی تو اس عورت کو اس غائب کی زوجیت سے الگ کر دے۔ کما فی الروایۃ الثانیۃ والعاشرۃ والثانیۃ والعشرین والسادسۃ والثلاثین۔

اور یہ ظاہر ہی ہے کہ تفریق کے لئے عورت کی طرف سے مطالبہ شرط ہے۔ پس اگر اس غائب کا جواب آنے کے بعد عورت مطالبہ ترک کر دے تو پھر تفریق نہ کی جائے گی۔

تنبیہ ضروری

قاضی جو اس غائب کے پاس حکم بھیجے تو بذریعہ ڈاک وغیرہ بھیجنا کافی نہیں بلکہ اس کی یہ صورت ہے کہ حکم نامہ دو ثقہ آدمیوں کو سنا کر ان کے حوالہ کر دے کہ اس کو غائب کے پاس لے جاؤ۔ یہ دونوں شخص غائب کو حکم نامہ پہونچا کر اس سے جواب طلب کریں اور جو کچھ جواب تحریری یا زبانی نفی یا اثبات میں دے اس کو خوب محفوظ رکھیں (بلکہ زبانی جواب کو بھی احتیاطاً لکھ لیں) تاکہ واپس ہو کر اس پر شہادت دے سکیں اور اگر وہ کچھ جواب نہ دے تو اسی کی شہادت دیدیں۔

الغرض قاضی جو حکم کرے ان دونوں کی شہادت پر کرے محض خط کو کافی نہ سمجھے۔

وهو منصوص المذهبين الحنفي والمالكي كما صرحوا به في كتاب القاضي الى القاضي وقال العلامة الدردير تحت قول المختصر ولم يفد كتاب وحده بل لا بد من شهادة على الحاكم والى قوله فلا بد من شاهدين يشهدان على ان هذا كتاب القاضي الفلاني وانه اشهدهما على ما فيه (صفحہ ۲۹۸ جلد ۲) واللہ اعلم۔

فائدہ

اگر غائب شخص کسی دور دراز ملک میں ایسی جگہ پر ہو جہاں پوری جد وجہد اور امکانی کوشش کے باوجود بھی آدمی بھیجنے کا کوئی انتظام ممکن نہ ہو تو بدرجۂ مجبوری کے وقت اس کی بھی گنجائش ہے کہ بغیر آدمی بھیجے ہوئے حاکم یا قائم مقام حاکم واقعہ کی تحقیق حسب قاعدہ مذکورہ کرنے کے بعد تفریق کا حکم کر دے۔ کما فی الروایۃ العاشرۃ للعلامۃ الہاشم۔

عہ یعنی بذریعہ دو ثقہ آدمیوں کے جس کا تذکرہ تنبیہ میں آتا ہے ۱۲ منہ عہ فتاویٰ مالکیہ کی روایت سی و ششم میں جس کا حوالہ متن میں عنقریب آتا ہے یہ بات تو مصرح ہے کہ یہ تاجیل شہر قاضی کے سامنے دعویٰ ثابت کرنے کے بعد ہوگی لیکن اُس روایت میں ارسال الی الغائب سے کوئی تعرض نہیں اس لئے یہ بھی معلوم نہ ہو سکا کہ یہ تاجیل بعد الارسال ہوگی یا قبل الارسال۔ ہم نے بعد الارسال کو احوط سمجھ کر اختیار کر لیا ہے ۱۲ منہ

ہاتھ لگادیا یا بیوی اپنے شوہر کے اصول و فروع مذکرہ مثلاً خسر کے ساتھ کوئی فعل موجب حرمت مصاہرت کر بیٹھے یا خسر وغیرہ نے اس قسم کے فعل کا ارتکاب کیا ہو تو ان سب صورتوں میں یہ بیوی اس خاوند پر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے حرام ہو جاتی ہے خواہ یہ افعال کسی نے دانستہ کئے ہوں خواہ بھول چوک میں ہو گئے ہوں ہر حال میں ایک ہی حکم ہے جیسا کہ ابھی گذر چکا۔

اگر کوئی واقعہ ایسا ہو جاوے تو عورت کو بھی لازم ہے کہ اپنے خاوند کے پاس ہرگز نہ رہے اور مرد کے ذمہ بھی واجب ہے کہ فوراً اس عورت کو الگ کردے اور زبان سے بھی علیحدگی کو ظاہر کردے مثلاً یوں کہہ دے کہ میں نے تجھ کو چھوڑ دیا۔ یا یوں کہدے کہ میں نے تجھ کو طلاق دیدیا اور اس کہنے کے بعد عدت گذرنے پر عورت کو دوسری جگہ نکاح کرنا جائز ہے۔

لیکن اگر خاوند بے دینی اختیار کرے اور عورت کو الگ نہ کرے تو جس طرح ممکن ہو عورت کو اس کے پاس سے چلا جانا نہایت ضروری ہے کیونکہ اس کے ساتھ میاں بیوی کا تعلق رکھنا حرام ہو چکا مگر جب تک خاوند زبان سے نہ کہدے کہ میں نے الگ کر دیا ہے یا قاضی تفریق نہ کردے اس وقت تک دوسری جگہ بھی اس عورت کا نکاح درست نہیں ہو سکتا جیسا کہ درمختار میں ہے

(و) حرم ایضا بالصهریة (اصل مزنیة) اراد بالزنا الوطی الحرام (و) اصل (ممسوسة بشهوة) ولو لشعر علی الرأس بحائل لا یمنع الحرارة (و) اصل ماسته وناظرة الی ذکره والمنظور الی فرجها) المدور (الداخل ولو نظره (من زجاج او ماء هی فیه وفروعهن) مطلقا اھ وقال الشامی تحت قوله (وحرم ایضا الخ) قال فی البحر اراد بحرمة المصاهرة الحرمات الاربع حرمة المرأة علی اصول الزانی وفروعه نسبا ورضاعا وحرمة اصولها وفروعها علی الزانی نسبا ورضاعا کما فی الوطی الحلال الخ (ص ۴۵۰ ج ۲) وقال تحت قوله (مطلقا) یرجع الی الاصول والفروع ای وان علون وان سفلن ط اھ (ص ۲۵۹) وفی الدر ایضا بعد ورقتین

سه واما ماذکر فی عدة رد المحتار ومثله فی البحر من ان المتارکة کما تکون من الزوج کذلك تکون من الزوجة۔ فهو مختص بما اذا کانت الحرمة اصلیة لا طاریة کما اذا نکحت المرأة من تثبت به حرمة المصاهرة والرضاع قبل النکاح۔ فیجب علی کل من الزوجین فسخه وکل واحد منهما مستقل فی هذه المتارکة ولا کذلك فی الحرمة الطاریة بعد النکاح فان المتارکة فیه لا یتحقق الا من الزوج او بتفریق القاضی وهو صورة الجمع بین القولین وبه یرتفع الخلاف بین کلام البحر والمذکور فی الشامیة والله اعلم ۱۲ منه سه والنظر الی الانثیین لا یوجب حرمة المصاهرة کما لا یخفی والنزوع من تعرض لهذا ۱۲ منه

وتكفي الشهوة من احدهما وقال الشامي هذا يظهر في المس اما في النظر فتعتبر الشهوة من الناظر وفيه ايضا وبحرمة المصاهرة لا يرتفع النكاح حتى لا يحل لها التزوج بآخر الا بعد المتاركة وانقضاء العدة وفي رد المحتار تحت قوله (الا بعد المتاركة) اي وان مضى سنون كما في البزازية وعبارة الحاوي الا بعد تفريق القاضي او المتاركة اهـ وقد علمت ان النكاح لا يرتفع بل يفسد وقد صرحوا في النكاح الفاسد ان المتاركة لا تتحقق الا بالقول ان كانت مدخولا بها كتركتك او خليت سبيلك واما غير المدخول بها فقيل تكون بالقول وبالترك على قصد عدم العود اليها وقيل لا تكون الا بالقول فيهما الخ (ص ۲۶۳ جلد ۲)۔

پس عورت اگر دوسری جگہ نکاح کرنا چاہے تو قاضی کے پاس نالش کرے تفریق کا حکم حاصل کرے اور جس علاقہ میں قاضی نہ ہو وہاں اگر کوئی مسلمان حاکم حکومت وقت کی جانب سے ایسے معاملات میں تفریق کا اختیار رکھتا ہو تو اُس کے پاس مقدمہ پیش کرے ورنہ مسلک مالکیہ کے مطابق جماعت مسلمین سے رجوع کیا جاوے اور جماعت مسلمین کا مفصل بیان اصل رسالہ کے جزو دوم کے مقدمہ میں گذر چکا ہے اُس سب کو غور کے ساتھ دیکھ لینا نہایت ضروری ہے۔

عـه وظاهر ان الفقهاء لا يعتدون الا بقول الزوج فلا ثمرة لهذا الاختلاف في حق المرأة فيما اعلم وان ظهر للاختلاف ثمرة في صورة ما فالاحوط ان يؤخذ قول من اشترط المتاركة بالقول خصوصا في الفساد الطاري ۱۲ منہ

عـه اصل رسالہ کے دیباچہ میں حاشیہ پر یہ مضمون واضح ہو چکا ہے کہ جب دو عمل جداگانہ ہوں تو تلفیق جائز ہے مگر حضرات فقہاء نے احتیاط کے لئے اصل رسالہ میں ایسا کوئی مسئلہ نہیں لیا جس میں تلفیق خارق اجماع لازم آئے اور ہمارے تین مسئلوں میں سے بھی دو مسئلوں میں اس کی رعایت موجود ہے صرف اس ایک مسئلہ یعنی حرمت مصاہرت میں جماعت مسلمین کا فیصلہ ایسا ہے جس میں بظاہر تلفیق خارق اجماع لازم آتی ہے یعنی مذہب حنفیہ میں تو جماعت مسلمین کا فیصلہ معتبر نہیں اور مالکیہ کے مشہور و مختار مذہب کی بنا پر صرف تقبیل و لمس بالشہوۃ وغیرہ سے حرمت مصاہرت متعلق نہیں ہوتی گو بعض صورتوں میں بقول غیر مشہور کے موافق اور بعض میں قول غیر مشہور کے موافق ان سے بھی حرمت متعلق ہو جاتی ہے کما في مختصر الخليل وشرحه للدردير وفي نشر حرمة الزنا خلاف المعتمد منه عدم نشره الحرمة الى قوله وان حاول زوج تلذذا بزوجته فالتذ بابنتها منه او من غيره ظانا انها زوجته بوطء او مقدمته فتردد في تحريم زوجته عليه وهو المرتضى وعدمه (ص ۲۹۶ ج ۱)۔

غرض بعض صورتوں میں جماعت مسلمین کے ذریعہ سے حرمت مصاہرت کی تفریق کرانے میں تلفیق کا شبہ ہو گا لیکن ہم اس کو عمل واحد شمار نہیں کرتے بلکہ جماعت مسلمین کو قاضی کے حکم میں سمجھنا ایک مستقل مسئلہ ہے اور حرمت مصاہرت کو تفریق کا سبب کہنا دوسرا مستقل مسئلہ ہے جیسے وضو جداگانہ عمل ہے اور نماز جدا اور توضیح اس کی اصل رسالہ کے دیباچہ میں حاشیہ پر کر دی گئی ہے پس تلفیق کی یہ صورت ہمارے نزدیک جائز ہے جس کی تائید علامہ محمد بن علی بصاوی مفتی مالکیہ کے فتوے کی روایت (ص ۴۲) سے بھی ہوتی ہے تاہم عمل کے وقت احتیاط یہ ہے کہ عمل کرنے والا جواز تلفیق کے بارہ میں کسی اپنے معتقد فیہ عالم محقق سے رجوع کر کے اُن کے فتوی پر عمل کرے۔ واللہ اعلم ۱۲ منہ

طریق فیصلہ

جب عورت دعوےٰ کرے کہ میرے اور خاوند کے اصول و فروع میں سے فلاں مرد کے درمیان یا خاوند اور میرے اصول و فروع میں سے فلاں عورت کے درمیان ایسا ایسا[عہ] واقعہ پیش آیا ہے جو حرمت مصاہرت کا موجب ہے لہٰذا مجھ کو میرے خاوند سے الگ کر دیا جاوے تو قاضی یا اُس کا قائم مقام اول شوہر سے بیان لے اگر اُس نے عورت کے بیان کی تصدیق کر دی تب تو تفریق کا حکم کر دیا جائے اور اگر خاوند نے اس دعوے کی تصدیق نہ کی تو عورت سے گواہ طلب کئے جائیں اگر گواہ پیش نہ ہوں یا ان میں شرائط شہادت موجود نہ ہوں تو خاوند سے حلف لیا جائے اگر وہ حلف کر لے تو مقدمہ خارج کر دیا جائے یعنی نہ تفریق کی جاتی ہے اور نہ یہ حکم کیا جائے کہ عورت بدستور شوہر کے ساتھ رہے اور اگر قاضی نے عورت کو اس کی زوجیت میں رہنے کا حکم دیدیا تو اس کا[عہ] حکم مسئلہ دوم میں عنقریب آتا ہے۔ اور اگر وہ حلف سے انکار کرے تو تفریق کر دی جائے۔

حلف اور تصدیق اور شہادت کے متعلق ضروری توضیح

اگر دعویٰ خاوند کے فعل پر ہو مثلاً یہ کہ اُس نے زوجہ کے اصول و فروع میں سے فلاں عورت کو شہوت کے ساتھ پکڑا[عہ] ہے تب تو خاوند سے حلف اس بات پر لیا جاوے کہ اُس نے یہ فعل ہرگز نہیں کیا یا بشہوت نہیں کیا۔ اور اگر دوسرے کے فعل پر دعوےٰ تھا مثلاً عورت یوں کہے کہ مجھے خسر نے بشہوت پکڑا ہے تو خاوند سے اس طرح حلف لیا جاوے گا کہ خدا کی قسم میرا زیادہ[للعہ] تر خیال یہ ہے کہ عورت اس دعوے میں سچی نہیں اور اس واقعہ کا ہونا یا شہوت کے ساتھ ہونا میرے دل کو نہیں لگتا۔

اور گواہی میں یہ تفصیل ہے کہ دہن اور رخسار پر بوسہ دینے اور شرمگاہ یا عضو مخصوص چھونے اور پستان چھونے کے دعوے میں تو صرف ان افعال کی شہادت دینے سے حرمت

عہ ایک بات یاد رکھنے کے قابل یہ ہے کہ اگر واقعہ زنا کا پیش آیا ہو تو دعوے میں زنا کو صراحتہً ظاہر نہ کیا جاوے کیونکہ زنا کے دعوے پر چار گواہ پیش نہ ہو سکے تو حد قذف کا اندیشہ ہے۔ بلکہ صرف مباشرت فاحشہ وغیرہ کو بیان کرے یعنی یہ کہے کہ شرمگاہ کو شرمگاہ سے بغیر حائل کے ملایا گیا ہے ۱۲ منہ

عہ اور اس صورت میں اس شوہر کے ساتھ رہنا اور اپنے نفس پر قدرت دینا جائز ہے یا نہیں اس کا حکم عنقریب مسئلہ دوم میں آتا ہے ۱۲ منہ عہ ثبوت حرمت کے لئے پکڑنا اور ہاتھ لگانا وہی معتبر ہوگا جس کی تفصیل صفحہ ۷۶ کے حاشیہ عہ میں گذر چکی ہے مطلقاً پکڑنا یا ہاتھ لگانا معتبر نہیں ۱۲ منہ

للعہ شامی وغیرہ کی عبارت سے مستفاد ہوتا ہے کہ غلبۂ ظن اور اکبر رائے کی نفی پر حلف کر لینا کافی ہے ہمارے محاورہ میں یہ الفاظ اس کا ترجمہ ہے اگر کسی جگہ کا عرف اس کے خلاف ہو تو اہل عرف سے تحقیق کر کے وہاں کے مناسب الفاظ تجویز

مصاہرت ثابت ہو جائے گی شہوت کا انکار مسموع نہ ہوگا اور تفریق کا حکم کر دینا لازم ہوگا اور پیشانی یا سر وغیرہ پر بوسہ دینے اور باقی بدن چھونے میں اگر یہ شہادت ہو کہ یہ افعال شہوت کے ساتھ ہوئے تھے (اور اس کا علم قرائن سے شاہدین کو ہو سکتا ہے) تو اس گواہی سے حرمت مصاہرت ثابت ہو جائے گی۔ ورنہ صرف افعال پر شہادت دینا کالعدم ہے اس کی بناء پر تفریق کا حکم نہ کیا جاوے گا بلکہ خاوند سے حلف لیا جائے کہ یہ افعال شہوت سے نہیں تھے اگر حلف کر لے تو خیر ورنہ تفریق کا حکم کر دیں گے۔ وذلک کلہ لما فی الدر (وان ادعت الشہوۃ فی تقبیلہ او تقبیلہا ابنہ (وانکرہا الرجل فہو مصدق) لاہی (الا ان یقوم الیہا منتشرا) آلتہ (فیعانقہا) لقرینۃ کذبہ او یاخذ ثدیہا (او یرکب معہا) او یمسہا علی الفرج او یقبلہا علی الفم قالہ الحدادی وفی الفتح یتراٰی الحاق الخدین بالفم الی ان قال (وتقبل الشہادۃ علی الاقرار باللمس والتقبیل عن شہوۃ وکذا) تقبل (علی نفس اللمس والتقبیل) والنظر الی ذکرہ او فرجہا (عن شہوۃ فی المختار) تجنیس لان الشہوۃ مما یوقف علیہا فی الجملۃ بانتشار و آثار۔ وفی رد المحتار قولہ (وان ادعت) ای ادعت الزوجۃ انہ قبّل احد اصولہا او فروعہا بشہوۃ او انّ احد اصولہا او فروعہا قبلہ بشہوۃ فہو مصدر مضاف الی فاعلہ او مفعولہ وکذا قولہ تقبیلہا ابنہ اھ قولہ (فہو مصدق) لانہ ینکر ثبوت الحرمۃ والقول للمنکر۔ (فصل محرمات من نکاح الشامیۃ ص۴۶۲ ج۲)

واما توجیہ الیمین علی الزوج فظاہر للقاعدۃ المقررۃ من ان قول المنکر انما یعتبر مع الیمین۔ ونص علیہ الفقہاء فی باب الرضاع وحرمۃ المصاہرۃ نظیر حرمۃ الرضاع۔ واما الفاظ الیمین فماخوذۃ مما فی الشامیۃ عن الفتح۔ وثبوت الحرمۃ بلمسہا مشروط بان یصدقہا ویقع فی اکبر رأیہ صدقہا وعلی ہذا ینبغی ان یقال فی مسہ ایاہا لا تحرم علی ابیہ وابنہ الا ان یصدقاہا او یغلب علی ظنہما صدقہا ثم رأیت عن ابی یوسف ما یفید ذلک اھ (شامی ص۴۶۵ ج۲)۔

ایک ضروری فائدہ یہ تو ظاہر ہے کہ حرمت مصاہرت جن واقعات سے ثابت ہوتی ہے ان میں احد الزوجین کے ساتھ ایک اور کی شرکت بھی ہے اور واقعہ کی صحت وعدم صحت ونیز شہوت کے وجود وعدم کا اس کو بھی علم ہوتا ہے لیکن باوجود سعی بسیار کہیں یہ جزئیہ نہیں ملا کہ مقدمہ میں اس سے بیان لیا جائے گا یا نہیں اور اگر اس کا بیان ہو تو وہ کیا حیثیت رکھتا ہے لیکن قواعد میں غور وخوض کے بعد رجحان اس طرف ہوا ہے کہ وہ

عہ یعنی اس صورت میں قاضی تفریق نہ کرے گا یہ دوسری بات ہے کہ عورت کو تمکین جائز نہ ہو جبکہ دعویٰ فی نفسہ صحیح ہو جیسا کہ مسئلہ دوم میں آتا ہے ۱۲ منہ

مدعا علیہ نہیں اس واسطے اس کو مدعا علیہ بنا کر بیان پر مجبور نہ کیا جاوے بلکہ اس کو ایک شاہد سمجھا جاوے (لان الاخبار بحق الغیر علی الغیر لیس باقرار بل ھو شہادۃ والاقرار اخبار بحق علیہ للغیر کما ھو مصرح فی کتب الفقہ)۔

اور اس کی شہادت معتبر ہونے نہ ہونے میں یہ تفصیل ہے کہ اگر وہ شخص اپنے دوسرے افعال واقوال کے اعتبار سے عادل ہو اور اس واقعہ میں بھی کسی ایسے فعل کا اقرار نہیں ہے جو مسقط عدالت ہو (مثلاً وطی بالشبہہ وغیرہ کا بیان دے) تب تو اس کی شہادت مقبول ہونے میں کچھ شبہ نہیں اور اگر کوئی ایسا فعل بیان کرے جس سے اس کا فسق ثابت ہوتا ہو تو اس کی یہ شہادت معتبر ہوگی یا نہیں اس میں وجوہ سے تردد ہے بوقت ضرورت کتب مذہب اور علماء سے تحقیق کر لی جاوے۔

البتہ اگر یہ مرد ہو تو اس نے جو شہادت دی ہے وہ خود اس کے حق میں اقرار ہے اگر آئندہ کسی ایسی عورت سے نکاح کرے جو اس عورت کے اصول و فروع میں سے ہو یا پہلے سے کوئی ایسی عورت اس کے نکاح میں ہو تو ماخوذ بالاقرار ہوگا۔ کما لایخفی واللہ اعلم بالصواب۔

مسئلہ اول: اگر خاوند کو غالب گمان ہو کہ ایسا واقعہ ضرور ہوا ہے جس سے حرمت مصاہرت متحقق ہو گئی تو اس کو انکار کرنا حرام ہے اگر اس نے جھوٹا حلف کر لیا اور اس پر قاضی نے فیصلہ کر دیا تو اس کی تفصیل عنقریب مسئلہ دوم میں آتی ہے۔

مسئلہ دوم: اگر عورت کا دعویٰ صحیح تھا مگر شہادت معتبرہ پیش نہ ہو سکی، اور خاوند نے حلف کر لیا اس واسطے قاضی نے مقدمہ خارج کر دیا یعنی نہ تفریق کی اور نہ زوجیت میں رہنے کا حکم کر دیا تو اس عورت کے لئے جائز نہیں کہ اپنے اختیار سے شوہر کو اپنے نفس پر قدرت دے بلکہ خلع وغیرہ کے ذریعہ اپنے آپ کو اس سے علیحدہ کرنے کی کوشش کرے اور اگر کوئی تدبیر کارگر نہ ہو تو جب تک اپنا بس چلے اس شوہر کو پاس نہ آنے دے کما صرح بہ فی الدر المختار وغیرہ فیمن سمعت من زوجہا الطلاق الثلث ولا بینۃ لہا) اور اگر قاضی نے عورت کا دعویٰ رد کرنے کے ساتھ یہ حکم بھی کر دیا کہ بدستور اس شوہر کی زوجیت میں رہے تو اس صورت میں عورت کو تمکین جائز ہے یا نہیں اس کے متعلق نہ تو کوئی جزئیہ ملا اور نہ قواعد سے کچھ احقر کی فہم ناقص میں آیا اور خود غور و تلاش کے بعد جب مولانا محمد شفیع صاحب مفتی دار العلوم دیوبند سے مکالمت پر بھی مسئلہ حل نہ ہوا تو حضرت حکیم الامت دامت برکاتہم سے مراجعت کی حضرت نے ارشاد فرمایا کہ قواعد سے صاف واضح ہے کہ اس صورت میں بھی عورت کو تمکین جائز نہیں کیونکہ یہ حکم نہ عقد کے متعلق ہے نہ فسخ کے [illegible]

امام صاحب کے نزدیک قضاء قاضی باطناً بھی نافذ ہو جاتی ہے بلکہ یہ حاکم ایسا ہے جیسا کہ املاک مرسلہ کا حکم شہادت زور کی بناء پر اور اُس حکم سے کسی کے نزدیک بھی باطناً ملک ثابت نہیں ہوتی فقیہ یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ مجھ کو اس میں شرح صدر ہے کچھ تردد نہیں اور مفتی صاحب موصوف نے بھی اس میں موافقت فرمائی مگر احقر کو ہنوز شرح صدر نہیں ہوا و لعل اللّٰہ یحدث بعد ذالک امراً اور ظاہر ہے کہ جب تک کسی جزئیہ سے یا قواعد سے شرح صدر کے ساتھ جواز تمکین ثابت نہ ہو اُس وقت تک حضرت والا کے ارشاد پر عمل واجب ہے واللہ اعلم۔

خیارِ بلوغ

نابالغ لڑکے اور لڑکی کا سب سے مقدم ولی باپ ہے اگر باپ نابالغ کا نکاح کر دے تو وہ نکاح لازم ہو جاتا ہے یعنی بلوغ کے بعد بھی لڑکے لڑکی کو اُس کے فسخ کرانے کا اختیار نہیں رہتا خواہ کفو میں نکاح کیا ہو یا غیر کفو میں۔ اور مہر مثل مقرر ہوا ہو یا مہر میں غبن فاحش کیا ہو غبن فاحش لڑکی کے بارہ میں تو یہ ہے کہ اُس کے مہر مثل سے اتنی کمی کر دی ہو جتنی کمی عموماً گوارا نہیں ہو سکتی اور لڑکے کے بارہ میں یہ ہے کہ اُس کا نکاح جس لڑکی سے ہوا ہے اُس لڑکی کے مہر مثل سے اتنا زیادہ مقرر کیا کہ اُس زیادتی کو عموماً ناگوار سمجھا جاتا ہو مگر غیر کفو کے ساتھ اور غبن فاحش پر نکاح کے صحیح ہونے کے لئے دو شرطیں ہیں۔

اول یہ کہ وہ شخص نکاح کرنے کے وقت ہوش و حواس سالم رکھتا ہو پس اگر نشہ کی حالت میں ایسا کیا تو نکاح بالکل ہی باطل ہے۔

عہ اگر کوئی با اولاد عورت یا مرد مجنون ہو جاوے تو اُس کا سب سے مقدم ولی بیٹا ہے اور بیٹے کا کیا ہوا نکاح سب احکام میں اُسی نکاح کے برابر ہے جو باپ نے کیا ہو

عہ یہ حکم جب ہے جبکہ نکاح کرنے کے وقت باپ کو غیر کفو ہونے کا علم ہو اور اگر اُس نے زوج یا ولی زوج وغیرہ کے بیان کی بناء پر کفو سمجھ کر کیا تھا اور بعد میں ثابت ہوا کہ کفو نہیں تو اُس کا حکم خیار کفاءت میں معلوم ہوگا۔ ۱۲ منہ

عہ اگر باپ دادا خود نکاح پڑھا دیں تب بھی یہی حکم ہے اور اگر مقدار مہر معین کر کے کسی معین شخص سے نکاح پڑھانے کے لئے کسی کو وکیل بنا دیا ہے تب بھی یہی حکم ہے لیکن اگر کسی شخص کو مہر کی مقدار اور شوہر کی تعیین کئے بدون ہی وکیل بنا دیا کہ میری لڑکی کا کسی جگہ نکاح کر دو تو اُس وکیل کو غیر کفو سے اور غبن فاحش پر نکاح کرنے کا اختیار نہیں اگر کر دیا تو باطل ہے کما یأتی عن الدر فی العبارات الآتیۃ من قولہ (وان کان المزوج غیرھما) الخ ومن قولہ (لو عین لوکیلہ القدر) الذی ھو غبن فاحش الخ۔ واما اذا صرح فی التوکیل ان زوجہا بغیر کفوء ولم یعینہ او قال زوجہا بغبن فاحش ففیہ تردد ۱۲ منہ +

دوسری شرط یہ ہے کہ معروف بسوء الاختیار نہ ہو یعنی اُس کے قبل کوئی واقعہ ایسا نہ ہوا ہو جس کی بنا پر عموماً خیال ہو جاوے کہ یہ شخص معاملات میں لالچ وغیرہ کی وجہ سے مصلحت اور انجام بینی کو مدنظر نہیں رکھتا یس اگر کوئی شخص لالچ یا ناعاقبت اندیشی کے سبب بدتدبیری میں مشہور و معروف ہو وہ اگر نابالغ بیٹے یا بیٹی کا نکاح غیر کفو سے کر دے یا مہر میں غبن فاحش کرے تو وہ نکاح بھی بالکل باطل ہے۔

اور جو شخص فاسق متہتک (یعنی بیباک اور بے غیرت) ہو وہ بھی سئی الاختیار کے حکم میں ہے کمافی اوائل باب الولی من الدر المختار مع الشامی (صفحہ ۳۵۲ جلد ۲) اس کو خوب یاد رکھیں اکثر لوگ اس سے ناواقف ہیں۔ اور ان دونوں شرطوں کا حاصل یہ ہے کہ جب اس نے نکاح کیا ہے اُس وقت اُس کی ظاہری حالت سے کم از کم خیر خواہی کی توقع ہو سکتی ہو۔

اور جب باپ نہ ہو تو دادا ولی ہوتا ہے اور دادا جو نکاح کر دے اُس میں بھی وہی تفصیل ہے جو باپ کے متعلق گذر چکی یعنی مذکورہ دو شرطیں اگر پائی جاویں تب تو نکاح لازم ہو جاتا ہے ورنہ بالکل باطل ہے۔

اور دادا کے بعد بھائی چچا وغیرہ کو بترتیب حق ولایت پہنچتا ہے[ف] مگر ان کا [illegible] برابر نہیں بلکہ اُن کا دوسرا حکم ہے یعنی اگر باپ دادا کے سوا کوئی دوسرا ولی نابالغ لڑکے یا لڑکی کا غیر کفو میں نکاح کر دے یا مہر غبن فاحش کے ساتھ مقرر کر دے تب تو نکاح بالکل ہی نہیں ہوتا خواہ اُس نے نہایت ہی خیر خواہی سے ایسا کیا ہو۔

اور اگر کفو کے ساتھ مہر مثل پر کیا ہو تو اُس وقت نکاح صحیح تو ہو جاتا ہے لیکن لازم نہیں ہوتا یعنی لڑکے لڑکی کو بالغ ہونے پر اختیار ہوتا ہے کہ اس نکاح کو باقی رکھیں یا فسخ کرالیں جس کی شرائط بھی آتی ہیں اور اس اختیار کو خیار بلوغ کہا جاتا ہے

اور خیار بلوغ میں نکاح فسخ ہونے کے لئے قضائے قاضی ہر حال میں شرط ہے بدون قضائے قاضی کسی حال میں نکاح فسخ نہیں ہو سکتا۔

اور جہاں قاضی نہ ہو وہاں مسلمان حاکم یا پنچایت علی الترتیب فسخ کر سکتی ہے۔ کما مر مرارا مع الشرائط فی اصل الرسالۃ۔

تنبیہ ضروری

بالغ ہونے پر فسخ نکاح کا جو اختیار حاصل ہوتا ہے اُس میں اس امر کا خیال رکھنا بھی نہایت ضروری

ف ۵ شریعت نے خاص ترتیب کے ساتھ یکے بعد دیگرے ولایت کا حق بہت لوگوں کو دیا ہے جس کی تفصیل کتب فقہ و معلوم ہو سکتی ہے ۱۲ منہ۔ ف ۵ یعنی چاہے لڑکا بالغ ہو کر فسخ کا خواہاں ہو یا لڑکی ۱۲ منہ

ہے کہ وہ کب تک باقی رہتا ہے اور کس کس وجہ سے نکاح لازم ہو کر فسخ کا اختیار باطل ہو جاتا ہے
لہذا اُس کی تفصیل بیان کی جاتی ہے تاکہ عمل کے وقت اس کا خاص طور پر دھیان رکھا جائے۔

تفصیل یہ ہے اگر جو لڑکی بالغ ہوتے پر نکاح توڑوانا چاہتی ہے اگر وہ[1] باکرہ ہو تو اس کو اختیار فسخ حاصل ہونے کے لئے یہ شرط ہے کہ جس وقت[2] آثار بلوغ ظاہر ہوں اُسی وقت فوراً بلا کسی تاخیر کے زبان سے یہ کہدے کہ میں اس نکاح پر راضی نہیں چاہے اُس وقت کوئی اُس کے پاس موجود ہو یا نہ ہو ہر حال میں فوراً زبان سے کہنا شرط ہے البتہ اگر سانس یا چھینک وغیرہ کی وجہ سے فوراً بولنے کی قدرت نہ ہوئی یا کسی نے جبراً منہ بند کر دیا ہو تو اس مجبوری کی وجہ سے جو تاخیر ہو جائے اُس کے باعث خیار فسخ باطل نہیں ہوتا بشرطیکہ مجبوری رفع ہوتے ہی فوراً کہدیا ہو اور بدون کسی مجبوری کے اگر زبان سے کہنے میں ذرا بھی دیر کی تو یہ اختیار باطل ہو گیا اور فسخ کرانا جائز نہ رہا۔ اگر غلط بیان کر کے فسخ کرالے گی تو سخت گنہگار ہوگی۔ ولکن ان احتالت للفسخ ینفذ القضاء ظاہرا و باطنا عند الامام رحمہ اللہ تعالیٰ واللہ اعلم

نیز باکرہ کو اس کی بھی ضرورت ہے کہ زبان سے کہنے پر کم از کم دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کو گواہ بنالے تاکہ قاضی وغیرہ کے پاس معاملہ پیش ہونے پر کام آدیں اور گواہ بنانے کا تفصیلی علم روایات فقہیہ کے بعد بعنوان **فائدہ موعودہ** آئے گا اس کو ضرور دیکھ لیا جائے۔

اور اگر وہ لڑکی ثیبہ[3] ہے تو پھر اُس کو فوراً کہنا ضروری نہیں بلکہ جب تک رضامندی نہ ہوگی اُس وقت تک منظور رکھنے نہ رکھنے کا اختیار باقی رہتا ہے چاہے کتنا ہی زمانہ گذر جاوے صرف خاموش رہنے کی وجہ سے ثیبہ کا خیار بلوغ باطل نہیں ہوتا۔ البتہ اگر بعد بلوغ زبان سے

خیار بلوغ باقی رہنے کی شرط اور اس کی تفصیل

---

[1] باکرہ ہونے کا یہ مطلب ہے کہ نہ اس خاوند سے ہمبستری کی نوبت آئی ہو نہ اس سے قبل اور خاوند سے ۱۲ منہ

[2] یہ جب ہو کہ پندرہ سال سے قبل آثار بلوغ ظاہر ہو جائیں ورنہ جس وقت پورے پندرہ سال کی عمر ہو جائے اُس وقت کا اعتبار ہوگا مثلاً کوئی لڑکی رمضان [illegible] کی [illegible] تاریخ کو عین طلوع آفتاب کے وقت پیدا ہوئی اور رمضان [illegible] تک کوئی علامت بلوغ کی نہ پائی گئی تو رمضان [illegible] کو ٹھیک طلوع آفتاب کے وقت اس کو بالغ سمجھا جاویگا پس اگر اس باکرہ نے اُسیوقت فوراً زبان سے نکاح فسخ کر دیا تب تو اُس کا اعتبار ہوگا ورنہ اگر ذرا بھی تاخیر کی تو خیار بلوغ باطل ہو گیا اور اسیطرح ثیبہ نے یا لڑکے نے وقت مذکور کے بعد قولاً یا فعلاً رضامندی ظاہر کر دی تو نکاح لازم ہو جائیگا اور یہ بھی یاد رکھیں کہ عمر کا حساب قمری سال سے کیا جائے۔ انگریزی وغیرہ کا اعتبار نہیں واعتبار البلوغ بالسن فی ہذا الباب لم نرہ صریحا و لکن لفظ البلوغ فی عبارۃ الفقہاء مطلق فیندرج فیہ جمیع صور البلوغ واللہ اعلم ۱۲ منہ [3] ثیبہ وہ ہے جس سے ہمبستری ہو چکی ہو خواہ اس خاوند سے یا اُس سے پیشتر کسی اور خاوند سے والموطوءۃ بالشبہۃ او النکاح الفاسد والتی حدت بالزنا او تکرر زناہا و شاع بین الناس ثیب ایضا کما فی الدر المختار باب الولی تفسیر البکر ۱۲ منہ

(۲) اگر یہ غائب حکم بالطلاق کے بعد آجاوے تو اُس کی دو صورتیں ہیں۔

ایک یہ کہ عدت کے اندر اندر واپس آجاوے اور باقاعدہ خرچ وغیرہ دینے پر آمادہ ہو اس صورت میں تو اُس کو رجعت کا حق ہے اگر رجعت کرلے گا تو صحیح ہو جاوے گی اور رجعت نہ کرے تو عدت کے بعد اس کے نکاح سے بالکل الگ ہو جاوے گی۔

دوسری صورت یہ کہ عدت ختم ہو چکنے کے بعد واپس آیا ہو سو اس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر اُس نے عورت کے دعوی کے خلاف کوئی بات ثابت کردی مثلاً یہ کہ میں نے اُس کو پیشگی خرچ دیدیا تھا یا یہ کہ وہاں سے بھیجتا رہتا تھا یا یہ کہ عورت نے نفقہ معاف کردیا تھا[۱] تب تو اس کو ہر حال میں عورت مل جاوے گی یعنی خواہ وہ عورت عدت کے بعد نکاح ثانی بھی کرچکی ہو حتی کہ اگر شوہر ثانی سے اولاد بھی ہو چکی ہو تب بھی شوہر اول ہی کا نکاح باقی سمجھا جاوے گا اور شوہر ثانی کا نکاح اب باطل قرار دیا جاوے گا۔ اور اگر خاوند نے عورت کے دعوی کے خلاف کوئی بات ثابت نہ کی تو عورت اُس کو نہ ملے گی۔ کیونکہ عدت ختم ہونے بعد رجعت کا حق نہیں رہتا۔ وھذا کلہ مصرح فی الروایۃ الرابعۃ عشرۃ والثامنۃ عشرۃ

اور دوسری صورت کی پہلی شق میں جو شوہر اول کو عورت ملے گی اُس کو نہ تجدید نکاح کی ضرورت ہے نہ تجدید مہر کی۔ البتہ شوہر ثانی سے خلوت صحیحہ ہو چکی ہو تو عدت واجب ہے یعنی عدت گذرنے سے پیشتر شوہر اول کو جماع اور اُس کے دواعی کا ارتکاب جائز نہیں۔

کما فی الروایۃ التاسعۃ والعشرین الی الرابعۃ والثلاثین۔

اور شوہر ثانی کے ذمہ مہر واجب ہونے میں وہی تفصیل ہے جو مفقود کے بیان میں گذر چکی یعنی اگر اُس سے خلوت صحیحہ ہو چکی ہے تو پورا واجب ہے ورنہ بالکل ساقط ہو جاوے گا۔ کما ھو حکم سائر الفسوخ

نیز احکام مفقود میں یہ بھی گذر چکا ہے کہ عدت شوہر اول کے مکان میں گذارے گی۔

فلینظر ثم فقد واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

وھھنا تمت الرسالۃ۔ والحمد للہ الہادی فی کل مقالۃ۔ کتبہا الاحقر اشرف علی عفی عنہ ذنبہ الخفی والجلی۔ بمشارکۃ الفاضلین الجامعین للعلم القویم والعمل المستقیم۔ المولوی محمد شفیع والمولوی عبد الکریم شرفہما اللہ تعالی بالاجر العظیم۔ فی اوائل شہر ذی القعدہ سنۃ ۱۳۵۱ من ھجرۃ النبی الشفیع الکریم۔ علیہ الف الف صلوۃ وتسلیم

غائب اگر واپس آجائے کیا حکم ہے

خاتمۃ الرسالۃ

[۱] المرأۃ اذا اسقطت النفقۃ عن زوجہا یلزمہا الاسقاط عند المالکیۃ ولیس لہا ان ترجع کما فی الروایات الاولی ۱۲ منہ

تصدیقات

حضرات علمائے امداد العلوم تھانہ بھون و دار العلوم دیوبند و مظاہر علوم سہارنپور دام اللہ فیوضہم جو رسالہ ہذا کی ترتیب و تہذیب و تنقیح میں شریک رہے ہیں۔

از امداد العلوم تھانہ بھون

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی۔ وبعد فقد طالعت ہذہ الرسالۃ الفریدۃ وملأت عینی بانوار تلک اللآلی النفیسۃ فوجدتہا فریدۃ فی لباب ودرۃ یتیمۃ اخرجت من لجۃ العباب ؎

منہا الحیاۃ لکل حق میت　　منہا الممات لکل قول زور

منہا البیاض لکل قلب اسود　　منہا السواد لکل عین ضریر

وللہ در شیخنا فقد بالغ فی التحقیق والتنقیر وبذل جہدہ فی التسہیل علی الامۃ المظلومۃ والتیسیر جعل اللہ ہذا السعی مشکورا وہذا العمل مقبولا مبرورا۔ وصلی اللہ علی سیدنا ومولانا محمد وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

کتبہ

اذل الخدام واحقر الغلمان ظفر احمد التہانوی تغمدہ اللہ بالغفران

مورخہ ۲۶ ذی الحجہ ۱۳۵۱ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بعد حمد و صلوۃ گذارش ہے کہ اس رسالہ فیض مقالہ کا نہایت ضروری ہونا بھی ظاہر ہے نیز اس کا جامع مانع اور بیحد مفید ہونا بھی محتاج بیان نہیں، اس کو سرسری نظر سے دیکھنے والا بھی بیساختہ کہہ اٹھتا ہے ؎

زفرق تا بہ قدم ہر کجا کہ می نگرم　　کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجاست

درحقیقت امت مرحومہ کی اس اہم مشکل کا حل حضرت اقدس ہی جیسے مجمع کمالات کا محتاج تھا۔ آپ نے جس انتہائی غور و خوض کو ایک عرصۂ دراز تک اس تحقیق و تصنیف میں مبذول فرمایا ہے اس کا کچھ

اندازہ وہی حضرات کرسکتے ہیں جن کو زمانہ تالیف میں حاضری کی دولت نصیب ہوئی ہو حضرت والا نے بارہا ارشاد فرمایا ہے کہ مجھے اتنی مشقت عمر بھر کسی کام میں نہیں ہوئی حق تعالیٰ حضرت والا دامت برکاتہم کے سایۂ رحمت کو ہمارے سروں پر قائم دائم رکھے آمین ثم آمین۔

اب اہل ضرورت سے صرف اس قدر گذارش ہے کہ رسالہ ہٰذا میں جو قیود و شرائط درج ہیں وہ نہایت درجہ ضروری ہیں عمل کے وقت اُن کو خوب پیش نظر رکھیں اور پوری طرح اُن کی پابندی کریں محض ضرورت کا بہانہ لے کر اتباع ہوئی میں مبتلا نہ ہوں۔ نیز ارباب فتویٰ کی خدمت فیضدرجت میں التماس ہے کہ فتویٰ کے وقت تمام شرائط کو بخوبی ملحوظ رکھنا ضروری تصور فرماویں

وھوالموفق للخیر والعاصم عن کل ضیر

الملتمسان کمترین خدام کہترین غلام احقر عبدالکریم عفی عنہ از خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون مورخہ ۲۶ رمضان ۱۳۵۱ھ

سراج احمد غفرلہ مدرس خانقاہ امدادیہ ۲۶ رمضان المبارک ۱۳۵۱ھ

مہر دار الافتاء
جامعہ اسلامیہ
دیوبند

از دار العلوم دیوبند

ہم سبھوں نے رسالہ "الحیلۃ الناجزۃ للحلیلۃ العاجزۃ" کو بغور و تدبر سنا۔ یقیناً ہمارے دیار ہندیہ میں موجودہ حالات کے ماتحت بجز اس کے کوئی چارہ نہیں معلوم ہوتا کہ علماء مذہب حنفی رسالہ ہٰذا کے مسائل مندرجہ کو معمول بہا قرار اور اس پر فتویٰ دیں۔ قرون سابقہ میں بھی علمائے حنفیہ نے مسئلہ مفقود وغیرہ میں ضروریات وقتیہ کی بنا پر یہی طرز اختیار کیا ہے۔

حضرت مؤلف دامت برکاتہم اور آنکے معاونین کی مذکورہ بالا مسائل میں مساعی بلیغہ اور انتہائی جد و جہد بیشک و بلاشبہ قابل ہزار ہا ہزار تشکر و تحسین ہیں۔ اللہ تعالیٰ انکو ہر دو جہان میں جزائے خیر عطا فرمائے آمین۔

العبد
ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ
(صدر مدرس)

العبد
عبدالسمیع غفرلہ
(مدرس)

العبد
محمد رسول خاں عفا اللہ عنہ
(مدرس)

العبد
بندہ محمد ابراہیم عفی عنہ
(مدرس)

العبد
احقر العباد محمد طیب
(مہتمم)

العبد
بندہ سید محمد مبارک علی غفرلہ
(نائب مہتمم)

العبد
ریاض الدین عفی عنہ
(مدرس)

العبد
بندہ اصغر حسین عفا اللہ عنہ
(مدرس حدیث)

العبد
مسعود احمد عفا اللہ عنہ
دار العلوم دیوبند
(نائب مفتی)

الجواب صحیح — بندہ محمد شفیع غفرلہ، خادم دارالافتاء، دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح — محمد اعزاز علی امروہی (شیخ الفقہ والادب) ۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۱ھ

مہر: مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

از مظاہر علوم سہارنپور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حامداً ومصلیاً ومسلماً

اما بعد۔ ہم نے بامعان نظر وخوض تام اس فتویٰ "الحیلۃ الناجزہ" کو تقریباً سوا ماہ تک مسلسل مرۃ بعد مرۃ دیکھا اور سُنا ہم یقین کرتے ہیں کہ اس زمانہ میں حضرت حکیم الامۃ مجدد الملۃ مولانا تھانوی دامت برکاتہم جیسے فقیہہ کو جو علاوہ ظاہری وباطنی علوم کی مہارت تامہ کے احوال زمانہ ومشکلات حاضرہ سے بخوبی واقف ہیں یقیناً یہ حق حاصل ہے کہ فتوے کے لئے کسی دوسرے امام کے مذہب کو اختیار فرمائیں کیونکہ بوقت ضرورت شدیدہ دوسرے اماموں کے مذہب کو اختیار کرنا بھی فقہ حنفی کا ایک حکم ہے بنائً علیہ گذارش ہے کہ گو حضرت اقدس کا فتویٰ ہم جیسوں کی تائید وتصحیح کا اصلاً محتاج نہیں لیکن تحصیلاً للخیر والثواب ان مسائل کی تائید وتصحیح سے افتخار حاصل کرتے ہیں۔ حضرت اقدس دام ظلہ العالی نے اس فتوے میں جس تحقیق وتدقیق واحتیاط سے کام لیا ہے وہ منت کش بیان نہیں۔ ہم صمیم قلب سے جناب باری عز اسمہ میں دست بدعا ہیں کہ وہ حضرت اقدس کو بایں فیوض وبرکات تادیر مسترشدین کے رؤس پر سلامت رکھے آمین۔

ہم یقین کرتے ہیں کہ حضرت اقدس کی یہ مساعی جمیلہ تاقیامت امت مرحومہ میں مشکور رہیں گی فجزاہ اللہ احسن الجزاء عنا وعن سائر المسلمین۔

عبد اللطیف ناظم مدرسہ مظاہر علوم ۸ محرم ۱۳۵۲ھ	بندہ عبد الرحمٰن غفرلہ، مدرس اول مدرسہ مظاہر علوم، ۸ محرم ۱۳۵۲ھ	محمد زکریا کاندھلوی عفی عنہ، مدرس مدرسہ مظاہر علوم، سہارنپور	محمد اسعد اللہ عفا عنہ، مدرس مدرسہ مظاہر علوم، سہارنپور

فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا

چوں آیت بعموم عسر شامل است بر آلام نسیہ منکوحات از جور بعال و بعموم یسر بر احکام
شرعیہ مستخلصہ ایشاں ازاں نکال و ایں رسالہ کہ تتمۃ الیسر حیلہ ناجزہ را

یعنی

المختار

فی

مہمات التفریق والخیار

مثل اصل خود مشتمل بود بر حصص یسر در بقیہ احوال

بناءً علیہ

خدام مدرسہ امداد العلوم تھانہ بھون اہتمام اشاعتش نمودند

دبار سوم در شوال المکرم سنہ ۱۳۶۴ھ

مرکز الاشاعت دیوبند ضلع سہارنپور شائع گردانید

فہرست مضامین تتمہ مسمّٰی بہ

المختارات فی مہمات التفریق والخیارات

تتمۃ الرسالۃ الملقبہ

بالمختارات"

فی مھمات التفریق والخیارات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمد وصلوٰۃ کے بعد عرض ہے کہ جن مسائل میں فسخ نکاح یا تفریق قاضی کی ضرورت پیش آتی ہے اور قاضی نہ ہونے کی وجہ سے دقت کا سامنا ہوتا ہے اُن کے حل کے لئے رسالہ "الحیلۃ الناجزۃ للحلیلۃ العاجزۃ" نہایت تحقیق وتدقیق کے ساتھ بہت سے علماء محققین کے مشورہ کے بعد لکھا گیا ہے اور اُس میں بالاتفاق یہ قرار پا چکا کہ ہندوستان میں جس جگہ قاضی شرعی موجود نہ ہو اور کسی مسلمان حاکم کی عدالت سے بھی فیصلہ شرعی حاصل کرنا اختیار میں نہ ہو وہاں امام مالکؒ کے مذہب کے موافق جماعت مسلمین کو قائم مقام قاضی کے سمجھا جائے گا۔

اس رسالہ کی تکمیل کے بعد ضرورت محسوس کی گئی کہ مسائل خمسہ مندرجہ رسالہ کے علاوہ تین صورتیں اور بھی ہیں جن میں فسخ نکاح کی ضرورت پڑتی ہے اور قاضی نہ ہونے وجہ سے مشکلات پیش آتی ہیں اُن کو بھی اس رسالہ میں شامل کر دیا جاوے تاکہ ضرورت کے سب مسائل یکجا جمع ہو جاویں لیکن ان مسائل ثلثہ کو سب علماء مذکورین کے سامنے پیش کرنے کی نوبت نہیں آئی جس کی وجہ یہ ہے کہ سب حضرات کے سامنے پیش کرنے میں علاوہ اس کے کہ بہت تاخیر ہو جاتی ان مسائل میں زیادہ ضرورت بھی محسوس نہیں کی گئی کیونکہ ان میں زیادہ تر مشورہ طلب جزء جماعت مسلمین کا فیصلہ تھا جو مذہب مالکیہ سے لیا گیا ہے اور وہ اصل رسالہ میں بمشورہ علماء کرام طے ہو چکا ہے۔ اس لئے بغرض امتیاز ان مسائل ثلثہ کو مستقل نام سے موسوم کرکے بطور تتمہ ملحق کیا جاتا ہے اور جماعت مسلمین کے علاوہ ان تتمہ کے باقی اجزاء اپنے مذہب کی کتب فقہ سے لئے گئے ہیں جن میں اکثر بلکہ تقریباً کل مسائل مصرح ہیں جیسا کہ عبارات مندرجہ سے معلوم ہوگا صرف دو ایک جگہ تصریح نہ ملنے کی باعث قواعد سے استنباط کی نوبت آئی ہے اُن میں علمائے دیوبند و سہارنپور سے مراجعت کی گئی جہاں بالاتفاق کچھ طے ہو گیا وہاں جزم کے ساتھ مسئلہ لکھ کر قاعدہ فقہیہ کی طرف اشارہ کر دیا ورنہ تردد یا اختلاف لکھ دیا اور وہ تین مسائل یہ ہیں حرمت مصاہرت۔ خیار بلوغ۔ خیار کفاءت۔ اب ان کی بقدر ضرورت تفصیل لکھی جاتی ہے۔

پورے احکام بوقت ضرورت علمائے کرام کتب فقہ میں ملاحظہ فرمالیں اور عوام علمائے کرام سے دریافت کرلیں

حرمت مصاہرۃ

تفصیل حرمت کے اسباب اور شرائط

اگر کوئی شخص کسی عورت سے زنا کرے یا شہوت کے ساتھ اُس کو صرف ہاتھ لگادے یا شہوت سے بوسہ لے۔ یا شرمگاہ کے اندرونی حصہ کو شہوت دیکھ لے تو ان سب صورتوں میں حرمت مصاہرۃ قائم ہوجاتی ہے یعنی اس مرد پر اُس عورت کی بیٹی اور ماں وغیرہ سب اصول و فروع نسبی ورضاعی حرام ہوجاتے ہیں اور اس عورت پر اس مرد کا بیٹا اور باپ سب اصول و فروع نسبی ورضاعی حرام ہوجاتے ہیں۔ اسی طرح عورت کسی مرد کو شہوت سے ہاتھ لگادے یا شہوت سے اُس کا بوسہ لیلے یا عضو مخصوص پر نظر شہوت ڈالے تب بھی مصاہرت کا علاقہ قائم ہوکر مرد پر عورت کے تمام اصول و فروع نسبی ورضاعی اور عورت پر مرد کے تمام اصول و فروع نسبی ورضاعی ہمیشہ کے لئے حرام ہوجاتے ہیں اور حرمت مصاہرت کے لئے ان افعال کا قصد کرنا شرط نہیں بلکہ اگر کسی سے بے خبری میں بھی کوئی فعل سرزد ہوجائے مثلاً بیوی سمجھ کر خوشدامن کو شہوت کی حالت میں ہاتھ لگا دیا تب بھی بیوی حرام ہوجاتی ہے۔ اس لئے خاوند کو بیوی کے اصول و فروع مونثہ سے اور اور عورت کو مرد کے اصول و فروع مذکرہ سے سخت احتیاط لازم ہے کہ ان کو شہوت ہاتھ لگانے وغیرہ میں علاوہ معصیت شدیدہ کے یہ بڑی خرابی ہے کہ میاں بیوی میں حرمت مصاہرۃ کا علاقہ ہوجاتا ہے یعنی اگر خاوند سے اپنی بیوی کے اصول یا فروع مونثہ میں سے کسی کے ساتھ کوئی ایسا فعل سرزد ہوجاوے یا بیوی کے اصول و فروع مونثہ میں سے کسی نے مرد کے ساتھ ایسے افعال میں سے کسی فعل کا ارتکاب کیا ہو جو حرمت مصاہرت کا موجب ہے مثلاً شہوت کے ساتھ خوشدامن کا

عہ لمس وتقبیل (یعنی چھونے اور بوسہ لینے) کے وقت اگر مرد کو شہوت نہ تھی مگر عورت کو ہوگئی تب بھی یہی حکم ہے اسی طرح اگر عورت نے ہاتھ لگایا ہے یا تقبیل کی ہے تب بھی دونوں میں سے ایک کو شہوت ہونا کافی ہے البتہ نظر کے موجب حرمت ہونے کے لئے یہ شرط ہے کہ جو دیکھے اُس کو شہوت ہو صرف دوسری طرف سے شہوت ہونا موجب حرمت نہیں و نیز لمس اور تقبیل میں ایک شرط یہ بھی ہے کہ ایسا کپڑا حائل نہ ہو جو بدن کی گرمی محسوس ہونے کو رد کردے پس اگر کسی نے باوجود ایسا کپڑا حائل ہونے کے کپڑے کے اوپر سے مس کیا یا بوسہ لیا ہے تو وہ حرمت مصاہرت کا موجب نہیں نیز ایک شرط یہ بھی ہے کہ ان افعال کی وجہ سے انزال نہ ہوگیا ہو پس اگر لمس تقبیل وغیرہ سے انزال ہوجائے تو حرمت مصاہرت ثابت نہ ہوگی۔ ۱۲ منہ

عہ یعنی نہ ایسی حرکات شنیعہ کا قصداً ارتکاب کرے نہ ایسا کوئی کام کرے جس میں کوئی احتمال ہو مثلاً جس کمرہ میں بیوی لیٹی ہے اگر وہاں دوسری مستورات بھی ہوں تو جبتک اُس کو جگا کر اور بات چیت کرکے پورا الیقین نہ ہوجائے کہ یہ بیوی ہے اُس وقت تک ہاتھ ہرگز نہ لگاوے پلنگ معین ہونے وغیرہ کو ہرگز کافی نہ سمجھے کہ اس میں بعض مرتبہ غلطی ہوجاتی ہے ۱۲ منہ

کہدے گی کہ یہ نکاح منظور ہے یا کوئی کام ایسا کرے گی جس سے رضامندی پائی جائے تو اختیار باطل ہو جائے گا۔ اور پھر ثیبہ کو نامنظوری پر گواہ بنانے کی بھی ضرورت نہیں بلکہ اس کو صرف یہ دعوے کرنا کافی ہے کہ میں ثیبہ ہوں اور بالغ ہو چکی ہوں اب اس نکاح کو فسخ کرانا چاہتی ہوں اور لڑکے کا حکم بھی یہی ہے جو ثیبہ کا ہے یعنی بالغ ہوتے ہی فوراً زبان سے کہنا ضروری نہیں ہے بلکہ جب تک قولاً یا فعلاً [عہ] منظور نہ کرے اُس وقت تک اختیار باقی رہتا ہے پس اگر کسی لڑکے یا ثیبہ لڑکی نے بعد بلوغ ایک مرتبہ بھی زبان سے کہدیا کہ یہ نکاح منظور ہے تو اب فسخ کا مطالبہ حرام ہے خواہ اس منظوری کو بالکل تنہائی میں یا آہستہ کہنے کی وجہ سے کسی اور نے سنا بھی نہ ہو اسی طرح اگر بلوغ کے بعد تقبیل وغیرہ کی نوبت آئی ہو تب بھی خیار فسخ نہیں رہتا۔ نیز دعویٰ کی صورت بھی لڑکے کے واسطے وہی ہے جو ثیبہ کے لئے ابھی گذر چکی۔

اور یہ سب تفصیل جب ہے جب کہ بلوغ سے پیشتر اُن کو نکاح کی اطلاع ہو چکی ہو اور اگر کسی کو بلوغ سے پیشتر نکاح کی خبر ہی نہ ہوئی ہو تو جب خبر ملے تب خیار بلوغ حاصل ہو گا۔ اور لڑکی لڑکے کے واسطے اختیار باقی رہنے نہ رہنے کی جو تفصیل ابھی گذری ہے اُس سب کا لحاظ خبر ملنے کے وقت سے کیا جائے گا۔

وھذہ المسائل کلہا فی الدر المختار مع حاشیتہ العلامۃ الشامی رحمہ اللہ تعالی حیث قال صاحب الدر (ولزم النکاح ولو بغبن فاحش) بنقص مہرہا وزیادۃ مہرہ (او) زوجہا (بغیر کفوء ان کان الولی) المزوج بنفسہ لغبن (ابا اوجدا) وکذا المولی وابن المجنونۃ (لم یعرف منہما سوء الاختیار) مجانۃ وفسقا (وان عرف لا) یصح اتفاقا وکذا لو سکران الخ وفی رد المحتار تحت قولہ (بغبن فاحش) ہو ما لا یتغابن الناس فیہ ای لا یتحملون الغبن فیہ احترازا عن الغبن الیسیر وھو ما یتغابن الناس فیہ ای یتحملونہ قال فی الجوہرۃ والذی یتغابن فیہ الناس ما دون نصف المہر قال شیخنا موفق الدین وقیل ما دون العشر اھ وتحت قولہ (بغیر کفوء) [عہ] بان زوج ابنہ امۃ او بنتہ عبدا الخ وتحت قولہ (بنفسہ) احترز بہ عما اذا وکل وکیلا بتزویجہا وسیاتی بیانہ

عہ مثلاً خاوند نے اُس کی رضامندی سے بوسہ وغیرہ لے لیا یا ہمبستری کر لی عہ فعلاً منظور کرنے سے مراد وطی یا اُس کے دواعی وغیرہ ہیں ۱۲ منہ عہ وفی حاشیۃ البحر للعلامۃ الشامی ان الاقرب القول الثانی (ص ۱۲۶ ج ۳) قلت لعل الاختلاف لاختلاف الزمان او المکان فالاولی ان لا یقدر بل ینظر الی العرف واللہ اعلم ۱۲ منہ العہ ھذا یدل علی ان الکفاءۃ معتبرۃ فی نکاح کل من الصغیر والصغیرۃ کما حققہ العلامۃ الشامی ۱۲ منہ

قوياً ح وتحت قوله (بغبن) كان عليه ان يقول او بغير كفوء ولو قال المزوج بنفسه على الوجه[ف]
المذكور كما قال في المنح لسلم من هذا اھ وتحت قوله (وابن المجنونة) ومثلها المجنون قال
في البحر المجنون والمجنونة اذا زوجهما الابن ثم افاقا فالاختيار لهما وتحت قوله (لم يعرف منهما الخ)
اي من الاب والجد وينبغي ان يكون الابن كذلك وتحت قوله (مجانة وفسقا) وفي شرح المجمع
حتى لو عرف من الاب سوء الاختيار لسفهه او لطمعه لا يجوز عقده اجماعاً اھ (ص٢٩٥ ج ٢)۔
ثم قال (وان كان المزوج غيرهما) اي غير الاب وابيه ولو الام او القاضي او وكيل الاب لكن في
النهر بحثاً لو عين لوكيله القدر صح (لا يصح) النكاح (من غير كفوء او بغبن فاحش اصلاً) وما في
صدر الشريعة صح ولهما فسخه وهم (وان كان من كفوء وبمهر المثل صح و) لكن (لهما) اي
لصغير وصغيرة وملحق بهما (خيار الفسخ) ولو بعد الدخول (بالبلوغ او العلم بالنكاح بعده)
(الى قوله) بشرط القضاء للفسخ اھ وقال الشامي تحت قوله (غير الاب وابيه) الاولى ان يزيد
والابن والمولى لما مر وتحت قوله (لو عين لوكيله القدر) الذي هو غبن فاحش ح وكذا لو عين
له رجلاً غير كفوء كما بحثه العلامة المقدسي وتحت قوله (اصلاً) اي لا لازما ولا موقوفا على الرضا
بعد البلوغ وتحت قوله (وملحق بهما) كالمجنون والمجنونة اذا كان المزوج لهما غير الاب والجد
والابن بان كان اخا او عما مثلاً وتحت قوله (بالبلوغ) اي اذا علما قبله او عنده قهستاني
وتحت قوله (او العلم الخ) اي بعد البلوغ بان بلغا ولم يعلما به ثم علما بعده وتحت قوله (للفسخ)
اي هذا الشرط انما هو للفسخ لا لثبوت الاختيار وحاصله ان المزوج اذا كان للصغير والصغيرة
غير الاب والجد فلهما الخيار بالبلوغ او العلم به فان اختارا الفسخ لا يثبت الفسخ الا بشرط
القضاء اھ (ص٢٩٧ ج ٢) ثم قال (ويبطل خيار البكر بالسكوت) لو مختارة (عالمة باصل النكاح) ولا
يمتد الى اخر المجلس وان جهلت به بخلاف المعتقة (وخيار الصغير والثيب اذا بلغا لا يبطل)
بالسكوت (بلا صريح) رضاء (او دلالة) عليه كقبلة ولمس ودفع مهر (ولا يبطل بقيامهما
عن المجلس) لان وقته العمر فيبقى حتى يوجد الرضاء انتهى مختصراً وقال الشامي (قوله لو مختارة)
اما لو بلغها الخبر فاخذها العطاس او السعال فلما ذهب عنها قالت لا ارضى جاز الرد اذا قالته متصلاً
الخ (قوله اخر المجلس) اي مجلس بلوغها او علمها بالنكاح كما في الفتح (قوله وان جهلت به) اي

ف اي ان كان العقد بغير الكفوء او بغبن فاحش ١٢ منه ف ينبغي ان التفصيل
الاتي في البكر والثيب بعد البلوغ يجري في المجنونة بعد الافاقة والله اعلم ١٢ منه +

بان لہا خیار البلوغ او بانہ لایمتد (قولہ والثیب) شمل مالو کانت ثیبا فی الاصل وکانت بکرا ثم دخل بہا ثم بلغت کما فی البحر وغیرہ (قولہ دفع مہر) حملہ فی الفتح علی ما اذا کان قبل الدخول اما لو دخل بہا قبل بلوغہ فینبغی ان لا یکون دفع المہر بعد بلوغہ رضاء لانہ لابد منہ اقام او فسخ اھ ومثلہ یقال فی قبولہا المہر بعد الدخول بہا او الخلوۃ افادہ ط (رد ج ۲ صفحہ ۵۰۲)

فائدہ موعودہ باکرہ لڑکی بالغ ہونے پر جب نکاح نامنظور کرے تو اُس کو نامنظوری پر گواہوں کی بھی ضرورت پڑتی ہے جیسا کہ پیشتر گذر چکا ہے لیکن وہ مختصر تھا اس واسطے حسب وعدہ تفصیل لکھی جاتی ہے۔ تفصیل یہ ہے کہ اشہاد (یعنی گواہ بنانے) کی دو صورتیں ہیں۔ **اول** یہ کہ جس وقت بالغ ہوئی ہے اُس وقت اگر اُس کے پاس گواہ موجود ہیں تب تو اُسی وقت اُسی کو کہدینا چاہیئے کہ میں اب بالغ ہوئی ہوں اور اس نکاح کو فسخ کرانا چاہتی ہوں۔ **دوسری صورت** یہ کہ اُس وقت گواہ پاس نہ ہوں اس صورت میں زبان سے فوراً نامنظوری کر کے گواہوں کو بلا لیا جاوے یا خود اُن کے پاس چلی جاوے اور گواہ جلدی مل جاویں یا دیر میں بہر دو صورت اُن کے سامنے یہی کہنا چاہیئے کہ میں اب بالغ ہوئی ہوں اور نکاح فسخ کرانا چاہتی ہوں یہ ہرگز ظاہر نہ کرے کہ تھوڑی دیر ہوئی بالغ ہو چکی ہوں حتے کہ اگر گواہ صراحۃً بھی دریافت کریں کہ تو کب بالغ ہوئی ہے تب بھی مفصل واقعہ ذکر نہ کرے بلکہ یہی جواب[عہ] دے کہ میں اب بالغ ہوئی ہوں یا صرف اتنا کہدے کہ میں نے بالغ ہوتے ہی نکاح کو توڑ دیا ہے کیونکہ اگر مفصل واقعہ گواہوں سے ظاہر کرے گی تو اُن کو گول مول گواہی دینا جائز نہ ہوگا اور تفصیلی شہادت دی تو یہ شہادت اس کے حق میں مفید نہ ہوگی۔ اور مجمل واقعہ سن کر گواہی دینا جائز ہے اُن کو نہ اس کی ضرورت ہے کہ تفصیل دریافت کریں نہ اس کا حق ہے۔ پھر قاضی کے یہاں درخواست دینے کی تین[عہ] صورتیں ہیں۔

عہ و یجوز الکذب لاحیاء الحق کما ھو مصرح فی ھذا الباب من کتب الفقہ وفی ابواب اُخر ولکن یختلج فی القلب انہم لما جوزوا التعریض بمحض قولہا عند القاضی انی فسخت کما بلغت وھو صدق ینجیہ من الابتلاء بالکذب فکیف جوزوا لہا الکذب فیہ عند الشہود والقاضی فلیتامل ۱۲ منہ

عہ ایک امر قابل لحاظ یہ بھی ہے کہ ان تین صورتوں میں سے پہلی صورت میں یعنی جب گواہ ہو چکے ہوں تو اس کو ایک ماہ تک درخواست کی مہلت ہے۔ اگر ایک ماہ گذر گیا تو خیار فسخ جاتا رہا۔ لان ھذا الخیار نظیر خیار الشفعۃ وفی الشفعۃ یبطل الخیار بالسکوت شہرا علی ما حققہ العلامۃ الشامی فی رد المحتار۔ اور دوسری صورت میں حتی الوسع جلدی کرنا لازم ہے لیکن اس تعجیل کی کوئی خاص تحدید کتب فقہ میں باوجود تلاش کے نہیں ملی البتہ خلاصۃ الفتاوی کی ایک روایت سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ چند روز تک مقدمہ پیش نہ ہوا تو خیار ساقط ہو جاوے وہ روایت یہ ہے قال ہشام سألت محمدا عن صغیرۃ زوجہا عمہا فحاضت فبعثت خادمہا الیک واشہدوا (بقیہ حاشیہ بر صفحہ ۱۰۰)

اوّل اگر قاعدہ کے موافق گواہ ہو چکے ہیں تب تو قاضی یا اُس کے قائمقام کی عدالت میں یوں درخواست پیش کرے کہ میں فلاں روز بالغ ہوتے ہی نکاح کو نامنظور کر چکی ہوں اور نامنظوری کے فلاں فلاں گواہ ہیں اس واسطے میرا نکاح فسخ کر دیا جاوے۔ اس درخواست پر شہادت کے بعد تفریق ہو جاوے گی۔

دوم اگر کسی کو معتبر گواہ میسر نہ ہوں یا گواہوں سے اس قسم کی تفصیل ظاہر کر دی جس سے اُن کو مفید گواہی دینا جائز نہ رہا تو پھر یہ صورت ہے کہ حتی الوسع جلد درخواست پیش کرے اور درخواست میں یہ ظاہر نہ کیا جاوے کہ کب بالغ ہوئی ہے بلکہ صرف اتنا کہے کہ میں نے بالغ ہوتے ہی نکاح فسخ کر دیا ہے لہذا فسخ کا حکم دیدیا جاوے۔ اگر قاضی دریافت بھی کرے کہ کب بالغ ہوئی ہے تب بھی نہ بتلاوے اگر بتلا دیا تو پھر تفریق نہ ہو سکے گی۔ اور ایسی درخواست پر صرف حلف لے کر نکاح فسخ کرا دیا جاوے گا۔

سوم ایک صورت درخواست کی یہ ہے کہ صاف کہدے کہ میں ابھی بالغ ہوئی ہوں اور یہ نکاح مجھے منظور نہیں اس واسطے فسخ کرانا چاہتی ہوں اس صورت میں نہ کسی گواہ کی حاجت ہے نہ حلف کی بلکہ بدون شہادت اور حلف ہی قاضی اس درخواست کو قبول کر کے نکاح کو فسخ کر دے۔ قال العلامۃ الشامی بعد نقل عبارۃ البزازیۃ وغیرھا قلت وتحصل من مجموع ذلک انہا لو قالت بلغت الآن وفسخت تصدق بلا بینۃ ولا یمین ولو قالت فسخت حین بلغت تصدق بالبینۃ او الیمین ولو قالت بلغت امس وفسخت فلا بد من البینۃ الخ (ص ۲۷)۔

تنبیہ اگر حقیقۃً بالغ ہوتے ہی فوراً زبان سے کہدیا ہے کہ میں اس نکاح کو فسخ کرتی ہوں تب تو اُس کو جائز ہے کہ گواہوں سے یا قاضی سے اصل واقعہ چھپا کر یہ کہدے کہ میں ابھی بالغ ہوئی ہوں۔

اور اگر بلوغ کے بعد اس کہنے میں ذرا بھی دیر کر دی تھی تو خیار فسخ باطل ہو گیا اب اُس کو ہرگز جائز نہیں کہ شہادت اور درخواست کے قبول ہونے کا حیلہ کرے اگر حیلہ کرے گی

بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۶) فلو یقدر وھی فی موضع ینقطع عن الناس فمکثت ایاما قال الزمہا النکاح رد المحتار فی جنس خیار البلوغ ص ۲۵ جلد ۲۔ اور تیسری صورت کا حکم بھی قواعد سے وہی معلوم ہوتا ہے جو دوسری صورت کا۔ لان الامر بالٰ فی الصورۃ الاولی کان لتقرر الحق بالاشہاد والتقرر بالاشہاد مفقود فی الثالثۃ فی الثانیۃ۔ واللہ اعلم بالصواب۔ تنبیہ چونکہ اس حاشیہ کا یہ سب مضمون قواعد سے لکھا گیا ہے اس لئے عمل کے وقت احتیاطاً اپنے کسی معتقد فیہ عالم محقق سے بھی دریافت کر لینا ضروری ہے ۱۲ منہ

تو سخت گنہگار ہوگی۔

ولکن ان احتالت مع سقوط الخیار وحکم القاضی بالفسخ انفسخ النکاح عند الامام لان القضاء عندہ ینفذ ظاہراً وباطنا فی العقود والفسوخ۔

خیار کفاءت

غیر کفو میں نکاح ہونے کی کئی صورتیں ہیں بعض میں نکاح بالکل باطل ہے اور بعض میں صحیح اور لازم ہو جاتا ہے یعنی فسخ کا اختیار بھی نہیں رہتا اور بعض میں صحیح تو ہوتا ہے مگر لازم نہیں ہوتا بلکہ فسخ کا اختیار رہتا ہے۔ یہاں اصل مقصود تو انہیں صورتوں کا بیان کرنا ہے جن میں خیار فسخ ہو کیونکہ قضائے قاضی کی ضرورت صرف انہیں میں پڑتی ہے مگر ہم تتمیم فائدے کے لئے سب صورتیں درج کرتے ہیں اور ہر ایک کا جداگانہ حکم لکھتے ہیں جن کی تفصیل یہ ہے

پہلی صورت یہ کہ بالغ عورت بغیر اذن ولی عصبہ[5] کے غیر کفو میں نکاح کرے اس صورت میں فتویٰ اس پر ہے کہ نکاح صحیح نہیں ہوتا بلکہ بالکل باطل ہے حتے کہ اگر نکاح کے بعد ولی عصبہ جائز بھی رکھے تب بھی صحیح نہیں ہوتا کیونکہ نکاح سے قبل اجازت کا ہونا شرط ہے لہذا عورت کو لازم ہے کہ ایسا ہرگز نہ کرے اگر کرے گی تو نکاح کالعدم ہونے کی وجہ سے ہمیشہ معصیت میں مبتلا رہے گی۔ کما فی الدر المختار فنفذ نکاح حرۃ مکلفۃ بلا ولی ولہ اذا کان عصبۃ ولو غیر محرم کابن عم فی الاصح خانیۃ وخرج ذووا الارحام والام وللقاضی الاعتراض فی غیر الکفؤ ما لم تلد ویفتی بعدم جوازہ اصلا اھ وفی رد المحتار ہذہ روایۃ الحسن عن ابی حنیفۃ وایدہ لا صاحبان انہ بقولہ وھو المختار للفتوی والعلامۃ الشامی وغیرہ بقول شمس الائمۃ وھذا اقرب الی الاحتیاط۔

فائدہ اسی سے اس صورت کا بھی حکم معلوم ہو گیا جس میں عورت کو شوہر کے غیر کفو ہونے کا علم نہ ہوا اور کفو ہونے کی شرط کر کے یا بلا شرط نکاح کیا ہو اور بعد میں معلوم ہو جائے کہ وہ شخص کفو نہیں ہے تو عورت پر واجب ہے کہ معلوم ہوتے ہی اس سے الگ ہو جائے کیونکہ قول مفتی بہ کے موافق غیر کفو سے بدون اذن ولی نکاح درست نہیں ہوتا

[5] اور اگر عصبہ نہ ہونے کی حالت میں کسی اور کو ولایت نکاح پہونچتی ہو تو بالغہ کو نکاح بغیر الکفو میں اس کے اذن کی حاجت نہیں۔ کما ھو مصرح فی عبارۃ الدر المذکورۃ فی المقام ۱۲ منہ +

توجس وقت اس کا غیر کفو ہونا ظاہر ہوگیا اُس وقت ثابت ہوگیا کہ نکاح اوّل ہی سے باطل تھا وامّا قول الدر المختار فلو نکحت رجلا ولم تعلم حاله فاذا هو عبد لا خیار لها بل للاولیاء فهو مبنی علی ظاهر الروایة والافلا معنی لخیار الاولیاء وقد علمت ان ظاهر الروایة متروك برِوایة الحسن المختارة للفتوی

دوسری صورت یہ کہ باپ دادا کے سوا کسی دوسرے ولی نے نابالغ کا نکاح غیر کفو میں کردیا ہو یا باپ دادا نے کیا مگر وہ معروف بسوء الاختیار یا فاسق متہتک ہو اور قدم تفسیرهما فی خیار البلوغ یا نشہ کی حالت میں نکاح کیا ہو اس صورت میں بھی نکاح بالکل باطل ہے۔

کما مر فی خیار البلوغ مفصلاً

تیسری صورت یہ کہ باپ یا دادا نے بدرستی ہوش وحواس نابالغ کا نکاح غیر کفو میں کیا ہے اور وہ باپ دادا نہ فاسق متہتک ہو نہ معروف[ع] بسوء الاختیار اس صورت میں نکاح لازم ہو جاتا ہے اس نکاح کو فسخ کرانے کا بھی اختیار نہیں ہے۔ کما مر فی خیار البلوغ ایضاً۔

اور یہ حکم عام ہے خواہ باپ دادا کو بوقت نکاح عدم کفارت کا علم تھا یا نہ تھا۔ بہر دو صورت نکاح صحیح اور لازم ہو جاتا ہے۔ البتہ اگر دوسری صورت یعنی عدم علم کی صورت میں کفارت کی شرط پر نکاح کیا ہو تو اُس کا حکم جدا ہے جو صورت ششم میں آتا ہے۔

چوتھی صورت یہ ہے کہ بالغہ عورت کا نکاح باجازت ولی عدم کفارت کا علم ہوتے ہوئے غیر کفو میں ہوا حکم اس کا یہ ہے کہ نکاح صحیح اور لازم ہو جاتا ہے اور کسی کو فسخ کا اختیار نہیں رہتا کما لا یخفی لرضائهم بسقوط حقهم وسیاتی التصریح بعدم الخیار لاحد فی الصورة الخامسة فهذه الصورة اولٰی به۔ اور یہ حکم سب اولیاء کے لئے عام ہے خواہ اب وجد ہوں یا اُن کے علاوہ کوئی دوسرا ولی ہو لیکن فرق اتنا ہے کہ اگر لڑکی باکرہ ہے اور اب وجد کی ولایت سے نکاح ہوا ہے تو اجازت کے لئے محض اُس کا سکوت کافی ہوگا اور اگر لڑکی ثیبہ ہے یا اب وجد کے علاوہ کسی دوسرے ولی کی ولایت میں نکاح ہوا ہے تو اجازت صریحہ کی ضرورت ہے محض سکوت کافی نہیں۔ لما فی خزانة المفتین (قلمی ورق ص۲۲) زوج ابنته البکر البالغة من غیر کفؤ فعلمت بذلك فسکتت فسکوتها لا یکون[عہ]

ع اس کی تفسیر خیار بلوغ میں گذر چکی ہے ۱۲ منہ

عہ هکذا فی الاصل (الموجود فی مدرسة مظاهر العلوم بسہارنپور) والصواب من غیر لا لیستقیم المعنی فانه مقابل لقوله الاتی لم یکن۔ کتبہ مولانا عبد اللطیف مدظلہم العالی

رضا والجد کالاب عند عدمہ وغیر الاب والجد ایس بولی فی النکاح بغیر کفوء فلم یکن سکوتہا رضا۔ و فی فصل شرائط النکاح من الخانیۃ رجل زوج ابنتہ البکر البالغۃ من غیر کفوء فعلمت بذالک فسکتت قال بعضہم سکوتہا لایکون رضا و قال بعضہم فی قول ابی حنیفۃ یکون رضا الا علی قول ابی حنیفۃ رح الاب ولی فی النکاح من غیر کفوء (فتاوی قاضیخان مصطفائی جلد ۱ صفحہ ۱۵۸) وظاہر ان ہذا الاختلاف مبنی علی ان الاب والجد ولیان فی الانکاح بغیر کفوء عند الامام خلافا لصاحبیہ کما فی رد المحتار عن شرح المجمع ان تزویج الاب للصغیر والصغیرۃ من غیر کفوء او بغبن فاحش جائز عندہ لا عندھما (شامی باب الولی صفحہ ۵ جلد ۲)۔ والفتوی علی قول الامام و علیہ المتون قاطبۃ فصار سکوتہا فی مسئلتنا ھذہ رضا لتحقق الاستیذان من الولی علی قول الامام المختار للفتوی واللہ اعلم۔

پانچویں صورت یہ ہے کہ بالغہ عورت کا نکاح باجازت ولی کسی ایسے شخص سے ہوا جس کی کفاءت کا حال معلوم نہ تھا۔ لیکن بوقت نکاح کفاءت کی شرط کر لی تھی یا صراحۃً تو شرط نہ کی تھی مگر خاوند کی طرف سے کفو ہونا ظاہر کیا گیا تھا اور اس پر اعتماد کر کے نکاح کر دیا ہو۔ پھر خلاف ظاہر ہوا اور ثابت ہوا کہ کفو نہیں ہے حکم اس صورت کا یہ ہے کہ عورت کو بھی خیار فسخ حاصل ہوگا اور اُس کے ولی کو بھی۔ کما فی کفاءۃ الدر المختار ما نصہ ولو زوجہا برضاہا ولم یعلموا بعدم الکفاءۃ ثم علموا لاخیار لاحد۔ الا اذا شرطوا الکفاءۃ او اخبرہم بہا وقت العقد فزوجوہا علی ذالک ثم ظہر انہ غیر کفوء کان لہم الخیار و لو الجیہ۔

لیکن اگر یہ عورت ہنوز باکرہ ہو تو اُس کا خیار سکوت سے باطل ہو جاوے گا۔ یعنی اگر اطلاع حال کے بعد فوراً کہدیا کہ مجھے اس سے نکاح رکھنا منظور نہیں تب تو اختیار باقی رہے گا اور بذریعہ حاکم مسلم فسخ کرا سکے گی ورنہ اگر نامنظوری ظاہر کرنے میں ذرا بھی تاخیر کی تو خیار فسخ باقی نہ رہے گا۔

یہ حکم اُس وقت ہے جب کہ لڑکی ہنوز باکرہ ہو اور اگر ثیبہ ہو چکی ہے تو اُس کے سکوت سے خیار باطل نہیں ہوتا بلکہ جب تک صراحۃً یا دلالۃً رضا نہ پائی جاوے اُس وقت تک

۵؎ مثلاً شوہر لمس وتقبیل وغیرہ کرے یا مہر یا نفقہ ادا کر دے اور زوجہ اُس کو لمس وتقبیل وغیرہ پر قدرت دے یا مہر وغیرہ قبول کرے تو یہ دلالۃً رضا ہے اور مہر کا قبول کرنا دلیل رضا اُس وقت ہے جب کہ بلوغ سے خلوۃ صحیحہ ہو چکی ہو۔ کما ھو مصرح فی الدر والرد وقد مر ما نصہ ۱۲ منہ

اختیار باقی رہے گا۔

کما مرذ کرہ من الدر المختار والشامیہ مفصلاً فی خیار البلوغ۔ قبیل عنوان الفائدۃ الموعودۃ۔

اور یہی حکم ہے ولی کا کہ اُس کا خیار فسخ بھی محض سکوت سے باطل نہیں ہوتا بلکہ صراحۃً یا دلالۃً رضا کی ضرورت ہے اور دلالۃً رضا کی صورت یہ ہے کہ مثلاً ولی مہر وغیرہ پر قبضہ کرلے کما فی باب الولی من الدر المختار ما نصہ (وقبض) ای ولی لہ حق الاعتراض (المہر) ونحوہ مما یدل علی الرضی (رضاً) دلالۃً (الی ان قال) و (لا یکون (سکوتہ) رضا (از شامی ص۴۲۹ جلد ۲)

چھٹی صورت یہ کہ نابالغ لڑکے یا لڑکی کا نکاح اُس کے والد یا دادا نے ایسے شخص سے کیا جس کو اُس کے بیان کی بنا پر کفو سمجھا گیا تھا یا کفو ہونے کی شرط کرلی گئی تھی مگر بعد میں معلوم ہوا کہ غیر کفو ہے تو اس صورت میں یہ تفصیل ہے کہ بالغ ہونے سے پیشتر تو صرف باپ دادا کو اختیار ہے۔ اگر اُس نے فسخ کرادیا تو فسخ ہوجاوے گا۔ اور اگر حقیقت ظاہر ہونے کے بعد بھی نکاح کو منظور رکھا تو لازم ہوجائے گا۔

اور اگر باپ دادا نے سکوت کیا تو صرف اس کے سکوت سے اختیار باطل نہ ہوگا بلکہ باپ دادا کو بھی اختیار رہے گا اور بالغ ہونے پر لڑکے لڑکی کو بھی اختیار حاصل ہوجائیگا

ف اسی طرح مجنون اور مجنونہ کا بیٹا ان احکام میں باپ کے برابر ہے جیسا کہ پیشتر گذر چکا ۱۲ منہ

ف اور اگر کفارت کی نہ تو شرط کی تھی نہ زوج نے اپنا کفو ہونا بیان کیا تھا بلکہ باپ دادا نے محض اپنے گمان سے کفو سمجھ کر نکاح کردیا تھا۔ پھر ظاہر ہوا کہ کفو نہیں ہے تو اس صورت میں خیار کفارت ہونے یا نہ ہونے میں باوجود تتبع اور مراجعت علماء کے کوئی امر منقح نہیں ہوسکا۔ بعض جزئیات فقہیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ظن کفارت نکاح کردینے اور پھر خلاف ظاہر ہونے کی صورت میں مطلقاً خیار فسخ حاصل ہوتا ہے خواہ یہ ظن کفارت شوہر کے بیان وغیرہ کی وجہ سے پیدا ہوا ہو یا خود بخود لڑکی والوں نے یہ گمان کرلیا ہو۔ اور بعض دوسرے جزئیات میں یہ خیار اس قید کے ساتھ مقید ہے کہ ظن کفارت شوہر کے بیان کی بناء پر کیا گیا ہو۔ اس لئے اس بات میں علماء کا اختلاف ہے کہ یہ دونوں مسئلے جدا جدا ہیں اور ہر دونوں صورتوں میں خیار فسخ حاصل ہے۔ یا مطلق مقید پر محمول ہے اور بغیر اخبار زوج کے محض ظن کفارت خیار فسخ کے لئے کافی نہیں۔ اور ہمیں قواعد سے رجحان اس کو معلوم ہوتا ہے کہ مطلق کو مقید پر محمول کیا جائے اور ظن کفارت بلا اخبار زوج کی صورت میں خیار فسخ نہ دیا جائے۔ یہ جزئیات فقہیہ در المختار باب الولی میں من قولہ (وان عرف لا یصح النکاح) استشکل ذلک الشیخ الخ اور باب الکفارت میں من قولہ (فلو نکحت الخ) تفریع الی آخرہ اور آخر باب العنین میں من قولہ (لو تزوجتہ علی انہ حر الی قولہ لہا الخیار) ای لعدم الکفاءۃ الی آخرہ اور بحر الرائق باب الکفارۃ میں قول کنز ولو زوج طفلہ غیر کفو کی شرح مع حاشیہ منحۃ الخالق اور خانیہ آخر باب الکفارۃ میں رجل زوج بنتہ الصغیرۃ الخ ہیں اہل علم بوقت ضرورت مراجعت کرکے کسی جانب کو خود ترجیح دے کر عمل کریں ہماری ترجیح پر نہ رہیں ۱۲ منہ

اس لئے بالغ ہونے کے بعد نکاح لازم ہونے کے واسطے دونوں کی رضامندی شرط ہے۔ باپ دادا کی بھی اور لڑکے یا لڑکی کی بھی۔ پس بلوغ کے بعد لڑکے یا لڑکی اور باپ یا دادا میں سے ایک بھی چاہے تو نکاح فسخ ہو سکتا ہے اگرچہ دوسرا بقائے نکاح پر رضامند ہو جائے۔

کما قال فی فتاوی قاضیخان (ص۱۶۴ ج۱) رجل زوج ابنته الصغیرة من رجل ذکر انه لا یشرب المسکر فوجد شریبا مدمنا فبلغت الصغیرة وقالت لا ارضی قال الفقیه ابو جعفر ان لم یکن اب البنت یشرب المسکر وکان غالب اهل بیته الصلاح فالنکاح باطل لان والد الصغیرة لم یرض بعدم الکفاءة وانما زوجها منه علی ظن انه کفوء اھ۔

اس جزئیہ میں اس کی تو تصریح ہے کہ صورت مذکورہ میں بعد بلوغ کے لڑکی کو اختیار ہے (اور لڑکا کفاءت کے باب میں لڑکی کا حکم رکھتا ہے کما مر فی خیار البلوغ) اور اس صورت میں باپ دادا کے منظور کرنے سے لازم ہو جانا اس وجہ سے ہے کہ اس کو غیر کفو میں نکاح کرنے کا حق ہے جیسا کہ خیار بلوغ کے بیان میں مفصل گذر چکا اور اس جزئیہ مذکورہ میں لان والد الصغیرة الخ سے بھی مفہوماً معلوم ہوتا ہے اور خزانۃ المفتین میں باپ کو اختیار ہونے کی تصریح ہے۔ فانه قال الاب اذا زوج ابنته الصغیرة من رجل وظن انه یقدر علی ایفاء المعجل والنفقة ثم ظهر عجزه عن ذلک کان للاب ان یفسخ لانه یخل بالکفاءة ولم یسقط حقه لانه زوج علی انه قادر انتهی (خزانۃ المفتین قلمی ورق ۱۲۱ ص۲)۔

اور جب اس کو ظہور حال کے بعد خیار ملے گا تو بدون کسی مسقط کے ساقط ہونے کی کوئی وجہ نہیں لہذا بعد بلوغ بھی باپ کو خیار رہے گا واللہ اعلم۔

فائدہ فرقت کی تمام صورتیں و نیز یہ معلوم ہونے کے لئے کہ کس کس صورت میں قضائے قاضی کی ضرورت ہے اور کس کس میں نہیں در مختار سے ایک نظم نقل کی جاتی ہے۔

وھو ھذا

فرق النکاح اتتک جمعا نافعا ۔۔۔ فسخ طلاق وھذا الدر یحکیہا
تباین الدار مع نقصان مہر کذا ۔۔۔ فساد عقد وفقد الکفو ینعیہا
تقبیل سبی واسلام المحارب او ۔۔۔ ارضاع ضرتہا قد عد ذا فیہا

سه غیره العلامة الشامی هکذا ۱۲ سه ان النکاح له فی قولهم فرق + وهو اجود ۱۲ منه سه هذا علی ظاهر الروایة لا علی روایة الحسن المختارة للفتوی المذکورة فی الصورة الاولی من عدم ان خیار الکفاءة ۱۲ منه سه قد غیره العلامة الشامی الی هذا سه ارضاع اسلام حربی بمحبس نصه ابنته قبلة قد عد ذا فیها فخذ ف منه السبی ۱۲ منه

خيار عتق بلوغ ردة وكذا | ملك لبعض وتلك الفسخ يحصيها
اما الطلاق فجب عنة وكذا | ايلائه ولعان ذاك يتلوها
فنساء قاض الى شرط الجميع خلا | ملك وعتق واسلام اتى فيها
تقبيل شهوة مع الايلاء يا املى | تباين مع فساد العقد يدنيها

وههنا تمت التتمة + المشتملة على المسائل المهمة + المتعلقة بالحوادث الملمة + بتوفيق من بيده عقد الامور والازمة + في اوائل شهر يبارك فيه من الملك الديان + ويفتح لمن صام فيه باب الريان + المعروف بشهر رمضان + الذي اوله رحمة + واوسطه مغفرة واخره عتق من النيران سنة اثنين وخمسين بعد ثلثمائة والف من الهجرة النبوية على صاحبها الف الف صلوة وتحية على يد احقر الانام والانيم عبده الاثيم الراجي فضله العميم المدعو بعبد الكريم ستر الله ذنبه الجم والجسيم الصغير منه والعظيم وتجاوز عن سيئاته والقديم انه هو الغفور الرحيم وليس لهذا العبد الضعيف في تحرير هذه الرسالة وتسويد هذه العجالة الا كالظل على الاثرين والقلم بين اصبعين وهي بدء قرنها وجلها وقضها وقضيضها من افاضات مجمع البحرين و منبع النهرين خضر الطريقة حبر الشريعة بقية السلف حجة الخلف حكيم الامة عند كل علمة شيخنا التقي الولي العلامة الشهير باشرف علي لا زال منغمسا في بحار لطفه الخفي والجلي فجاء بحمد الله بما يكشف الغين ويجلو العينين متعنا الله تعالى بطول بقائه بالخير دوام الملوين ودور العصرين والحمد لله الذي بعزته وجلاله تتم الصالحات والصلوة والسلام على سيد الموجودات

مهر دار العلوم ديوبند

مهر امداد العلوم تهانه بهون

التصديقات

نظرنا في التتمة فوجدناها صحيحة
اشرف علي عفي عنه للحادي عشر من رمضان سنه ١٣٥٢
العبد الضعيف محمد شفيع غفر له خادم
دار الافتاء بديوبند
العبد النحيف
سراج احمد غفر له مدرس خانقاه
امدادية

لقد تشرفت بمطالعة هذه التتمة فوجدتها دقيقة وحسناء وسيمة فلله در من اخرجها واستخرجها وزينها ووشيها وجهها جزاه الله تعالى عني وعن سائر المسلمين خير الجزاء واحسنه ورزقني واياه عيشة مرضية وعاقبة حسنة
وانا العبد المذنب
ظفر احمد عفا الله عنه ٢٥ رمضان المبارك سنه ١٣٥٢

ـه قد غيره الشامي هكذا اه اما الطلاق فجب عنة وابا + الزوج ايلاء واللعان يتلوها + فزاد فيها اباء الزوج ١٢ منه

ـه قد غيره الشامي هكذا اه ايلائه ردة ايضا مصاهرة + الخ فحذف السبي منه ايضا فافهم ١٢ منه

قولہ تعالیٰ ولا تنکحوا المشرکٰت حتی یؤمنّ ولا تنکحوا المشرکین حتی یؤمنوا

چوں از آیت مذکورہ ہویداست کہ اختلافِ مذہب زوجین ور احکام نکاح
اثرے قوی میدارد ایں رسالہ کہ ضمیمہ الیست از حیلۂ ناجزہ للحلیلۃ العاجزہ

یعنی

حکم الازدواج

مع

اختلاف دین الازواج

جامع بود مسائل ایں باب را

بسعی علیہ
خدام مدرسہ امداد العلوم تھانہ بھون اہتمام اشاعتش نمودند
و بار سوم در شوال المکرم سنہ ۱۳۶۴ھ
از دار الاشاعت دیوبند ضلع سہارنپور شائع گردانیدند

حضرت امام العارفین سراج السالکین خضر الطریق مظہر التوفیق فقیہ العصر حکیم الامت مجدد الملت سیدی وسندی حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی دامت برکاتہم نے اپنے رسالہ "الحیلۃ الناجزہ للحلیلۃ العاجزہ" کی تمہید میں حاشیہ پر تحریر فرمایا ہے کہ چند مسائل متعلقہ از دواج بصورت اختلاف مذہب کا اضافہ بطور ضمیمہ کیا جاوے گا جس میں خصوصیت سے یہ بات بھی واضح کی جاوے گی کہ عورت کے مرتد ہونے سے نکاح فسخ ہوجاتا ہے یا نہیں اور بعد تجدید اسلام دوسرے شخص سے نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں۔

حضرت اقدس نے قلت فرصت کی وجہ سے اس ناکارہ غلام کو ارشاد فرمایا اس لئے تعمیل ارشاد کے لئے یہ رسالہ لکھ کر حضرت کی خدمت میں پیش کیا اور نام اس کا "حکم الازدواج مع اختلاف دین الازواج" تجویز ہوا حق تعالیٰ اس کو بھی اصل رسالہ کی طرح مفید اور مقبول فرماوے اور حضرت کے فیوض سے متمتع فرمائے۔ آمین

بندہ محمد شفیع دیوبندی غفرلہ

خادم دار الافتاء دیوبند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ ولاسیما علی سیدنا المجتبیٰ ومن بہم یہتدی۔ وبعد الحمد والصلوٰۃ عرض ہے کہ مذہب زوجین کے اختلاف کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ اختلاف نکاح سے پہلے ہی موجود ہو دوسرے یہ کہ بعد نکاح پیدا ہو جائے۔

پہلی صورت میں مسلمان عورت کا نکاح کسی کافر مرد سے کسی حال جائز نہیں خواہ کفر کی کوئی قسم ہو اسی طرح مسلمان مرد کا نکاح بھی کسی کافر عورت سے جائز نہیں البتہ اگر عورت کتابیہ یعنی یہودیہ یا نصرانیہ وغیرہ ہو تو اُس سے مسلمان مرد کا نکاح دو شرطوں کے ساتھ ہو سکتا ہے۔

اوّل یہ کہ وہ عام اقوام یورپ کی طرح صرف نام کی عیسائی یا یہودی اور در حقیقت لامذہب دہریہ نہ ہو بلکہ اپنے مذہبی اصول کو کم از کم مانتی تو ہو اگرچہ عمل میں خلاف بھی کرتی ہو۔ دوسرے یہ کہ وہ اصل سے ہی یہودیہ نصرانیہ ہو اسلام سے مرتد ہو کر یہودیت یا نصرانیت اختیار نہ کی ہو جب یہ دونوں شرطیں کسی کتابیہ عورت میں پائی جائیں تو اُس سے نکاح صحیح و منعقد ہو جاتا ہے۔ لیکن بلا ضرورت شدید اس سے بھی نکاح کرنا مکروہ اور بہت سے مفاسد پر مشتمل ہے۔ اسی لئے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں مسلمانوں کو کتابیہ عورتوں کے نکاح سے منع فرما دیا تھا۔ (اخرجہ الحافظ ابن کثیر فی تفسیر قولہ تعالیٰ ولا تنکحوا المشرکات حتی یؤمن والامام محمد فی کتاب الآثار وصرح بالکراھۃ واختیار انہا تحریمیۃ فی الحربیۃ العلامۃ الشامی فی محرمات رد المحتار صـ۳۱۳ ج ۲)۔ اور جب عہد فاروقی میں کہ زمانہ خیر تھا ایسے مفاسد موجود تھے تو آج کل جس قدر مفاسد ہوں کم ہیں۔ بالخصوص موجودہ اقوام یورپ کے ساتھ مسلمانوں کے تعلقات ازدواج تو بالکل ہی اُن کے دین دنیا کو تباہ کر دینے والے ہیں جن کا روزمرہ مشاہدہ ہوتا ہے۔

دوسری صورت یعنی نکاح کے بعد زوجین کا یا ان میں سے کسی ایک کا مذہب بدل جائے اس کے چار احتمال ہیں۔

پہلا احتمال یہ ہے کہ دونوں کافر تھے پھر ایک ساتھ دونوں مسلمان ہو گئے

دوسرا احتمال یہ ہے کہ دونوں مسلمان تھے پھر معاذ اللہ دونوں ایک ساتھ مرتد ہو گئے۔

ان دونوں احتمالوں میں نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑتا بلکہ بعینہٖ قایم رہتا ہے۔ کما صرح

عـــہ گو ان دو احتمالوں میں اختلاف مذہب صادق نہیں آتا مگر استیعاب احکام کے لئے انکو بھی بیان کر دیا گیا ۱۲ منہ

به فی نکاح الکافر من التنویر وسائر المتون)۔

تیسرے احتمال کے جزو اول کا حکم

تیسرا احتمال یہ ہے کہ دونوں میں سے کوئی ایک مسلمان ہو جائے اور دوسرا بدستور کفر پر باقی رہے اس کے دو جزو ہیں۔

پہلا جزو یہ ہے کہ مرد مسلمان ہو جائے اور عورت کفر پر رہے اس کا حکم یہ ہے کہ اگر عورت کتابیہ ہے تو نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑے گا بحالہ قائم رہے گا گو وہ اہل کتاب کا ایک مذہب چھوڑ کر دوسرا اختیار کرے مثلاً یہودیہ سے نصرانیہ ہو جائے یا بالعکس۔ اسی طرح اگر ایسا ہوا کہ جس وقت مرد مسلمان ہوا ہے اسی وقت مجوسیہ بیوی نے اہل کتاب کا مذہب قبول کر لیا اس صورت میں بھی نکاح پر کوئی اثر نہ پڑے گا۔ البتہ اگر اس کا عکس ہوا یعنی اسلام زوج کے بعد کتابیہ بیوی نے مجوسیت وغیرہ اختیار کر لی تو نکاح ٹوٹ جاوے گا۔ کما صرح به فی باب نکاح الکافر من الدر المختار والشامی۔ اور اگر عورت غیر کتابیہ مثلاً ہندو یا مجوسیہ وغیرہ ہے تو اس میں یہ تفصیل ہے کہ یہ واقعہ دار الاسلام میں ہوا ہے تو قاضی اس کی عورت پر اسلام پیش کرے وہ بھی اسلام قبول کرے تو نکاح بحالہ قائم رہے گا اور اگر وہ اسلام لانے سے انکار کرے یا سکوت کرے تو نکاح فوراً فسخ کر دیا جائے۔ اور اگر یہ واقعہ دار الحرب میں ہوا ہے تو وہاں عورت پر تین حیض گذر جانا ہی اسلام سے انکار کر دینے کے قایم مقام ہو جاتا ہے یعنی اگر عورت مسلمان نہ ہو اور تین حیض اسی حالت پر گذر جائیں تو نکاح خود بخود فسخ ہو جائیگا۔

دوسرے جزو کا حکم

دوسرا جزو یہ ہے کہ عورت مسلمان ہو جائے اور خاوند کفر پر باقی رہے تو خواہ یہ کافر کتابی ہو یا غیر کتابی ہر حال میں اس کا حکم یہ ہے کہ اگر واقعہ دار الاسلام کا ہے تو قاضی اس کے خاوند پر اسلام پیش کرے اگر وہ مسلمان ہو جائے تو نکاح بحالہ قایم رہے گا۔ اور اگر اسلام قبول نہ کرے یا سکوت کرے تو قاضی ان دونوں میں تفریق کر دے اور اگر یہ واقعہ دار الحرب کا ہے تو عورت کے تین حیض گذر جانا ہی انکار اسلام کے قائم مقام ہو جائے گا اور بعد تین حیض گذر جانے کے عورت بائنہ ہو جائے گی۔

عـہ بشرطیکہ وہ اصل سے کتابیہ ہو پس اگر اسلام سے پھر کر کتابیہ ہوئی تھی تو بغیر اسلام لائے اس عورت سے دوبارہ بھی نکاح نہیں ہو سکتا ۱۲ منہ عـہ یعنی میاں بیوی دونوں دار الاسلام میں ہوں اور اگر ایک دار الاسلام میں ہو اور دوسرا دار الحرب میں تو تفریق قاضی نہیں ہو سکتی بلکہ تین حیض گذرنے پر بینونت ہو جاوے گی یعنی خود بخود نکاح جاتا رہے گا۔ کما صرح به الشامی تحت قول الدر ولو اسلم احدهما ۱۲ منہ۔

عدت کا حکم

(بصورت اسلام احد الزوجین)

اگر زوجہ اور شوہر دونوں دار الاسلام میں ہوں اور عرض اسلام کے بعد تفریق کی گئی ہے تب تو بالاتفاق عدت واجب ہے۔ اور اگر ان میں سے ایک یا دونوں دار الحرب میں ہیں اور اس لئے عرض اسلام نہ ہوسکا بلکہ تین حیض گذر جانے کی وجہ سے بائنہ ہوئی ہے تو اس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر شوہر مسلمان ہوا ہے تو بالاتفاق عدت واجب نہیں[ع۱]۔ اور اگر عورت مسلمان ہوئی ہے تو صاحبین کے نزدیک اس پر ان تین حیض کے علاوہ دوسرے تین حیض تک عدت گذارنا واجب ہے۔ اور امام صاحب کے نزدیک عدت واجب نہیں[ع۲] اور احتیاط اسی میں ہے کہ صاحبین کے قول پر عمل کیا جائے۔ امام طحاوی نے اسی کو اختیار کیا ہے۔

(شامی باب نکاح الکافر ص۲۴۴)

چوتھا احتمال یہ ہے کہ زوجین میں سے کوئی ایک معاذ اللہ مرتد ہوجائے اس کے دو جزو ہیں۔ ایک خاوند کا مرتد ہوجانا۔ دوسرے زوجہ کا مرتد ہونا۔ دونوں کے احکام جدا جدا درج ذیل ہیں اور اس چوتھے احتمال کے احکام پر اکابر علماء کے تصدیقی دستخط بھی ثبت ہیں۔

ف زوجین کے اختلاف مذہب کی پہلی صورت کے احکام میں اور دوسری صورت کے چار احتمالوں میں سے اول کے تین احتمالوں کے احکام میں تو کوئی خفا و اختلاف نہ تھا اس لئے ان کا مسودہ سب حضرات کے سامنے پیش نہیں کیا گیا بلکہ صرف حضرت حکیم الامت دام مجدہم اور چند حضرات کے ملاحظہ پر اکتفا کیا گیا اور چوتھے احتمال کی بعض صورتوں کے حکم میں کچھ خفا و اختلاف تھا اس لئے صرف اس احتمال کے احکام کو پیش کرکے سب حضرات کے دستخط حاصل کئے گئے ہیں۔

ع۱ یعنی اس کو اسلام کے بعد اس زوجہ کی ہمشیرہ وغیرہ سے فوراً نکاح کرلینا جائز ہے اگر عدت واجب ہوتی تو انقضاء عدت سے قبل ہمشیرہ وغیرہ کے ساتھ نکاح جائز نہ ہوتا اور عدت واجب نہ ہونے کا ایک ثمرہ یہ بھی ہے کہ اگر یہ عورت مسلمان ہوجائے تو اس کو فوراً دوسرے شخص سے نکاح جائز ہے بشرطیکہ حاملہ نہ ہو ورنہ بعد وضع حمل ۱۲ منہ

ع۲ البتہ اگر یہ عورت حاملہ ہو تو امام صاحب کے نزدیک بھی وضع حمل سے قبل اس سے نکاح جائز نہیں ۱۲ منہ

حکم ارتداد شوہر

اگر کسی عورت کا خاوند معاذ اللہ اسلام سے پھر جائے اور مرتد ہو جائے تو باجماع ائمۂ اربعہ و باتفاق جمہور فقہاء اُس کا نکاح خود بخود فسخ ہو جاتا ہے قضائے قاضی اور حکم حاکم کی کوئی ضرورت نہیں۔ اور یہ ارتداد شوہر اگر خلوت صحیحہ سے قبل ہوا ہے تو نصف مہر خاوند کے ذمہ ہے اور عورت پر عدت واجب نہیں اور اگر خلوت صحیحہ کے بعد ارتداد ہوا ہے تو پورا مہر لازم ہے اور عورت پر عدت بھی واجب ہے۔ نیز اُس مرتد پر عدت کا نفقہ بھی لازم ہے۔ لما فی الدر المختار (وارتداد احدھما) ای الزوجین (فسخ) فلا ینقص عددا (عاجل) بلا قضاء فللموطؤۃ ولو حکما کل مہرھا لتأکدہ بہ ولغیرھا نصفہ لو سمی او المتعۃ لو ارتد وعلیہ نفقۃ العدۃ۔

وفی رد المحتار (قولہ بلا قضاء) ای بلا توقف علی قضاء القاضی وکذا بلا توقف علی مضی عدۃ فی المدخول بہا کما فی البحر (شامی باب نکاح الکافر صفحہ ۴۲۵ جلد ۲)

اور عالمگیری کتاب النکاح باب عاشر صفحہ ۱۳۷ جلد ۱ (مصری) میں ہے

اذا ارتد احد الزوجین عن الاسلام وقعت الفرقۃ بغیر طلاق فی الحال قبل الدخول وبعدہ

تنبیہ ضروری

بعض لوگوں نے صرف ان عبارات کو دیکھ کر علی الاطلاق یہ سمجھ لیا کہ اگر عورت مرتد ہو جائے تب بھی نکاح فسخ ہو جائے گا۔ اور اسی بنا پر محض ناواقفیت سے تمام روایات فقہیہ کے خلاف یہ تفریع کر بیٹھے کہ اس نالائق کو تجدید اسلام کے بعد دوسرے خاوند سے نکاح کرنے کی اجازت ہے۔ یہاں تک کہ بعض کم بخت عورتوں نے اس کو خاوند سے رہائی حاصل کرنے کا سہل علاج سمجھ لیا اور ارتداد کی بلائے عظیم میں مبتلا ہو کر اپنے عمر بھر کے اعمال صالحہ برباد کر دیئے حالانکہ شرعی طور پر پھر بھی اُن کا مقصد حاصل نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس صورت میں دوسرے شخص سے نکاح کی ہرگز اجازت نہیں بلکہ یہ لازم ہے کہ تجدید اسلام اور تجدید نکاح کرکے پہلے ہی خاوند کے ساتھ رہے جس کی تفصیل ارتداد زوجہ کے بیان میں عنقریب آرہی ہے۔

حکم ارتداد زوجہ

فـــــ ۱

زوجہ کے ارتداد میں روایات مختلف ہیں اور کسی قدر تفصیل یہ ہے جو نیچے لکھی جاتی ہے

(۱) فی الہدایۃ من باب نکاح الکافر: واذا ارتد احد الزوجین وقعت الفرقۃ بغیر طلاق انتہی۔ قال المحقق ابن الہمام: ہذا جواب ظاہر المذہب، وبعض مشایخ بلخ ومشایخ سمرقند افتوا بعدم وقوع الفرقۃ بردتہا حسماً لاحتیالہا علی الخلاص باکبر الکبائر ... فینبغی ان لا یفتوا بالفرقۃ وتجبر علی الاسلام وعلی النکاح مع زوجہا الاول لان الحسم بذلک یحصل وکل قاض یجدد النکاح بینہما بمہر یسیر ولو بدینار رضیت ام لا وتعزر خمسۃ وسبعین سوطاً ولا تسترق المرتدۃ ما دامت فی دار الاسلام فی ظاہر الروایۃ وفی روایۃ النوادر عن ابی حنیفۃ رح تسترق (فتح القدیر نکاح اہل الشرک صفحہ ۲۹۰ جلد ۳)

(۲) وفی فتاوی قاضیخان فصل الفرقۃ بین الزوجین ص ۲۹۵ ج ۱ منکوحۃ ارتدت والعیاذ باللہ تعالی حکی عن ابی النصر وابی القاسم الصفار رحمہما اللہ انہ لا تقع الفرقۃ بینہما حتی لا تصل الی مقصودہا ان کان مقصودہا الفرقۃ وفی الروایات الظاہرۃ تقع الفرقۃ وتحبس المرأۃ حتی تسلم وتجدد النکاح سداً لہذا الباب علیہا۔ (۳) وفی العالمگیریۃ الباب العاشر من النکاح مثلہ۔ وبعض الفاظہا تحرم علی زوجہا فتجبر علی الاسلام ولکل قاض ان یجدد النکاح بادنی شیء ولو بدینار سخطت او رضیت ولیس لہا ان تتزوج الا بزوجہا۔ قال الہندوانی آخذ بہذا قال ابو اللیث بہ نأخذ کذا فی التمرتاشی۔

(۴) وفی الدر المختار: وتجبر علی الاسلام وعلی تجدید النکاح الی قولہ وافتی مشایخ بلخ بعدم الفرقۃ بردتہا زجراً وتیسیراً ... قال فی النہر والافتاء بہذا (یعنی بقول مشایخ بلخ) اولی من الافتاء بما فی النوادر الی قولہ۔ وحاصلہا انہا بالردۃ تسترق وتکون فیئاً للمسلمین عند ابی حنیفۃ رح (فی روایۃ النوادر)

(۵) قال فی رد المحتار: وعبارۃ النہر ولا یخفی ان الافتاء بما اختارہ ائمۃ بلخ اولی من الافتاء بما فی النوادر ولقد شاہدنا من المشاق فی تجدیدہا فضلاً عن جبرہا بالضرب ونحوہ ما لا یعد ولا یحد الی قولہ ومن القواعد المشقۃ تجلب التیسیر۔ قال الشامی بعد نقلہ: قلت المشقۃ فی التجدید لا تقتضی ان یکون قول ائمۃ بلخ اولی مما فی النوادر بل اولی مما مر ان علیہ الفتوی وہو قول البخاریین الی قولہ تأمل (شامی صفحہ ۳۲۶ ج ۲) (۶) وفی تعزیر الدر المختار: ارتدت لتفارق زوجہا تجبر علی الاسلام وتعزر خمسۃ وسبعین سوطاً ولا تتزوج بغیرہ بہ یفتی ملتقط۔ قال الشامی: قولہ ولا تتزوج بغیرہ بل تقدم انہا تجبر علی تجدید النکاح بمہر یسیر وہذہ احدی روایات ثلاث

تقدمت فی الطلاق الثانیۃ انہا لا تبین ردًّا لقصدہا السیئ. الثالثۃ ما فی النوادر من انہ یتملکہا رقیقۃ ان کان مصرفا (شامی صفحہ ۲۰۷ جلد ۳). (۷) وفی قنیۃ الفتاوی تحرم اللعینۃ وتجبر علی الاسلام ویموا نوادر الواقعات للناطفی) وفیہا بعض مشائخ بلخ وابو القاسم الصفار وسمعیل الزاہد ائمۃ بخاری بعض ائمۃ سمرقند کانوا یفتون بعدم الفرقۃ بردتہا حسما لباب المعصیۃ وفی الجامع الاصغر کان شاذان وابو نصر الدبوسی یفتیان بانہا لا تبین (شرح الصباغی) وفیہا المرتدۃ ما دامت فی دار الاسلام فانہا لا تسترق فی ظاہر الروایۃ وفی النوادر عن ابی حنیفۃ انہا تسترق مجد الائمۃ الترجمانی ثم قال ولو کان الزوج عالمًا استولی علیہا بعد الردۃ فتکون فیئا للمسلمین عند ابی حنیفۃ رح ثم یشتریہا من الامام او یصرفہا الیہ ان کان مصرفا فلو فتی مفتٍ بہذہ الروایۃ حسما لہذا الامر لا باس بہ قلت وفی زماننا بعد فتنۃ التتر العامۃ صارت ہذہ الولایات التی غلبوا علیہا واجروا احکامہم فیہا کخوارزم وما وراء النہر وخراسان ونحوہا صارت دار الحرب فی الظاہر فلو استولی علیہا الزوج بعد الردۃ یملکہا[عہ] ولا یحتاج الی شرائہا من الامام فتبقی فی یدہ بحکم الرق حسما لکید الجہلۃ ومکر المکرۃ علی ما اشار الیہ فی السیر الکبیر (قنیۃ الفتاوی ص۶۰ باب نکاح الکافر) وقال الشامی بعد نقل ہذہ العبارۃ من القنیۃ قولہ یملکہا مبنی علی ظاہر الروایۃ من انہا لا تسترق ما دامت فی دار الاسلام ولا حاجۃ الی الافتاء بروایۃ النوادر لما ذکر من صیرورۃ دارہم دار حرب فی زمانہ فیملکہا بمجرد الاستیلاء علیہا لانہا لیست فی دار الاسلام[عہ] فافہم (شامی ص۳۱۳ ج۲).

(۸) وفی شرح الفقہ الاکبر لملا علی القاری رح وفی المضمرات لو افتی لامرأۃ بالکفر لتبین من زوجہا فقد کفر قبلہا. وتجبر المرأۃ علی الاسلام وتضرب خمسۃ وسبعین سوطا ولیس لہا ان تتزوج الا بزوجہا الاول ہکذا قال ابو بکر وکان ابو جعفر رح یفتی بہا ویأخذ بہذا انتہی وقال بعضہم ان ردتہا لا تؤثر فی افساد النکاح ولا یؤمر بتجدید النکاح حسما لہذا الباب علیہن. وعامۃ علماء بخاری یقولون کفرہا یعمل فی افساد النکاح لکنہا تجبر علی النکاح مع زوجہا قطعًا وہذا فرقۃ بغیر طلاق بالاجماع وعلیہا الفتوی کذا فی منہاج المصلین (شرح فقہ اکبر مجتبائی صفحہ ۲۲۱).

(۹) وفی باب المرتد من الدر المختار ولیس للمرتدۃ التزوج بغیر زوجہا بہ یفتی وقال الشامی

عہ ہکذا فی الاصل ولو یظہر فائدتہ فلیتأمل ۱۲ منہ

عہ فیہ ان الاحراز بدار الاسلام شرط الاستیلاء کما صرح بہ الشامی فی باب الاستیمان حیث قال ولو اہل الحرب علی الاحراز بدارنا فکیف یصح القول بالملک ہہنا فلیتأمل ویمکن ان یجاب بان الاحراز بالدار یکون شرطا لملک المستامن ای الحربی المستأمن فی دار الحرب ۱۲ منہ

تحته) وقد افتى الدبوسي والصفار وبعض اهل سمرقند بعدم وقوع الفرقة بالردة ردًّا عليها وغيرهم مشوا على الظاهر ولكن حكموا بجبرها على تجديد النكاح مع الزوج وتضرب خمسة وسبعين سوطا واختاره قاضيخان للفتوى (شامى ص٣٣١ ج١)

دفع الاشتباه

ولا يختلج فى صدرك ان قول البلخيين بعدم الانفساخ يصادم نص الكتاب من قوله تعالى ولا تمسكوا بعصم الكوافر. لانا نقول ان النص نما ورد فى اسلام الزوج وبقاء الزوجة على الكفر فمسئلتنا هذه اعنى ارتداد الزوجة غير داخل فيه نصا بل للاجتهاد فيه مساغ. قال فى التفسير الاحمدى ثم منع الله المؤمنين عن نكاح المشركات حيث قال ولا تمسكوا بعصم الكوافر يعنى ولا تمسكوا بما تعتصم به الكافرات من عقد وسبب اى لا تدخلوا الكافرات تحت نكاحكم على ما قدمه الامام الزاهد والاولى ان يحمل الامساك على حالة البقاء دون الابتداء والمراد النهى عن ابقاء نكاح اللتى بقيت فى دار الحرب ولحقت بدار الحرب مرتدة على ما قال صاحب الكشاف والمدارك والمعنى ولا تحفظوها تحت تصرفكم. وفى البحر المحيط صفحه ٢٥٨ ج٨ قال ابن عطية هذه الآية كلها لم تزل فى قوله تعالى يا ايها الذين آمنوا اذا جاءكم المؤمنات الخ) قد ارتفع حكمها وفيه ايضا قال ابن العربى كان هذا حكم الله تعالى مخصوصا بذلك الزمان فى تلك النازلة خاصة بالاجماع الامة + لا يقال ان بقاء نكاح المرتدة وان لم يصادم النص ولكن دلالة هذا النص تعارضه لانا نقول ان مسئلتنا هذه لا تدخل تحت دلالة النص ايضا فان دلالة النص لا يطلق الا على ما يستفاد من النص لغة بحيث يفهمه عامة اهل اللغة. وفسخ النكاح بالارتداد لم يزل عرضة للاجتهاد. فانكره القاضى ابن ابى ليلى مطلقا كما فى مبسوط السرخسى ص٤٩ ج٥. وبه قال داود الظاهرى كما عزاه ابن قدامة فى المغنى ص٥٦٦ ج٧)۔

وقال الشافعى رح واحمد رح فى احدى الروايتين ان الارتداد اذا وقع بعد الدخول يتوقف فسخ النكاح على انقضاء العدة كما صرح به فى فتح القدير. فلو كان فسخ النكاح بالارتداد مدلول النص فلا يخفى على مثل هؤلاء الائمة الاجلة ولهذا لم نجد فى شيء من الكتب ان الذين اختاروا ظاهر الرواية ينكرون على ائمة بلخ وسمرقند بمصادمة النص. فانه لو كانت فتويهم مخالفة للنص لنبهوا عليها وردوها على اكمل وجه واتمه + وان قيل ان نص الآية ودلالته وان لم يشمل ما نحن فيه ولكنه ملحق به لنصوص قياسا قلنا ذلك ما كنا نبغ فقد ثبت به ان الاجتهاد فيه مساغا فلا لوم على من لم يلحقه بالمنصوص لفارق بينهما وهو ان الموجب للفسخ

في المنصوص هو الاباء عن الاسلام والبقاء على الكفر جزاء لتعنته . ولا خفاء في ان الارتداد
بعد الاسلام اشد وافحش من البقاء على الكفر الاصلي والاباء عن الاسلام فيقتضي جزاء اشد في النكال
فكيف يقاس الاشد على الاخف لا شك ان الحكم بفسخ النكاح في المرتدة مع اختيارها في ابتغاء
الازواج وتركها سدى تثبت تتسبب الى حيث شاءت وتتزوج بمن شاءت كما في الكافرة الاصلية
ليس من العقوبة والنكال في شيء بل هو عين مرضاها ومرامها فنحو الحكم بعدم الفسخ على
وجه المعاقبة جزاء بما اكتسبت من ارتدادها اغلظ واقرب للانزجار وهو اولى به . انتهى هذا
محصل تحقيق علماء السمرقند مد فيوضهم العالية . فقلت فان خالج في قلبك ان العبرة لعموم
اللفظ لا لخصوص السبب واللفظ عام فيشمل ما نحن فيه ويخالف فتوى علماء بلخ فازحه بان المراد
في هذا الاصل العموم الذي لا يجاوز مراد المتكلم المفهوم من القرائن لا العموم المطلق و
الا لزم القول بالنهي عن الصوم في السفر مطلقا لحديث ليس من البر الصيام في السفر واللازم
منتف فههنا ليس مراد المتكلم العموم لما نحن فيه ودليله نفس اجزاء الاية من قوله تعالى واسئلوا
ما انفقتم وليسئلوا ما انفقوا وقوله تعالى وان فاتكم شيء من ازواجكم الى الكفار فعاقبتم فأتوا الذين
ذهبت ازواجهم مثل ما انفقوا فان هذه الاحكام ليست فيما نحن فيه ويدل على عدم العموم الاجماع اما سألت عن ابن ابي العز

روایات مذکورہ بالا سے یہ ثابت ہو گیا کہ عورت کے مرتد ہونے کی صورت میں مذہب حنفیہ میں تین قول ہیں،

ایک ظاہر الروایۃ جیسا کہ خلاصہ میں ہے کہ عورت کے مرتد ہونے سے نکاح تو فوراً فسخ ہو جائیگا لیکن پھر اسکو حبس وغیرہ کرکے
تجدید اسلام پر بھی اور اسپر بھی مجبور کیا جائیگا کہ وہ اپنے پہلے ہی خاوند سے تجدید نکاح کرے جیسا کہ عبارت قاضیخان
نمبر ۱ اور عالمگیری کی عبارت نمبر ۲ اور عبارت درمختار و شامی نمبر (۹) میں اسکی تصریح ہے کہ ظاہر الروایۃ میں
فسخ نکاح کا حکم دیا گیا ہے اسکے ساتھ یہ بھی مذکور ہے کہ عورت کو تجدید اسلام اور شوہر اول سے تجدید نکاح پر بزور حکومت
مجبور کیا جائیگا خواہ اسکے مرتد ہونیکی غرض خاوند اول سے علیحدہ ہونا ہی ہو یا حقیقۃً اسکے عقائد بدل گئے ہوں دونوں
صورتوں میں اسکو تجدید نکاح پر مجبور کیا جائیگا۔ کما صرح به الشامی حیث قال ولا یلزم من هذا ان یکون
الجبر علی تجدید النكاح مقصورا علی ما اذا ارتدت لاجل الخلاص منه بل قالوا ان ذلک سد لهذا
الباب من اصله سواء تعمدت الحیلة ام لا کیلا تجعل ذلك حیلة (شامی باب نکاح الکافر صفحہ ۲۲۵ ج ۲)

دوسرا قول مشائخ بلخ و سمرقند اور بعض مشائخ بخارا اسمٰعیل زاہد اور ابو النصر الدبوسی اور ابو القاسم صفار
کا فتوے ہے کہ عورت کے مرتد ہونیکی صورت میں نکاح فسخ ہی نہیں ہوتا بلکہ بدستور یہ عورت شوہر سابق کے نکاح
میں رہتی ہے جیسا کہ عبارت فتح القدیر نمبر (۱) و عبارت قاضیخان نمبر (۲) و عبارت درمختار نمبر (۳) و عبارت شامی نمبر (۵)

وعبارت قنیہ نمبر(۷) اور شرح فقہ اکبر نمبر(۸) میں اس کی تصریح ہے۔
تیسرا قول وہ نوادر کی روایت ہے امام اعظم ابوحنیفہ رح سے کہ یہ عورت دار الاسلام میں بھی کنیز بنا کر رکھی جا سکیگی اور اسکے خاوند کا قبضہ اسپر بدستور سابق باقی رہیگا **لیکن** اس روایت میں یہ تفصیل ہے کہ اگر یہ مرتدہ دار الاسلام میں ہو تو اسکا خاوند اسکو امام المسلمین سے قیمت دیکر خرید لیگا یا اگر امام المسلمین اسکو مصرف سمجھینگے تو اسکو مفت بھی دیدینگے۔ بہرحال بغیر اجازت امام اسکو اپنے قبضہ میں لانا جائز نہ ہوگا۔ اور اگر دار الحرب میں ہے تو اذن امام کی حاجت نہیں بلکہ جب خاوند اسپر قبضہ پالے تو اسکی ملک ہوجاویگی اجازت امام وغیرہ کی کچھ حاجت نہیں عــــه کہ عبارت قنیہ نمبر(۶) میں اسکی تصریح ہے۔ حاصل یہ ہے کہ عورت اگر مرتد ہوجاوے تو اُسکے نکاح کے بارے میں حنفیہ کے تین قول ہیں + **ایک** یہ کہ نکاح فسخ ہوجاتا ہے لیکن بعد تجدید اسلام اُسکو تجدید نکاح پر مجبور کیا جائیگا کسی دوسری جگہ نکاح کرنیکا اختیار نہ دیا جائیگا (وھو ظاھر الروایۃ) **دوسرا** یہ کہ نکاح فسخ ہی نہ ہوگا بلکہ وہ دونوں بدستور زن و شوہر رہیں گے عــــه **تیسرا** یہ کہ عورت کو کنیز بنا کر رکھا جائے گا۔

ان تینوں اقوال میں اگرچہ کچھ اختلاف ہے لیکن اتنی بات پر تینوں متفق ہیں کہ عورت کو کسی طرح یہ حق نہ دیا جائیگا کہ وہ اپنے پہلے خاوند کے نکاح سے علیحدہ ہوکر دوسری جگہ نکاح کرلے اسلئے یہ امر متفق علیہ ہوگئی کہ عورت کو دوسری جگہ نکاح کرنے کا ہرگز اختیار نہ ہوگا

اب ہندوستان میں بحالت موجودہ اس متفق علیہ حکم پر عمل کرنا پہلی روایت کو اختیار کرتے ہوئے غیر ممکن ہے کیونکہ فسخ نکاح کا حکم دیدینے کے بعد پھر تجدید نکاح پر مجبور کرنیوالی کوئی قوت مسلمانوں کے پاس موجود نہیں اور جہاں موجود ہوتی ہے وہاں بھی مشکلات کا سامنا ہوتا ہے جیسا کہ شامی کی عبارت مندرجہ نمبر(۵) میں بیان کیا گیا ہے اسلئے پہلے قول یعنی ظاہر الروایۃ پر عمل کرنا ہندوستان میں بحالت موجودہ غیر ممکن ہوگیا کیونکہ اس کے ایک جزو پر عمل کرنا اگرچہ اختیار میں ہے لیکن دوسرا جزو یعنی تجدید اسلام اور تجدید نکاح پر مجبور کرنا قطعاً اختیار میں نہیں۔ اور نوادر کی روایت پر عمل کرنا تو ظاہر الروایت سے بھی زیادہ مشکل بلکہ بحالت موجودہ غیر ممکن ہے۔

اس لئے اب بجز اس کے کہ مشائخ بلخ و سمرقند کے قول کو اختیار کرکے اُسی پر فتویٰ دیا جائے کوئی چارہ نہ رہا

اور صاحب نہر کو اگرچہ اُن مشکلات کا سامنا نہ تھا جو آج ہم پر گذر رہی ہیں مگر وہ اپنے وقت میں اسی

عــــه تفصیل اس مسئلہ کی یہ ہے کہ اگر عورت مرتد ہوکر دار الحرب میں چلی جاوے یا دار الحرب میں ہی مرتد ہو تو اُسکو کنیز بنانے پر ظاہر الروایۃ بھی متفق ہے۔ نوادر اور ظاہر الروایۃ کا اختلاف صرف اسمیں ہے کہ دار الاسلام میں رہتے ہوئے بھی کنیز بن سکتی ہے یا نہیں جیسا کہ فتح القدیر اور قنیہ کی عبارت مذکورہ سے واضح ہے ۱۲ منہ عــــه واذکر ما ذکرنا فی الحاشیۃ علی عبارۃ القنیۃ من ان القواعد تقتضی اشتراط الاحراز بدار الاسلام فی الاستیلاء ۱۲ منہ عــــه لیکن اس روایت پر فتوےٰ دینے کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ تجدید اسلام اور تجدید نکاح سے قبل شوہر کو استمتاع یعنی صحبت وغیرہ کی اجازت نہ دی جاوے جیسا کہ متن میں بھی بعض مسائل ضروریہ کے زیر عنوان عنقریب آتا ہے ۱۲ منہ

روایت پر فتوے دینے کو تجویز فرماتے ہیں اور اس کے خلاف کرنے کو سخت مشکل میں ڈالنا قرار دیتے ہیں جیسا کہ عبارت شامی مندرجہ نمبر (۵) میں اُنکی عبارت نقل کیگئی ہے۔ اور علامہ شامی بھی اس فتوے کی مخالفت نہیں کرتے اور جو کچھ فرمایا ہے وہ روایت نوادر بہ قدرت ہونیکے وقت فرمایا ہے اور جب بہ قدرت نہ ہو تو اُنکے نزدیک بھی مشائخ بلخ و سمرقند کے قول پر فتوے دینا متعین ہے اسی طرح دوسرے فقہاء بھی اس قول کو نقل کر کے تردید نہیں کرتے۔ پس ہندوستان میں بحالت موجودہ کہ حکومت مسلمانوں کی نہیں اسکے سوا مذہب حنفی پر عمل کرنا غیر ممکن ہو کہ مشائخ بلخ و سمرقند کے قول کے موافق یوں فتویٰ دیا جائے کہ عورت کے ارتداد سے نکاح فسخ ہی نہیں ہوتا بلکہ بدستور باقی رہتا ہے ✤

بعض مسائل ضروریہ

مسئلہ [۱] مشائخ بلخ کے قول کے موافق جب کہ بقاء نکاح کا فتویٰ دیا جائے تو ساتھ ہی اس امر کا لحاظ رکھنا ضروری ہے کہ تجدید اسلام کے قبل شوہر کے لئے اس مرتدہ سے استمتاع یعنی جماع اور اُس کے دواعی مثل تقبیل ولمس بالشہوۃ وغیرہ کو جائز نہ کہا جائے کیونکہ آیت کریمہ لا تنکحوا المشرکات حتی یؤمن سے کافر عورتوں کے ساتھ نکاح اور استمتاع کا حرام ہونا ظاہر ہے اور اس پر اجماع بھی ہے اور کتابیہ کا استثناء جو آیت والمحصنٰت من الذین اوتوا الکتاب میں وارد ہوا ہے اس سے کتابیہ اصلیہ مراد ہے وہ مرتدہ اس میں داخل نہیں جس نے اہل کتاب کا مذہب اختیار کر لیا ہو۔ اور قول مذکور پر بقاء نکاح سے یہ لازم نہیں آتا کہ حالت کفر میں صحبت و جماع و دواعی جماع بھی جائز رہیں۔ فقہ میں ایسے نظائر موجود ہیں کہ باوجود صحت نکاح و بقاء نکاح کے جماع و دواعی جماع حرام ہوتے ہیں جیسے موطوۃ بالشبہہ کہ اُسکا نکاح بدستور سابق قائم ہے مگر انقضائے عدت تک اُس سے ہمبستری وغیرہ بالکل حرام ہے۔ اسی طرح حاملہ من الزنا اگر غیر زانی سے نکاح کرلے تو گو نکاح صحیح ہوجاتا ہے مگر شوہر کو صحبت جائز نہیں ہوتی۔

مسئلہ [۲] حلت استمتاع کے لئے تجدید اسلام کا شرط ہونا تو آیت مذکورہ اور اجماع وغیرہ سے مسئلہ اولیٰ میں ثابت ہوچکا ہے۔ پھر تجدید اسلام کے بعد ظاہر الروایۃ کے موافق تجدید نکاح بھی ضروری ہے بغیر اس کے استمتاع جائز نہیں۔ مگر مشائخ بلخ کے قول پر تجدید نکاح شرط

عہ۵ اسی طرح روایت نوادر یعنی استرقاق کی صورت میں بھی گو قبضہ مالکانہ خاوند کا اس پر ہوجاویگا لیکن استمتاع جائز نہ ہوگا جیسا کہ امۃ مشترکہ سے باوجود قبضہ مالکانہ کے استمتاع جائز نہیں ۱۲ منہ

نہیں جیساکہ عبارت شرح فقہ اکبر نمبر۲ میں اس کی تصریح گذری ہے۔

لیکن اس خاص جزو میں ظاہر الروایۃ کو ترک کرنے کی کوئی ضرورت داعی نہیں لہذا تجدید نکاح کو بھی ضروری کہا جاوے گا کہ اسی میں احتیاط ہے۔

مسئلہ ۳ صورت مذکورہ میں تجدید نکاح کے لئے انقضائے عدت ضروری نہیں (کما ھو ظاھر) لیکن تھوڑا سا مہر جدید ضروری ہے جو دس درہم سے کم نہ ہو جیساکہ فتح القدیر نمبر۱ وغیرہ کی عبارات گذشتہ سے معلوم ہوتا ہے اور مہر سابق کا بدستور واجب فی الذمہ رہنا ظاہر ہی ہے البتہ اگر قبل خلوت صحیحہ مرتد ہوگئی ہو تو مہر سابق ساقط ہو جاتا ہے۔

خلاصۂ فتویٰ

اس مجموعہ سے خلاصہ اس فتوے کا یہ حاصل ہوا کہ عورت بدستور سابق اسی خاوند کے قبضہ میں رہیگی کسی دوسرے شخص سے ہرگز نکاح جائز نہیں لیکن جب تک تجدید اسلام کرکے تجدید نکاح نہ کرے اُس وقت تک اُس کے ساتھ جماع اور دواعی جماع کو جائز نہ کہا جاویگا۔

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم وھو المستعان وعلیہ التکلان والحمد للہ الذی بعزتہ وجلالہ تتم الصالحات

کتبہ

العبد الضعیف محمد شفیع الدیوبندی

عفا اللہ عنہ وعافاہ وجعلہ کما یحب ویرضاہ

خادم دار الافتاء بدار العلوم الدیوبندیہ

الاول الربیعین من سنۃ ۱۳۵۲

اثنتین وخمسین بعد ثلثمائۃ والف

تصدیقات

حضرات علمائے امداد العلوم تھانہ بھون و دار العلوم دیوبند و مظاہر علوم سہارنپور
جواز زوجات لزوجاتہن کے نام کی ترتیب و تہذیب و تصحیح و تنقیح فرما چکے ہیں۔

از امداد العلوم تھانہ بھون

مہر
مدرسہ امداد العلوم
تھانہ بھون

الاحکام کلہا صحیحۃ
اشرف علی
۶ ربیع الاول سنہ ۱۳۵۲ھ

الجواب صواب
سراج احمد امروہی
مدرس خانقاہ امدادیہ

عورت کے مرتد ہونے سے فسخ نکاح نہ ہونے پر حضرت مولانا جناب مفتی صاحب فیوضہم نے تحریر فرمایا ہے وہ بالکل درست ہے اس تحقیق انیق کی خاص جامعیت اور ضرورت کو دیکھ کر بیساختہ دل کہتا ہے للہ در المجیب لحادہ اصاب فیما افاد و اجاب۔
کمترین خلائق احقر عبد الکریم گمتھلوی عفی عنہ مقیم خانقاہ امدادیہ
تھانہ بھون۔ ۱۳ رمضان المبارک سنہ ۱۳۵۲ھ

طالعت ہذہ الضمیمۃ الفخیمۃ ونشربۃ وتمیت بہذہ الدرۃ البہیۃ فللہ در من اخرجہا من اصداف الانیق واستخرجہا من البحر العمیق وانا موافق بجمیع ما فی الباب و مسرور بضم ہذہ الضمیمۃ الی الکتاب واللہ اعلم بالصواب۔
حررہ بقلمہ العبد المذنب
ظفر احمد عفا عنہ۔ ۲۶ رمضان سنہ ۱۳۵۲ ہجری

از مدرسہ عالیہ دار العلوم دیوبند

مہر
دار الافتاء جامعہ اسلامیہ
دیوبند

بالکل صحیح و درست ہے
فقیر سید اصغر حسین عفا اللہ عنہ
یوم خمیس ۸ ربیع الثانی سنہ ۱۳۵۲ھ

الجواب صحیح
حسین احمد غفرلہ
بندہ سید محمد مبارک علی عفی عنہ

الجواب صحیح
بندہ محمد ابراہیم تنفی عنہ

الجواب صحیح
محمد رسول خان عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح
عبد السمیع عفی عنہ

الجواب صحیح
مسعود احمد عفا اللہ عنہ

المجیب مصیب
ریاض الدین عفی عنہ

الجواب صحیح
محمد طیب غفرلہ

از مدرسہ عالیہ مظاہر علوم سہارنپور

مہر
مدرسہ مظاہر علوم
سہارنپور

الجواب صحیح
عبد اللطیف عفا اللہ عنہ
ناظم مدرسہ مظاہر علوم
۱۲ رمضان المبارک سنہ ۱۳۵۲ھ

الجواب صواب
بندہ عبد الرحمن عفی عنہ
مدرس مدرسہ
مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح
محمد زکریا کاندھلوی
مدرس مدرسہ مظاہر علوم

بندہ محمد اسعد اللہ عفا عنہ

تمت الضمیمۃ

ع اس ضمیمہ کے شروع دو ورق کے بعد جہاں عنوان ہے "دوسرا احتمال" اس عنوان کے اخیر میں (۹) کے تحت میں ان تصدیقات کے متعلق ایک مضمون ہے اسکو ملاحظہ فرمالیا جاوے ۱۲ منہ

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

وھـــــــــــذہ

مجموعة الفتاوى المالكية

لارباب الفتوى من علماء المدينة المنورة التى وعدنا فى التمهيد ان نلحقها باخر الرسالة مع عدة الروايات التى اخذناها ليتيسر الرجوع الى اصلها

الاستفتاء

ما قول سادا تنا المالكية اطال بقاءهم ونفع المسلمين بعلومهم فى هذه المسائل الاٰتية۔

(۱) امرأة مسلمة فقدت زوجها منذ سنين ولم يتبين امره مع كثرة التفتيش والتنقير هل يجوز لها بعد مضى اربع سنين ان تعتد عدة الوفاة ثم تتزوج بزوج اخر ام لابد من رفع الامر الى الوالى او الحاكم او جماعة المسلمين ثم تفتيش ذلك المرفوع اليه فاذا يئس يحكم بعد ذلك بانتظار اربع سنين فان لم يتبين تعتد عدة الوفاة كما يفهم من المدونة ومختصر الخليل وشرح الدردير ام كيف الحكم۔

(۲) هل يلزم حكم الحاكم او حكم جماعة المسلمين لانتظار اربع سنين ام يصح ذلك بغير الحكم ايضا

(۳) بلاد اسلامية استولى عليها الكفار منذ مدة مديدة وفقدت مسلمة من اهلها زوجها فيها وليس هناك حاكم اسلامى يفصل الاحكام حسب القوانين الشرعية فكيف السبيل هناك وفى اى قسم من الاقسام الاربعة المذكورة للمفقود فى مختصر الخليل يكون عداده وهل يصح لمرأة هناك بعد مضى اربع سنين ان تعتد عدة الوفاة ثم تتزوج ام سبيلها التعمير فقط

(۴) هل الصورة الثانية للمفقود المذكورة فى مختصر الخليل تختص بامرأة كانت من سكان البلاد الاسلامية فذهب زوجها الى البلاد الشركية ففقد هناك ام تشتمل القاطنة بالبلاد التى استولى عليها الكفار وبالديار الحربية الاصلية ام كيف الامر

(۵) المفقود عنها زوجها سواء كانت من البلاد الاسلامية او الشركية اذا لم يترك زوجها عندها نفقة وهى فى غاية من الاحتياج والفاقة او كانت بحيث يخشى عليها الفساد بالعزوبة كيف السبيل لها اذا ارادت التزوج او اراد اهلها ذلك۔

(۶) المفقود عنها زوجها اذا لم يكن عندها النفقة وهى محتاجة او يخشى عليها من الفساد هل يصح تطليقها او فسخ نكاحها من غير حكم الحاكم الشرعى ام لابد من الحكم وعلى الثانى كيف يعمل بالبلاد الاسلامية التى تغلب عليها الكفار افيدونا ولكم الاجر الجزيل۔

الجواب

من العلامة سعيد بن صديق الفلانی دامت برکاته مفتی المالکية بالمدينة المنورة زادها الله شرفاً

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب والله اعلم بالصواب ومن فضله نرتجی الثواب هو ان نصوص المذهب مطبقة على ان المفقود على ستة اقسام كما ستمر مفصلة الاحكام وعلى ان زوجته لابد لها من الرفع للقاضی او الوالی او من يقوم مقامهما عند عدمهما من والی الماء او جماعة المسلمين لانهم يقومون مقام الحاكم العدل عند عدمه ولكن عند وجود الثلاثة لاترفع الا للقاضی فان رفعت لغيره مع التمكن من الرفع له حرم عليها ذالك وان مضى ما فعله ان كان هو الوالی لاجماعة المسلمين هذا ما يظهر من كلام ابن عرفة كما قاله الاجهوری واما لو رفعت لجماعة المسلمين مع وجود الوالی فالظاهر مضى قضائهم وفی السنهوری وتبعه اللقانی ان ظاهر كلام خليل ان الثلاثة فی مرتبة واحدة الا ان القاضی اضبط ومع وجود القاضی او غيره ممن ذكر مع كونه يجور ويأخذ المال الكثير بمنزلة عدمه فترفع لجماعة المسلمين من صالحی جيرانها او عدولهم وغيرهم لانهم كالامام عند عدمه ومايفهم من تعبيرهم بجماعة المسلمين ان الواحد لايكفی ولكن الاثنان وبه صرح الاجهوری فعلم انها ان ارادت الرفع فی شان زوجها ووجدت الثلاثة وجب الرفع للقاضی فان رفعت لغيره حرم وصح وان رفعت لجماعة المسلمين لم يصح وان لم يكن قاض خيرت فيهما فان رفعت لجماعة المسلمين صح على الظاهر وان لم يوجد واحد من الثلاثة رفعت لجماعة المسلمين واهلها منهم ولكن القضاة والامناء المولون للاحكام من الكفار المستولين على بلاد المسلمين لحجز الناس بعضهم عن بعض فقد ادعى بعض اهل المذهب انه واجب عقلا وان كان باطلا تولية الكافر لهولاء القضاة اما بطلب الرعية له او اقامته لهم للضرورة لذلك فلا يطرح حكمهم بل ينفذ كما لو ولاهم سلطان مسلم فتمضى احكامهم للضرورة ولئلا يزهد الناس فی قبول توليتهم فتضيع الحقوق وفی كتاب الايمان فی مسألة الحالف ليقضينك حقك الى اجل اقام شيوخ المكان مقام السلطان عند فقده لما يخاف من فوات القضية وعن مطرف وابن الماجشون فيمن خرج على الامام وغلب على بلد فولى قاضيا عدلا فاحكامه نافذة وقال ابن عرفة لم يجعلوا قبول الولاية للمتغلب المخالف للامام جرحة لخوف تعطيل الاحكام واما المفقود فی بلاد الاسلام فقد عرفه ابن عرفة بقوله هو من انقطع خبره ممكن الكشف عنه فالاسير ونحوه ممن لايمكن الكشف عنه لايسمى مفقودا فی اصطلاح الفقهاء فالمفقود فی بلاد الاسلام فی غير مجاعة ولا وباء ان لم ترض زوجته بالصبر الى قدومه فلها ان ترفع امرها الى الخليفة او القاضی او من يقوم مقامهما فی عدمهما ليتفحصوا عن حال زوجها بعد ان تثبت الزوجية وغيبة الزوج والبقاء فی العصمة الى الآن واذا اثبت ذلك عندهم كتبوا كتابا مشتملا على اسمه ونسبه وصفته الى حاكم البلد الذی يظن وجوده فيه وان لم يظن وجوده فی بلد بعينه كتب الى البلد الجامع واستغرب ابن ناجی ان اجرة الرسول الذی يفحص عن المفقود على الزوجة فاذا انتهى الكشف ورجع اليه الرسول واخبره بعدم وقوفه على

خبره فالواجب ان يضرب له اجل اربع سنين للحر وسنتان للعبد وهذا التحديد محض تعبد لفعل عمر بن الخطاب رض واجمع عليه الصحابة ومحل التاجيل المذكور ان كان للمفقود مال تنفق منه المرأة فى الاجل ويزاد على ذلك عدم خشيتها الزنا بلا وطى لشدة ضرر ترك الوطى الناشى عنه الزنا الا ترى انها لو اسقطت النفقة عن زوجها يلزمها الاسقاط وان اسقطت عنه حقها فى الوطى لا يلزمها ولها ان ترجع فيه وايضا النفقة يمكن تحصيلها من غير الزوج بتسلف ونحوه بخلاف الوطى وان دامت النفقة ولم تخش الفتنة فيؤجل الاجل المذكور من يوم ترفع ذلك للحاكم و يرسل فى النواحى للكشف عنه ولا يضرب له الاجل بمجرد الرفع بل بعد تمام الكشف والى جميع ما سبق اشار خليل بقوله ولزوجة المفقود الرفع للقاضى والوالى ووالى الماء والا فلجماعة المسلمين فيؤجل الحر اربع سنين ان دامت نفقتها والعبد نصفها من العجز عن خبره ثم اعتدت كالوفاة وهى اربعة اشهر وعشر للحرة وشهران وخمس ليال مع ايامها ان كانت رقيقة ويلزمها ما يلزم المتوفى عنها من الاحداد زمن عدتها ولا نفقة لها فى زمن عدتها واما فى مدة الاجل فتنفق من مال الزوج واليه اشار خليل بقوله وسقطت بها النفقة وليس لها البقاء بعد انقضاء العدة فى عصمة المفقود لانها ابيحت لغيره ولا حجة لها فى انه احق بها ان قدم لانها على حكم الفراق حتى تظهر حياته اذ لو ماتت بعد العدة لم يوقف له ارث منها واما ان لم يكن له مال فلها التطليق عليه بالاعسار من غير تاجيل لكن بعد اثبات ما تقدم وتزيد اثبات العدم واستحقاقها للنفقة وتحلف مع البينة الشاهدة لها انها لم تقبض منه نفقة هذه المدة ولا اسقطتها عنه وبعد ذلك يمكنها الحاكم من تطليق نفسها بان توقعه ويحكم به او يوقعه الحاكم

ومثل المفقود من علم موضعه وشكت زوجته عدم النفقة يرسل اليه الحاكم اما ان تحضر او ترسل النفقة او تطلقها والا طلقها الحاكم بل ولو كان حاضرا او عدمت النفقة ثم بعد الطلاق تعتد عدة الطلاق بثلاثة اقراء للحرة وقرئين للامة فيمن تحيض والا فثلاثة اشهر للحرة والزوجة الامة لاستوائهما فى الاشهر

واما زوجة مفقود ارض الشرك ومثلها زوجة الاسير فانها تبقى لانقضاء مدة التعمير واولى ما اختلف فى قدرها فقيل سبعون سنة وهو قول الامام مالك وابن القاسم واشهب قال القاضى عبد الوهاب هو الصحيح وقيل ثمانون سنة و حكم بخمس وسبعين سنة وانما لم يضرب لها اجل كزوجة مفقود ارض الاسلام لتعذر الكشف عن زوجها ومحل بقائها ان دامت نفقتها كغيرها والا فلها التطليق واما زوجة المفقود فى القتال الواقع بين المسلمين والكفار فانها تعتد بعد مضى سنة كاملة بعد الفحص عن حاله واما زوجة المفقود فى معترك المسلمين فتعتد بعد انفصال القتال والاستقصاء فى الكشف عنه ولا يضرب لها اجل لانه يحمل امره على الموت ولذلك يقسم ماله حين شروعها فى العدة اما لو شهدت البينة على انه خرج من الجيش ولم تشاهده فى المعترك فانه يكون كالمفقود فى بلاد المسلمين فيجرى فى زوجته ما تقدم واما زوجة المفقود فى زمن المجاعة او الوباء او الكبة او السعال فتعتد بعد ذهاب ذلك المرض وبقى من شك فى حاله هل فقد فى بلاد المسلمين او الكفار لا نص فى حاله قال الاجهورى وينبغى العمل بالاحوط فتعامل زوجته معاملة زوجة مفقود ارض الشرك بخلاف من سافر فى البحر فانقطع خبره فسبيله سبيل المفقود الا ان يكون فقد فى شدة ريح والمراكب فى المرسى ولم يتبين لسخبر فيحكم بموته لغلبة الظن بغرقه هذا مختصر احكام المفقود

حرره فى ٧ جمادى الاولى سنة [illegible] سعيد بن صديق احسن الله اليه فى العاجلة و الآجلة ومن عليه وعلى المسلمين بحسن الخاتمة

الجواب

من العلامة الفاهاشم رحمه الله تعالى مفتى المالكية بالمدينة المنورة

زادها الله تعالى شرفا

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لمستحقه واتم الصلوة والتسليم على خير خلقه واله وصحبه وتابع ما وصى به +

اما السوال الاول عن مسلمة فقدت زوجها سنين وبولغ فى التفتيش عنه ليستبين فلم ينفع ذلك ولم يظهر اسالة هوام ها الشئ فجوابه اذا كان الفقد فى ارض الاسلام وله مال ينفق منه على زوجته المتروكة فى المقام هو ما فى الموطاء والمدونة وغيرها عن مالك عن يحيى بن سعيد ان عمر رض بن الخطاب قال ايما امرأة فقدت زوجها فلم تدر اين هو فانها تنتظر اربع سنين ثم تعتد اربعة اشهر وعشرا ثم تحل وعن ابن وهب ان عمر عمل بذلك ورواه الائمة مالك والشافعى واحمد وابن ابى شيبة و البيهقى والدارقطنى عن عمر وعثمان وعلى وابن عباس وابن الزبير رضى الله عنهم

وقال مالك ينفق على امرأة المفقود من ماله فى الاربع سنين لا فى العدة وقال لا يقسم ميراث هذا المفقود حتى ياتى موته او يبلغ من الزمان ما لا يحيى مثله وهو سبعون او خمس و سبعون او ثمانون ذكره الشيخ خليل وغيره وفى هذا قال الناظم محمد ابن عاصم فى تحفة الحكام

ومن بارض المسلمين يفقد + فاربع من السنين الامد + وباعتداد الزوجة الحكم جرى + بتعرضا والمال فيه عمرا + وقول لسائل هل تعتد لنفسها بعد الاربعة الاعوام عدة الممات امر ترفع امرها الحكام او جماعة الاسلام فجوابه ما فى مدونة سحنون، قلت ارأيت امرأة المفقود تعتد الاربع سنين فى قول مالك بغير امر السلطان قال ابن القاسم قال مالك لا وان اقامت عشرين سنة ثم ذكرها ترفع امرها للسلطان فيبحث عنه وبعد الياس تضرب اربع سنين وفى مختصر الشيخ خليل المالكى وشروحه وحواشيه ان لزوجة المفقود الرفع للقاضى والوالى ووالى الماء اى جابى الزكاة والا فلجماعة المسلمين قيل اقلهم ثلاثة من الصلحاء او واحد عدل عارف يرجع اليه فى المهمات والبرجاء اما مفقود ارض الشرك والاسير فلا يورث مالهما ولا تنكح زوجتهما الا بعد التعمير

وفى حاشية العدوى على الرسالة ان زوجة مفقود ارض الشرك وزوجة الاسير يبقيان مدة التعمير لتعذر الكشف عن زوجيهما ان دامت نفقتهما والا فلهما التطليق كما اذا خشيتا على انفسهما الزنا ومثله فى شروح المختصر وفيها اعتاق ام ولد لا بعدما النفقة ايضا دفعا للضرر او تزوج بمن ينفق عليها وفى هذا قال الناظم محمد بن عاصم

وحكم مفقود بارض الكفر + فى غير حرب حكم من فى الاسر + تعميره فى المال والطلاق + ممتنع ما بقى الانفاق + اما المفقود فى حرب المسلمين مع بعضهم فيورث ماله وتعتد زوجته عدة الوفاة بعد انفصال الصفين ورجوع الخبر الى البلدين وفى ذلك قال الناظم محمد بن عاصم رحمه وحكم مفقود بارض الفتن + فى المال والزوجة حكم من فنى + مع التلوم لاهل الملحمة + بقدر ما تنصرف

هـ توفى رحمه الله تعالى بعد مدة قليلة من هذه الافادة الجليلة آواه الله تعالى فى محبوبه جمادى ۱۲ ۔ ۔ ۔ ۔ +

الرواية الثالثة عشر ...

الرواية الرابعة عن قول ... حاشية العدوى ... ما بقى الانفاق

المنهزمة + واما المفقود فی حرب المسلمین للکفار فتعتد زوجته عدة الوفاة ويقسم ماله
من التركات بعد سنة وشئ من الانتظار وفی ذلك قال الناظم محمد ابن عاصم + وان يكن
فی الحرب فالمشهور + فی ماله والزوجة التعمير + وفيه اقوال لهم معينة + اصحها المقول
بسبعين سنة + وقد اتى القول بضرب عام + من حين يأس منه لا القيام + ويقسم المال
على مماته + وزوجه تعتد من وفاته + وذابه القضاء فی اندلس + لمن مضى فمقتفيهم مؤنس +

اما السوال الثانی وهو هل يلزم حكم الحاكم او جماعة المسلمين بانتظار الاربع سنين او صح بلا حكم
من المذكورين فجوابه ما فی شرح الدردير وحاشيته ان رفعها امرها للقاضی يجب فان رفعت لوالی السياسة
او والی الماء الجابی للزكاة مع وجود القاضی حرم عليها ذالك وصح الحكم وان رفعت لجماعة المسلمين مع وجود القاضی
بطل الحكم وان لم يوجد قاض خيرت فی الرفع للوالی او الساعی فان رفعت لجماعة المسلمين مع وجودهما
فالظاهر الصحة اما ان كانوا جائرين باخذ مال منها ظلما ليكشفوا لها عن حال زوجها فلها الرفع لجماعة
المسلمين اما اجرة المبعوث لطلب الزوج فقيل على الزوجة وقيل على بيت المال وقيل ان كان لها مال
فعليها او بيت المال۔ وعند الحنابلة لا يفتقر فی ضرب المدة الى حاكم البلدة اھ۔

فائدة عن المسئول عنه زائدة عند الحنفية لا تطلق زوجة المفقود ولا يورث ماله الا بعد سن التعمير مائة وعشرين او
تسعين او ثمانين او سبعين او ستين او برأی حاكم المسلمين وعند الحنابلة ان كان ظاهر غيبته السلامة لا تطلق امرأته و
لا تورث فی تركته الا بعد تسعين سنة وان كان ظاهره الهلاك فبعد اربع سنين وعند الشافعية فی قول الشافعی القديم تطلق بعد
اربع سنين ويورث بعد مدة لا يعيش الى مثلها وفی الجديد لا تطليق ولا توريث الا بعد ثبوت موته او طلاقه لما
رواه الشافعی عن علی رضی الله عنه امرأة المفقود ابتليت فلتصبر حتى يأتی يقين موته ولحديث امرأة المفقود امرأته حتى
يأتيها البيان رواه الدارقطنی والبيهقی عن المغيرة ابن شعبة لكن الشافعية والحنابلة كالمالكية فی جواز تطليقها بعدم النفقة۔

واما السوال الثالث عن مسئلة فقدت زوجها فی بلاد اسلامية استولی الكافر عليها وحازها وليس هناك حاكم
اسلامی كيف تعمل اذا ارادت زواجها فجوابه ما فی شرح اقرب المسالك للدردير ان زوجة المفقود فی ارض الاسلام
تعتد عدة وفاة ان رفعت امرها للحاكم ان كان ثمه حاكم او لجماعة المسلمين عند عدمه ولو حكما قال كما فی زماننا
بمصر اذ لا حاكم فيها شرعی فيكفی الواحد من جماعة المسلمين ان كان عدلا عارفا شانه ان يرجع اليه فی مهمات
الامور بين الناس لا مطلق واحد عند الحنابلة لا تفتقر امرأة المفقود الى حكم حاكم البلد كما فی كشاف القناع
وشرح المنتهى للشيخ منصور الحنبلی وقول السائل وفی ای قسم للمفقود يكون هذا جوابه انه من الفقد فی
بلاد الاسلام اذا كانت شعائره فيها تقام وفی حاشية الصاوی والدسوقی ان بلاد الاسلام لا تصير دار حرب
باخذ الكفار لها بالقهر ما دامت شعائر الاسلام قائمة بها وعليه يكون اعتدادها عدة الوفاة بعد اربع سنين
وانتهاء الكشوفات ويختص حكم المفقود بزوجته الساكنة فی بلاد الاسلام او فی التی استولی عليها الكفار مع
اقامة شعائر الاسلام فيها بين الانام واما الساكنة فی البلاد الحربية الاصلية فلا اموال لنا معها فی امورها الكلية

اما السوال الرابع عن فسخ نكاح المفقود بعدم النفقة فی زمن التربص والقعود فجوابه ما فی شرح
الدردير وعبد الباقی والخرشی وغيرها ان المفقود انه لا يؤجل لامرأته ما دامت نفقتها والا طلقت
عليه بعدم النفقة وقضى صلى الله عليه وسلم فی الرجل لا يجد ما ينفق على امرأته بان يفرق بينهما
رواه الدارقطنی والبيهقی وذكره مالك والشافعی وعلماء الحنابلة عن سعيد ابن المسيب واخبر ان ذلك
من السنة وعلى ذلك المالكية والشافعية والحنابلة واستحسن متاخرو الحنفية نصب غير حنفی يحكم

بذلک الضرورۃ فی حضور الزوج ذکرہ صدر الشریعۃ والکواکبی وابن عابدین وغیرھم۔

اما السوال الخامس عن فسخ نکاح امرأۃ المفقود بخشیۃ الفساد والزنا فجوابہ ما فی حاشیۃ العدوی علی الرسالۃ والصاوی علی اقرب المسالک وشرح الدردیر ان ضرب الاجل لامرأۃ المفقود انما ھو اذا دامت نفقتہا من مالہ ولم تخش العنت والزنا والا فلہا التطلیق بعدم النفقۃ او لخوف الزنا اھ۔

اما السوال السادس وھو ھل یصح تطلیقہا او الفسخ بغیر حاکم شرعی وکیف العمل فی ذلک فی البلاد الاسلامیۃ التی تغلب علیہا الکفار بالقوۃ الظلامیۃ فجوابہ ما فی حاشیۃ الصاوی المالکی علی اقرب المسالک وکتب الشافعیۃ ان الفسخ بعدم النفقۃ ونحوھا انما یکون بحکم الحاکم او المحکم فان لم یکن حاکم فجماعۃ المسلمین العدول یقومون مقامہ فی ذلک وفی کل امر یتعذر فیہ الوصول الی الحاکم العادل والواحد منہم کاف ان کان عدلا عارفا یرجع الیہ فی المہمات ختم اللّٰہ بخیرہ فی الحیاۃ وبعد الممات وصلی اللّٰہ علیہ وسلم علی صاحب المعجزات والکرامات اھ۔

العبد الفقیر محمد الشہیر بالقاھاشم بن احمد لازال مع الاخوان فی عنایۃ الصمد

الحاقی طریق تطلیق زوجۃ المفقود او الغائب الذی تعذر الارسال الیہ او ارسل لیہ فتعاند ان کان لعدم النفقۃ فان الزوجۃ تثبت بشاھدین ان فلانا زوجہا وغاب عنہا ولم یترک لہا نفقۃ ولا وکیلا بہا ولا اسقطتہا عنہ وتحلف علی ذلک فیقول الحاکم فسخت نکاحہ او طلقتک منہ او یأمرھا بذلک ثم یحکم بہ وھذا بعد التلوم بنحو شہر او باجتہادہ عند المالکیۃ وفورا او متراخیا عند الحنابلۃ وبعد ثلاثۃ ایام عند الشافعیۃ وان کان لخوفہا الزنا وتضررھا بعدم الوطی والعنامع وجود النفقۃ والغنا فبعد صبرھا سنۃ فاکثر عند جل المالکیۃ وبعد ستۃ اشہر عند الحنابلۃ وفقنا اللّٰہ الی الاعمال الزکیۃ۔ العبد الفقیر محمد القاھاشم

الرابع عشر والخامس عشر والسادس عشر والسابع عشر والثامن عشر

الجواب

من العلامۃ محمد طیب بن اسحٰق الانصاری دامت برکاتہم المالکی المدرس بالمسجد النبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ وآلہ اما بعد فالجواب عن المسئلۃ الاولیٰ ھو ما فہمتم لا ازید من اھل الفہم من المدونۃ ومختصر الشیخ خلیل من ان المفقود عنہا زوجہا لا لہا من احد امرین اما ان ترضی بالمقام مع زوجہا المفقود او ترید الفراق فان ارادتہ فلابد لہا من رفع امرھا اما الی القاضی والی الوالی او الی والی الماء وان لم یوجد والی جماعۃ المسلمین من صالحی بلدھا او جیرانہا واما ان تعتد وتتزوج برجل آخر من غیر رفع امرھا الی القاضی او من ذکر فلا قائل بحلیتہ وجوازہ لما فیہ مما لا یخفی من الفساد بنص المدونۃ قلت ای قال سحنون لابن القاسم أرأیت امرأۃ المفقود اتعتد لاربع سنین فی قول مالک بغیر امر السلطان قال قال مالک لا قال مالک

الرواية السابعة

وان اقامت عشرين سنة ثم رفعت امرها الى السلطان نظر فيها وكتب الى الموضع الذي خرج اليه فان يئس منه ضرب لها من تلك الساعة اربع سنين۔

فقيل لمالك اتعتد بعد الاربع سنين اربعة اشهر وعشرا عدة الوفاة من غير ان يامرها السلطان بذلك قال نعم مالها وللسلطان في الاربعة الاشهر وعشر التي هي عدة ونص المختصر ولزوجة المفقود (شرح وهو من غاب في بلاد الاسلام وانقطع خبره وامكن الكشف عنه) الرفع للقاضي والوالي (ش اي وحاكم البلد) ووالي الماء الساعي لجلب الزكوات) والا فلجماعة المسلمين (من صالحي بلدها (ش) لما اعدم الدفع والبقاء في عصمة حتى يتضح امره) فيؤجل الحر اربع سنين ان دامت نفقتها (ش) فان لم تدم نفقتها فلها التطليق الا لاسير ولكن ان خشيت على نفسها الفساد من يوم العجز عن خبره ثم اعتدت كالوفاة وسقطت بها النفقة) ودليل ذلك ما رواه مالك عن يحيى بن سعيد عن سعيد بن المسيب عن عمر بن الخطاب رضي الله تعالى عنه انه قال ايما امرأة فقدت زوجها ولم تدر اين هو فانها تنتظر اربع سنين ثم تعتد اربعة اشهر وعشرا ثم تحل وما روى ابن وهب عن عبد الجبار عن ابن شهاب ان عمر بن الخطاب رضي الله سبحانه وتعالى عنه ضرب للمفقود من يوم جاءته اربع سنين ثم امرها ان تعتد عدة المتوفى عنها زوجها ثم تصنع في نفسها ما شاءت اذا انقضت عدتها وفي الحديث لا ضرر ولا ضرار۔

اما المسئلة الثانية فجوابه يعلم مما قبلها وهو قول مالك الامن قال له اتعتد الاربع سنين بغير امر السلطان ونص القاضي ابن فرحون في كتابه تبصرة الحكام في اصول الاقضية ومناهج الاحكام في فصل ما يفتقر الى حكم الحاكم على ان التطليق على الغائبين وغيرهم مما لا بد فيه من حكم الحاكم

واما المسئلة الثالثة فجوابها والله اعلم ان المرأة المسلمة التي فقدت زوجها في بلاد استولت عليها الكفار مدة مديدة كما في مصر والشام والهند تعتد اربع سنين ثم تعتد عدة وفاة اربعة اشهر وعشرا وزوجها يكون في عداد القسم الاول من اقسام المفقود لانهم عرفوه بانه من غاب وانقطع خبره وامكن الكشف عنه وعرفوا القسم الثاني وهو المفقود في ارض الحرب بانه من غاب وانقطع خبره ولم يمكن الكشف عنه لانه فقد في ارض الحرب اما البلاد المذكورة وان كان حاكمها كافرا فلا تكون كارض حرب من كل وجه لوجود قضاة المسلمين فيها وولاتهم وامكان الكشف عنه فاتضح بهذا ان حكمها حكم من فقدت زوجها ببلاد الاسلام فلا تنتظر مدة التعمير۔

واما المسئلة الرابعة فيفهم جوابها مما قبلها ايضا وهو انه لا فرق بين المفقود في ارض الاسلام وبين المفقود في البلاد المستعمرة لما قدمنا من وجود قضاة المسلمين فيها وولاتها وامكان الكشف عنه فعلى هذا لا تختص الصورة الثانية المذكورة في المختصر بالمسلمة الكائنة في بلاد الاسلام بل تشمل من كانت في البلاد المستعمرة للكفار لما قدمنا من ان المراد بالشركية البلاد الحربية التي لا يمكن للمسلم الوصول اليها فلا تتمكن القضاة من التفتيش فيها لا مطلق البلاد الكفرية لانها ربما تكون سلمية او ذمية واما القاطنة بالبلاد الشركية الحربية فحكمها هي وزوجها حكم المسبيين فيفديهما الامام من بيت المال ان كان والا فمن ماله بالغا ما بلغ والا فعلى جميع المسلمين۔

الرواية الثامنة

واما المسئلة الخامسة فجوابها ان المفقود عنها زوجها ولم يترك لها نفقة واحتاجت غاية

الاحتياج او خافت على نفسها الفساد ان لها التطليق بلا تاجيل كما هو مفهوم الشرط فى قول الشيخ خليل فى مسئلة المفقود وتوجل اربع سنين ان دامت نفقتها وقال شراحه فاما فان لم تدم نفقتها وخشيت الفساد فلها التطليق بلا تاجيل فترفع امرها الى الحاكم وتثبت عدم النفقة والاحتياج بما يثبت به فاما ان يطلق الحاكم بنفسه او يامرها بالتطليق وهو قول الشيخ خليل فهل يطلق الحاكم او يامرها به قولان۔

واما ارادة اهلها تزويجها فلا عبرة به ما لم تطلب الفراق بنفسها الا ان تكون سفيهة فيقوم وليها مقامها اذا تحقق ان يضرورها + واما المسئلة السادسة فجوابها انه لا يحل لمن لم تكن عندها نفقة او من خشيت الفساد من النساء ان تطلق نفسها قبل ثبوت ضررها عند الحاكم سواء عدم النفقة او خشيت الفساد لما تقدم فى الجواب عن المسئلة الاولى من جواب مالك وما تقدم فى الجواب عن المسئلة الثانية وهو قول قاضى المدينة ابن فرحون فى تبصرته ان التطليق على الغائبين وغيرهم مما يفتقر الى حكم الحاكم فلا بد من ثبوت ضررها عند الحاكم فاما ان يطلق الحاكم واما ان يامرها بتطليق نفسها وهو قولان مشهوران لكن القول الثانى اقوى لقول رسول الله صلى الله عليه وسلم لبريرة لما اعتقت انت املك بنفسك ان شئت اقمت مع زوجك وان شئت فارقتيه اه ما قلنا ونحوه وعلى الثانى كيف يعمل فالجواب عنها ان احكام قضاتهم نافذة ماضية وان كانت توليتهم الصادرة من الكفار باطلة وبهذا افتى الامام ابو عبد الله المازرى لما سئل عن احكام تاتى فى زمنه من صقلية من عند قاضيها او شهود عدول لها فاجاب جوابا طويلا الى ان قال واما الثانى وهو تولية الكافر للقضاة والامناء لحجز الناس بعضهم عن بعض فقد ادعى بعض اهل المذهب انه واجب عقلا وان كان تولية الكافر لهذا القاضى اما بطلب الرعية له واقامته لهم لذلك فلا يطرح حكمه وينفذ كما لو ولاه سلطان مسلم۔ وفى كتاب الايمان فى مسئلة الحالف لاقضينك حقك الى اجل اقام شيوخ المكان مقام السلطان عند فقده لما يخاف من فوات القضية وعن مطرف وابن الماجشون فيمن خرج على الامام وغلب على بلد فولى قاضيا عدلا فاحكامه نافذة انتهى وفى كتاب بيان وجوب الهجرة للشيخ عثمان فودى الفلانى المالكى ما نصه۔ وتولية الكافر للقاضى باطلة ومع ذلك لا يقدح فى تنفيذ احكامه اذ حجز الناس بعضهم عن بعض واجب وفى ذلك يقول الناظم۔

تولية الكافر للقضاة + باطلة والحكم ذو اثبات + لان الحجز للناس بعضهم على + بعض محتم كما قد انجلى

قلت اقل احوالهم ان يكونوا كالمحكمين او منزلة جماعة المسلمين فقد تقدم ان المفقود زوجها ترفع امرها للقاضى او الوالى وان لم يوجد فلجماعة المسلمين والحمد لله وصلى الله على سيدنا محمد وآله وسلم۔

مہر

امریکا بستہ

محمد الطیب بن اسحٰق الانصاری

الاستفتاء من العلماء المالكية ثانيًا

(١) ما قولكم رحمكم الله تعالى فيما اذا رجع المفقود او ايسر المعسر او اطاع المتعنت بعد فسخ نكاحه فهل ترد اليهم ازواجهم ام لا

(٢) ما المراد من العارف والمهمات في اقوال المالكية من ان الحاكم اذا كان يفعل الافراد فما يرجع اليه في المهمات يكفي عن جماعة المسلمين التي يحتاج اليها عند عدم الحاكم حسا او اعتبارا۔

(٣) ما حكم زوجة العنين عندكم هل يفرق عن زوجها ام لا وهل يؤجل بمدة ام لا وهل يحتاج فيه الى قضاء القاضي او من يقوم مقامه ام لا

(٤) وكذلك المجنون هل تطلق عليه زوجته اذا شاءت ذلك ام لا وعلى الاول فكيف السبيل اليه

الجواب

من العلامة الصالح التونسي المدرس في المسجد النبوي بالمدينة المنورة

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الحكيم العليم والصلوة والسلام على من بعث بالبيان والتعليم وعلى آله وصحبه اولى الحث على البحث السليم السديد القويم والحض على تحرير الحق من اسوال الشك الى الشفاء بالجواب الموفق المفيد الحكيم وبعد فقد وردت على الاسئلة الآتية مرسلة من بعض الاخوان مع ما ابدينا فيها بعض عبارات فقهاء المالكية متضمنة كيفية التفريق لنكاح المفقود والمعسر عن النفقة والمتعنت في مقابلة بعبارات الحنفية على سبيل التنظير ملتمسا التفاهم فيما لا يؤديه مبناها ويبينه معناها التوصل بها الى الحكم في المسائل الآتية على مذهب المالكي واليك خلاصة الاسئلة (س ١) اذا فسخ النكاح بين من ذكر على الوجه المقرر المعتبر شرعا ثم عاد المفقود او ايسر المعسر او اطاع المتعنت فما حكم المرأة حينئذ (س ٢) عن عبارة بعض الشراح من ان الفسخ والتطليق المذكور يكون للحاكم او لجماعة المسلمين عند عدمه حسا او اعتبارا او الواحد منهم كاف اذا كان من الافراد يرجع اليه في المهمات وما هو العارف وما هي المهمات (س ٣) ما حكم زوجة العنين من حيث بيان مدة التأجيل وكيفية التفريق اذا انقضاء الاجال وابى الزوج (س ٤) ما حكم زوجة المجنون كذلك۔

الجواب

لما كانت تلك العبارات الواردة المسرودة ليست موجودة ومقصودة لذاتها بل للاستعانة بها والتوصل منها الى معرفة الحكم وكان غيرها اقصر واوضح اعرضت عن التعرض لبيان مؤداها وما يقتضيه فحواها والتفتيت بذكر الاجوبة الآتية مع ... بحول الله تعالى (ج ١) اذا فسخ النكاح على الوجه المقرر المعتبر شرعا في حق من ذكر ثم عاد المفقود او ايسر المعسر او اطاع المتعنت فان كان ذلك في العدة رجعت الزوجة لزوجها مطلقا لكون الطلاق رجعيا لم تنفصل فيه العصمة حسب القاعدة المقررة من ان كل طلاق اوقعه الحاكم فهو بائن الا طلاق المولي والمعسر وسواء اوقعه الحاكم بالفعل او جماعة المسلمين او امرها به على حسب ما يأتي ولقول خليل

ملحوظه: من جانبنا الاسئلة ملخصة رونا للاختصار ١٢ منه

[illegible] في العدة [illegible] يسارا يقوم بواجب [illegible] العسر والغائب بالمرتفقة عليه من اجل النفقة من باب اولى كما يتبين فيما بعد۔

فاذا كان التفريق لخصوص الفقد لا لانقطاع النفقة ولا للموت فهى للاول ولو بعد انقضاء العدة ما لم يدخل الثانى المستفاد من قول خليل وقدر طلاق يتحقق بدخول الثانى وتقريره الزرقانى عليه بقوله فان جاء الاول قبل دخول الثانى كان احق بها۔

واذا كان الغائب مشهودا عليه بالموت فقدم او ثبتت حياته او طلقت زوجته لانقطاع النفقة فتبين اسقاطها ففى هاتين الصورتين لا تفوت بدخول الثانى بل ترجع للاول ولو ولدت الاولاد وهو منطوق خليل فى المنعى لها زوجها مع حل الزرقانى عليه مصورا لها بقوله من شهدت بينة بموته فتزوجت ثم قدم فلا تفوت بدخوله كما يفيده قول بعض خليل لا فى الاستحقاق كمشهود بموته فى التفصيل والفقد ان ثبت كذب الحياة من قبل قولة المطلقة لعدم النفقة ثم ظهر اسقاطها المعطوفة والمعطوفة عليها المسائل المشتركة فى الحكم المخبر عليها بقوله فلا تفوت بدخول وتصوير الزرقانى لها بقوله بان اقام بينة انه كان يرسلها اليها او انها وصلتها او انه تركها عندها فلا يفيتها دخول الثانى وتاييد البنانى ذلك بنقل كلام المواق ونصه واما مسئلة المطلقة لعدم النفقة فقال ابن عبد الرحمن ان ثبت بعد قدومه لزوجها انه [illegible] ولو دخل بها متزوجها كما ذكره ابن عرفة عن ابن يونس مثله ومثله اقرب الامام بقوله بخلاف المنعى لها زوجها او المطلقة لعدم النفقة ثم ظهر سقوطها فلا تفوت بدخول الثانى كما صرح به فى اخر النظائر ومثله المجموع بقوله وان نعى لها ثم تبين الكذب او طلق عليه لعدم النفقة ثم تبين اسقاطها لم تفت بدخول۔

ج عن س ٢ الذى عليه الجمهور وبه العمل وهو المشهور ان ذلك التفريق ووسائله وما يتعلق به للحاكم فان عدم صار الاعتبار لجماعة المسلمين الثلاثة فما فوق تقوم مقامه ولا يكفى الواحد فى مثل هذا وانما نسب ذلك للاجهورى فى احدى الروايتين عنه وتبعه بعض الشراح من العربيين والاول هو الذى عليه المعول وعليه فلا لزوم لتعريف معرفة هذا الواحد ولا لبيان المهمات التى يرجع فيها اليه على ان ذلك واضح وهى كناية عن كونه عالما عاقلا مرجعا لاهل جهته فى حل مشكلاتهم مطلقا

ج عن س ٣ هو ان الحكم فى زوجة العنين التاجيل سنة من يوم الحكم او التراضى من طرف الحاكم او جماعة المسلمين كما مر والتفريق لكن العنين يطلق بالاطلاقين على مستتر الذكر وعليه فالحكم ما تقرر وعلى صغيره كالزر الذى لا يتاتى معه الجماع وهذه الزوجة الخيار فى الحال ولا تحتاج الى ضرب اجل۔

ج عن س ٤ هو ان حكم زوجة المجنون مثل حكم المعترض وهو العنين على التفسير الاول من التاجيل سنة والتفريق على حسب ما مر والى ذلك يشير صاحب التحفة بقوله۔

وحيث عيب الزوج باعتراض + او برص وقيم عند القاضى + اجله الى تمام عام + لكن الشرق الجنون والجذام + وبعد ذا يحكم بالطلاق + ان عدم البرء على الاطلاق + اى مطلقا بعد تمام السنة دخل بها ام لا وهو معنى قول خليل وبجنونهما وان مرة فى الشهر قبل الدخول وبعده اجلا فيه وفى برص وجذام رجى برؤهما سنة اى قمرية وقول بعض ذلك واجل المعترض سنة بعد الصحة من يوم الحكم وعبارة الزرقانى فى الحل على قوله (بعد الصحة) من مرض غير الاعتراض وابتداؤه

من يوم الحكم والحبس يوم الرفع لانه قد يتقدم عن يوم الحكم فان لم يترافعوا وتراضيا على التحميل
فمن يوم التراضي والله اعلم وصلى الله على سيدنا محمد وعلى اله وصحبه وسلم وكتب ذلك
عن اسئلة الفقيه صالح التونسي ... ربيع الاول سنة ١٣٥٠ وفقه الله تعالى .
لم يصرح احد من اصحاب المتون والشراح انتهى وقفت عليها بالحاق المتعنت

تنبيه بالمعسر وغاية ما ذكروا في حقه انه يجبر على النفقة او يطلق عليه وهل هذا الطلاق يعد
رجعيا فتلحق بالمعسر في الحكم وتشمله التعليلة المقررة في الاصل حيث ان الممتنع من الوطء
الحقوه بالمولى فاما نظيره او يبين بائنا ولا يشمله حكم المعسر حينئذ والله اعلم

فتلخص من ... ان المعسر اذا ايسر في العدة والغائب المطلق عليه من اجل النفقة اذا قدم
موسرا في العدة فكل منهما احق بزوجته ما لم تنقض العدة وان المفقود المطلق عليه من اجل النفقة
اذا قدم وتبين بعد العدة وقبل دخول الثاني فهو احق بها وان الغائب المشهود عليه بالموت فقدم او تحققت حياته
والمشهود عليه بقطع النفقة فقدم وثبت عدم ارسالها فالزوجة لهما ولا تفوت بدخول الثاني ولو ولدت
الاولاد حسب النصوص الصحيحة الصريحة التي تقدمت المروية لا لاباحتها مطلقا وان المتعنت اذا رجع
يلحق بالمعسر وهو الاقرب فله رجعتها في العدة لا بعدها وحيث ان الطلاق عليه بائن وعليه
فلا رجعة له حيث لا نص ... في المسئلة كما تقدم والله سبحانه وتعالى اعلم ...

الجواب

من العلامة سعيد بن صديق الفلاتي متعنا الله تعالى بعلومه

بسم الله الرحمن الرحيم

ولا حول ولا قوة الا بالله العلي العظيم سبحانك لا علم لنا الا ما علمتنا انك انت العليم الحكيم
افضل الصلاة واتم التسليم على سيدنا محمد الهادي الحليم وعلى اله وصحبه والاتي ربه بقلب سليم
اما الجواب عن امرأة المفقود في موطأ امام دار الهجرة ونجم السنة مالك بن انس عليه
رحمة رب الانس والجنة .

باب في عدة التي تفقد زوجها حدثني يحيى عن مالك عن يحيى بن سعيد عن سعيد
بن المسيب ان عمر بن الخطاب قال ايما امرأة فقدت زوجها فلم تدر اين هو فانها تنتظر اربع
سنين ثم تعتد اربعة اشهر وعشرا ثم تحل قال مالك وان تزوجت بعد انقضاء عدتها فدخل
بها زوجها او لم يدخل بها فلا سبيل لزوجها الاول اليها قال مالك وذلك الامر عندنا وان ادركها
زوجها قبل ان تتزوج فهو احق بها قال مالك وادركت الناس ينكرون الذي قال بعض الناس على عمر
بن الخطاب انه قال يخير زوجها الاول اذا جاء في صداقها او في امرأته قال مالك وبلغني ان عمر
بن الخطاب قال في المرأة يطلقها زوجها وهو غائب عنها ثم يراجعها فلا يبلغها رجعته وقد بلغها
طلاقه اياها فتزوجت انها ان دخل بها زوجها الآخر او لم يدخل بها فلا سبيل لزوجها الاول الذي
كان طلقها اليها قال مالك وهذا احب ما سمعت الي في هذا وفي المفقود وفي المدونة في باب
المفقود قلت ارأيت المرأة يبلغها ان زوجها قد طلقها ثم تتزوج والمرأة يطلقها زوجها فتعلم
بالطلاق ثم يراجعها في العدة وقد غاب زوجها ولم تعلم بالرجعة حتى تنقضي العدة فتزوج

وامرأة المفقود تعتد اربع سنين بامر السلطان ثم اربعة اشهر وعشرا فتنكح اهو الاجل عند مالك
حملها عن حمل واحد قال لا اما التي نعي لها زوجها فهذه يفرق بينها وبين زوجها الثاني وترد الى
زوجها الاول بعد الاستبراء بثلاث حيض وان ولدت منه اولادا واما امرأة المفقود والتي طلقت
ولم تعلم بالرجعة فانه قد كان مالك يقول مرة اذا تزوجتا ولم يدخل بهما ازواجهما فلا سبيل
لازواجهما اليهما ثم ان مالكا وقف قبل موته بعام او نحوه في امرأة المطلق وقال زوجها الاول لم
يدخل بها زوجها الاخر فقال مالك زوجها الاول احق بها قال وسمعته يقول في المفقود انه قال هو
احق بها ما لم يدخل بها زوجها الثاني وانا ارى فيهما جميعا ان ازواجهما اذا ادركوهما قبل ان يدخل بهما
ازواجهما الاخرون فالاولون احق وان دخلوا فالاخرون وقال اشهب مثل قوله واختار
ما اختاره وقال المغيرة وغيره بقول مالك الاول وقالوا لا توارث فيه امرأة لزوجين توارث زوجا ثم
ترجع الى زوج غيره وقال وليس استحلال الفرج بعد الامر من السلطان بمنزلة عقد النكاح وقد
يملك وطيها ولم يطلق ولم يمت قلت ارأيت ان قدم زوجها بعد الاربع سنين وبعد الاربعة
اشهر وعشر اترد اليه في قول مالك ويكون احق بها قال نعم قلت افتكون عنده على تطليقتين
قال لا لكنها عنده على ثلاث تطليقات عند مالك وانما تكون على تطليقتين اذا هي رجعت
اليه بعد زوج قلت ارأيت المفقود اذا ضرب السلطان لامرأته اربع سنين ثم اعتدت اربعة
اشهر وعشرا ايكون هذا الفراق تطليقة ام لا قال ان تزوجت ودخل بها فهي تطليقة قلت فان
تزوجت بعد الاربعة الاشهر وعشر ثم جاء موته انه مات بعد الاربعة الاشهر وعشر اترثه ام لا
قال ان انكشفت ان موته بعد نكاحها وقبل دخوله بها ورثت زوجها الاول لانه مات فهو احق بها
فهو كحيث ان لو جاء وعلم انه حي وفرق بينها وبين الاخر واعتدت من الاول من يوم مات لان
عصمة الاول لم يسقطها وانما اسقطها دخول الاخر بها وكذلك لو مات الزوج الاخر قبل دخوله بها
فورثته ثم انكشف ان الزوج الاول مات بعده او قبله وبعد نكاحها وجاء ان الزوج الاول حي
بطل ميراثها من الزوج الاخر وردته الى الاول ان كان حيا واخذت ميراثه ان كان ميتا قلت
ارأيت امرأة المفقود تعتد الاربع سنين في قول مالك بغير امر السلطان قال قال
مالك لا وان اقامت عشرين سنة ثم رفعت امرها الى السلطان نظر فيها وكتب الى موضعه
الذي خرج اليه فان يئس منه ضرب لها من تلك الساعة اربع سنين فقيل لمالك هل تعتد
بعد الاربع سنين عدة الوفاة اربعة اشهر وعشرا من غير ان يامرها السلطان بذلك قال
نعم ما لها وما للسلطان في الاربعة الاشهر وعشر التي هي عدة وقال مالك ينفق على امرأة المفقود
من ماله في الاربع سنين قلت ففي الاربعة الاشهر وعشر بعد الاربع سنين قال لا لانها معتدة
وقال مالك يوقف مال المفقود والسلطان ينظر في ذلك ويوقف ماله ولا يدع احدا
يفسده ولا يبذره وقال ربيعة بن ابي عبد الرحمن المفقود الذي لا يأتيه سلطان ولا كتاب
السلطان قد انفصل اهله وامامه في الارض لا يدرى اين هو وقد التمسوا الطلب والمسئلة عنه
فلم يوجد فذلك المفقود الذي يضرب له الامام فيما بلغنا لامرأته ثم تعتد بعدها
عدة المتوفى عنها يقولون ان جاء زوجها في عدتها او بعد العدة ما لم تنكح فهو احق بها وان
نكحت بعد العدة ودخل بها فلا سبيل له عليها قال ابن وهب عن عبد الجبار عن ابن

شهاب ابن عمر بن الخطاب ضرب للمفقود من يوم جاءت امرأته اربع سنين ثم امرها ان تعتد المتوفى عنها زوجها ثم تصنع فى نفسها ما شاءت ان انقضت عدتها وقال خليل فى مختصره ولزوجة المفقود الرفع للقاضى والوالى ووالى الماء والا فلجماعة المسلمين وظاهره انها مخير فى الرفع لاحد الثلاثة والنقل انها حيث ارادت الرفع ووجدت الثلاثة وجب الرفع للقاضى وان رفعت لغيره حرم وصح وان رفعت لجماعة المسلمين لم يصح وان لم يوجد قاض خيرت فيهما فان رفعت لجماعة المسلمين مع وجودهما مضى على الظاهر وجماعة المسلمين هم عدول جيرانها وغيرهم لانهم كالامام عند عدمه وذكر ابن عرفة ان عمل قضاة تونس ان الرفع للعدول كالرفع للسلطان فان تعسر فعلى السلطان ونائبه فلم من ذكر مقابله وبه قال ابن الهندى وابو محمد وجهوه لتعذر النقل الرفع له على كثير.

وتعبيرهم بجماعة المسلمين يقتضى ان الواحد لا يكفى وبه صرح الاجهورى فيؤجل المريض سنتين ان دامت نفقتها من ماله والا فلها التطليق لعدم النفقة بلا تاجيل ولكن ان خشيت على نفسها الزنا فيزاد على دوام نفقتها عدم خشيتها الزنا وفى مجموع الامير وهل لزوجة المفقود الرفع للقاضى والوالى ووالى الماء ظاهره ان الثلاثة فى مرتبة وان كان القاضى اضبط وهو ما فى الخرشى والا يوجد واحد ممن ذكر فلجماعة المسلمين قال محشية من صالحى جيرانها وغيرهم العدول ولا يكفى الاثنان كما فى الاجهورى لان اقل الجمع ثلاثة خلافا لما فى عبد الباقى والخرشى من كفاية الواحد وقد رد الاجهورى كفاية الاثنين فضلا عن الواحد قائلا التحقيق ان اقل الجماعة ثلاثة فيؤجل اربع سنين من العجز عن خبره ان دامت نفقتها ولم تخف زنا والا فلها تعجيل الطلاق قال المحشى والا عدم نفقتها ان لم يكن له مال اصلا او فرغ او ذهبت وخافت الزنا فلها تعجيل الطلاق الى ان قال ولها المهر كاملا ولا ترد ما قبضته ان قدم على الفضاء والا ان كان الصداق مؤجلا لا يحل لانه تمويت لا موت اه قال ابن الحاجب حكم الغائب ولا مال له حاضر حكم العاجز الحاضر فلها ان تطلق نفسها اه قلت فيجرى فيه قول خليل فهل يطلق الحاكم او يامرها ثم يحكم قولان واذا اثبت لها التطليق بذلك فبخشية الزنا اولى لان ضرر الحد الطأ اشد من ضرر عدم النفقة الا ترى ان اسقاط النفقة يلزمها وان اسقطت حقها فى الوطأ فلها الرجوع فيه ولان النفقة يمكن تحصيلها بنحو تسلف وسؤال بخلاف الوطأ اه.

واما الجواب عن امرأة المعسر الذى لا يجد ما ينفق عليها ففى المدونة قال لنا مالك وكل من لم يقو على نفقة امرأته فرق بينهما ولم يقل لنا مالك حرة ولا امة وقال لان الرجل اذا كان معسرا لا يقدر على النفقة فليس لها عليه النفقة انما لها ان تقيم معه او يطلقها كذلك الحكم فيهما قال ابن وهب عن عبد الرحمن عن ابى الزناد وعبد الجبار عن ابى الزناد انه قال خاصمت امرأة زوجها الى عمر بن عبد العزيز وانا شاهد فى امرته على المدينة فذكرت له انه لا ينفق عليها فدعاه عمر فقال انفق والا فرقت بينك وبينها وقال عمر اضربوا له اجل شهر او شهرين فان لم ينفق عليها الى ذلك ففرقوا بينه وبينها قال ابو الزناد وقال عمر بن عبد العزيز سل لى سعيد بن المسيب عن امرهما قال فسألته عن امرهما فقال يضرب له اجل نحو مما قد من الاجل نحو مما كان وقت له عمر وقال سعيد فان لم ينفق عليها الى ذلك الاجل فرق بينهما ابن وهب عن مالك وغيره

... عن سعيد بن المسيب انه كان يقول اذا لم ينفق الرجل على امرأته انه يفرق بينهما قال وسمعت
... يقول كان من ادركت يقولون اذا لم ينفق الرجل على امرأته فرق بينهما ابن وهب عن الليث
عن يحيى بن سعيد انه قال اذا تزوج الرجل المرأة وهو غني فاحتاج حتى لا يجد ما ينفق يفرق بينهما
فان وجد ما يقيمها من الخبز والزيت وغليظ الثياب لم يفرق بينهما وفي شرح بلوغ المرام وقد اختلف
العلماء في هذا الحكم وهو فسخ النكاح عند اعسار الزوج بالنفقة على اقوال الاول ثبوت الفسخ
وهو مذهب علي وعمر وابي هريرة رضي الله عنهم وجماعة من التابعين ومن الفقهاء مالك
والشافعي واحمد وبه قال اهل الظاهر مستدلين بحديث لا ضرر ولا ضرار والثاني ما ذهب
اليه الحنفية وهو قول للشافعي انه لا فسخ للاعسار بالنفقة مستدلين بقوله تعالى ومن قدر عليه
رزقه فلينفق مما آتاه الله لا يكلف الله نفسا الا ما آتاها قالوا واذا لم يكلفه الله النفقة في هذا
الحال فقد ترك ما لا يجب عليه ولا يأثم بتركه فلا يكون سببا للتفريق بينه وبين سكنه وبآية وان كان
ذو عسرة فنظرة الى ميسرة فيؤمر بالصبر والاحتساب وقال مالك والشافعي ايضا واحمد في اظهر
روايتيه ان المرأة اذا تزوجته عالمة باعساره او كان موسرا ثم تزوجته ثم اصابته جائحة فانه
لا فسخ لها وفي ابن الحاجب ويثبت لها حق الفسخ بالعجز عن النفقة الحاضرة لا الماضية حرين او
عبدين او مختلفين ما لم تكن علمت فقره قبل العقد كما ذكره ميارة في شرح التحفة فاذا عرفت
هذه الاقوال عرفت ان اقواها دليلا واكثرها قائلا الاول وقد اختلف القائلون بالفسخ في تاجيله
بالنفقة فقال مالك يؤجل شهرا او شهرين وقال الشافعي ثلاثة ايام قال ابن عرفة وطلقة المعسر
بها رجعية اتفاقا وشرط رجعته يسره بنفقتها فتصح الرجعة ان وجد في العدة يسارا يقوم بواجب
مثل الاولى فلا تصح رجعته لان الطلقة التي اوقعها الحاكم انما كانت لدفع ضرر عجزه فلا تصح
رجعته الا اذا زال وذلك بان يجد يسارا لو قدر عليه اولا لم يطلق عليه قال ابن عبد السلام ينبغي
تقييده بظن قدرته على ادامته بعد ذلك وقال عبد الله ابن فودي المالكي في ضياء التاويل
عند آية ومن قدر عليه رزقه فلينفق مما آتاه الله قال وهذا يفيد ان النفقة ليست مقدرة
شرعا وانما تقدر عادة بحسب المنفق والمنفق عليه ولها الفسخ بطلقة رجعية ان عجز عن الانفاق اهـ
قلت ومثلها الزوجة المطلقة في حال غيبة زوجها من الحاكم او جماعة المسلمين لدعواها
عدم النفقة من مال البان ادعت انه لم يترك لها ما تنفقه ولم يرسل لها ولم يوكل من ينفق عليها
وطلبت الطلاق وحلفت على ذلك فيطلق عليه الحاكم او يامرها بتطليق نفسها فيحكم به اهـ
وفي كتاب جامع اهم مسائل الاحكام في قطع الخصام مما اشتدت اليه حاجة الحكام للشيخ
ادريس ابن خالد المالكي ما نصه السادس في اعسار الغائب فاذا قامت زوجته عند القاضي
كلفها اثبات الزوجية واثبات غيبته وان لم يعلموا انه ترك شيئا ولا احالها به ويؤدون الشهادة
في ذلك على عينها ثم يضرب لها اجلا من شهر وفي تحفة الحكام وزوجة الغائب حيث املت
فراق زوجها بشهر اجلت فان انصرم الاجل ولم يقدم الرجل حلفت على مثل ما شهدت
به الشهود وطلقت نفسها طلقة رجعية فان قدم موسرا في عدتها فله ارتجاعها وان قدم عديما
بما لم يكن له عليها سبيل الا ان ترضى بالمقام معه بدون نفقة وان كانت محجورة ورضيت
بالمقام معه بدون نفقة على ان تنفق على نفسها من مالها فذلك لها ولا كلام لوليها اذا طلقت

لم يكن لها بد من النفقة على نفسها فمنع الزوج أولى لأن فيه صونها. اهـ

وأما المتعنت الممتنع عن الانفاق ففي مجموع الأمير ما نصه إن منعها نفقة الحال فلها القيام فإن لم يثبت عسره أنفق أو طلق وإلا طلق عليه قال محشيه قوله وإلا طلق أي طلق عليه الحاكم من غير تلوم إلى أن قال وإن تطوع بالنفقة قريب أو أجنبي فقال ابن القاسم لها أن تفارق لأن الفراق قد وجب لها وقال ابن عبد الرحمن لا مقال لها لأن سبب الفراق هو عدم النفقة قد انتفى وهو الذي تقتضيه المدونة كما قال ابن المناصف انظر الحطاب انتهى.

وأما السؤال عن حكم زوجة العنين فجوابه ما في المدونة قال أرأيت العنين متى يضرب له الأجل من يوم تزوجها أو من يوم ترفعه إلى السلطان قال من يوم ترفعه إلى السلطان كذلك قال مالك قلت أرأيت العنين إذا فرق بينهما أيكون له عليها في العدة رجعة قال قال مالك لا يكون له عليها في العدة رجعة قلت أرأيت العنين إذا لم يجامع امرأته في السنة وفرق بينهما بعد السنة أيكون لها نصف الصداق قال قال مالك لها النصف [illegible] كاملا.

قال مالك وبلغني عن سليمان بن يسار أنه قال أجل المعترض عن أهله سنة ابن القاسم عن مالك عن ابن شهاب عن ابن المسيب أنه قال إذا دخل الرجل بامرأته فاعترض عنها فإنه يضرب له أجل سنة فإن استطاع أن يمسها وإلا فرق بينهما ابن وهب قال موسى بن علي وقال ابن شهاب إن القضاة يقضون في الذي لا يستطيع امرأته يتربص سنة يتقي فيها لنفسه فإن ألم في ذلك بأهله فهي امرأته وإن مضت سنة ولم يمسها فرق بينه وبينها وقضى القضاة بذلك من حين تناكره امرأته وينا كره أهلها قال ابن شهاب وإن كانت تحته امرأة فولدت له ثم اعترض عنها فلم يستطع لها فلم يسمع أحد فرق بين رجل وبين امرأته بعد أن مسها وهذا الأمر عندنا قلت أرأيت العنين أيجوز أن يؤجله صاحب الشرط أو لا يكون ذلك إلا عند قاضي أو أمير يولي القضاة قال قال مالك أرى أن يجوز قضاء أهل هذه المياه قال ابن القاسم وإنما هو أمر [illegible] تلك المياه وليسوا بقضاة فأرى أن صاحب الشرط إن ضرب للعنين أجلا جاز وكان ذلك بمنزلة [illegible] انتهى.

وأما السؤال عن حكم زوجة المجنون فجوابه ما في الموطأ في الخيار حدثني يحيى عن مالك أنه بلغه عن سعيد بن المسيب أنه قال أيما رجل تزوج امرأة وبه جنون أو ضرر فإنها تخير فإن شاءت قرت وإن شاءت فارقت وفي المدونة قال قلت فالمجنون المطبق قال وقال مالك في المجنون إذا أصابه الجنون بعد تزويج المرأة إنها تعزل عنه ويضرب له أجل في علاجه فإن برئ وإلا فرق بينهما وقال ابن القاسم عن مالك أنه قال يضرب له أجل سنة ابن وهب عن مسلمة عمن حدثه عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده قال كتب عمرو بن العاص إلى عمر بن الخطاب في رجل مسلسل بقيود يخافونه على امرأته فقال أجلوه سنة يتداوى فإن برئ وإلا فرق بينهما وقال ابن جزي في القوانين أسباب الخيار خمسة وهي العيوب والغرور والإعسار بالنفقة وعتق الأمة تحت العبد والفقد وأما العيوب فهي أربعة الجنون والجذام والبرص وداء الفرج ويختص الرجل من داء الفرج بالجب والخصاء والعنة والاعتراض وتختص المرأة بالقرن والرتق والعفل وبخر الفرج إلى أن قال فإذا كان في أحد الزوجين أحد العيوب كان للآخر الخيار في البقاء معه والفراق بشرط أن يكون العيب موجودا حين العقد فإن حدث بعده فلا خيار إلا أن يبتلى الزوج بعد

العقد بجذام او جنون او برص فيفرق بينهما للضرر الداخل على المرأة فان كان العيب بالزوج فان قامت به قبل الدخول فلا شئ لها من الصداق وكذلك بعد الدخول الا ان طال مكثها معه وتلذذت شورتها فلها الصداق وقال الخرشي وان حصل الرد بعد البناء اى بمن يتصور وطئه كالمجنون والابرص فمع عيب الزوج يجب لها المسمى لتدليسه وقولنا ممن يتصور وطئه احترازا من المجبوب والعنين الذى ذكره كالزر والخصى وقيل وهو الذى لا يقوم ذكره وان المعترض هو الذى يجرى عليه فى بعض الاوقات فانه لا مهر على من ذكر كما قال ابن عرفة وفى الفوات بين فوعان الاول تعجيل الفرقة بطلاق فى جميع العيوب الا الاعتراض فان المعترض يؤجل سنة فان لم يطأ فلها الخيار وان وطئ اسقط خيارها والقول قوله فى دعوى الوطئ وطلاق العنين وشبهه كالطلاق بالاعسار بالنفقة اه قال المتيقية اعلم ان الغائبين عن ازواجهم خمسة فالاول غائب يترك نفقة وخلف مالا والزوجة عليه شرط فى المغيب فان احبت زوجته الفراق فانها تقوم عند السلطان لعدم الانفاق والثانى غائب لم يترك نفقة والزوجة عليه شرط فى المغيب فزوجته مخير فى ان تقوم بعدم الانفاق او بشرطها او هو ايسر عليها لانه لا يضرب لها فى ذلك اجل والثالث غائب خلف نفقة والزوجة عليه شرط فى المغيب فهذه ليس لها ان تقوم الا بالشرط خاصة وسواء كان الغائب فى هذه الثلاثة الاوجه معلوم المكان او غير معلوم المكان الا ان معلوم المكان يعذر اليه ان امكن ذلك والرابع غائب خلف نفقة ولا شرط لامرأته وهو مع ذلك معلوم المكان فهذا يكتب اليه السلطان اما ان يقدم او يحمل اليه امرأته او يفارق او الا طلقها عليه والخامس غائب خلف نفقة ولا شرط لامرأته عليه وهو مع ذلك غير معلوم المكان فهذا هو المفقود انتهى وفى القوانين وهو الذى يغيب وينقطع اثره ولا يعلم خبره وهو على اربعة اوجه مفقود فى بلاد المسلمين وفى بلاد العدو وفى قتال المسلمين فى الفتن فاما المفقود فى بلاد المسلمين فاذا رفعت زوجته امرها للقاضى كلفها اثبات الزوجية وغيبته ثم بحث عن خبره وكتب فى ذلك الى البلاد فان وقف له على خبر فليس بمفقود ويكاتبه بالرجوع او الطلاق فان قام على الاضرار طلق عليه وان لم يوقف له على خبر ولا عرفت حياته من موته ضرب لها اجلا من اربعة اعوام للحر وعامين للعبد من يوم ترفع امرها فاذا انقضى الاجل اعتدت عدة الوفاة ثم تزوجت وقال ابو حنيفة والشافعى لا تحل امرأة المفقود حتى يصح موته وفروع اربعة

الاول ان كان قد دخل بها فنفقتها فى الاربعة الاعوام عليه وان كان لم يدخل بها فان كانت غيبة بعيدة لزمته النفقة تعرض لها فى ماله ان شاءت ذلك وان كانت غيبة قريبة فقولان الثانى فان جاء زوجها فى الاجل او العدة او بعدها قبل تزوجها فهى امرأته وان جاء بعد ان تزوجت فان كان الثانى دخل بها فهى له دون الاول وان لم يدخل بها فقولان الثالث ان وقع الفراق من المفقود قبل الدخول وجب لها نصف الصداق هذا حكمه فى زوجته واما ماله فموقوف الى الارث حتى يعلم موته او يعمر فيأتى عليه من الزمان ما لا يعيش لمثله واختلف فى حد ذلك فالمشهور سبعون سنة وقيل ثمانون وقيل تسعون وقيل مائة وذلك كله من اول عمره فان فقد وهو ابن سبعين تربص عشرة اعوام بعد على

المشهور واما المفقود فى فتن المسلمين فحكمه كالاسير لا تتزوج امرأته ولا يقسم ماله حتى
ياتى عليه من الزمان ما لا يعيش الى مثله الا عند اشهب وهو عنده كالمفقود فى بلاد
المسلمين فى زوجته وماله واما المفقود فى فتن المسلمين فحكمه كالاسير فى المشهور وقيل
كالمفقود وقيل يحكم فى زوجته بحكم المقتول بالتلوم سنة ثم تعتد وتتزوج ويحكم فى ماله بحكم
المفقود فيعمر ما لا يعيش الى مثله وفى المختصر وبقيت ام ولده على حكم الحياة وكذا يوقف ماله
اى قسمه وبقيت زوجة الاسير التى ترك لها ما تنفق منه وكذا ام ولده وماله ويبقى زوجة مفقود
اهل الشرك وام ولده وماله للتعمير قال الشبرخيتى فى هذا المحل بشرط ان تدوم النفقة لكل زوجة
الاسير ومفقود ارض الشرك والا فلها الطلاق واذا ثبت لهما الطلاق بذلك فليثبت لهما اذا
خشيتا الزنى بالاولى لان ضرر ترك الوطء اشد من ضرر عدم النفقة الا ترى ان اسقاط النفقة يلزم
واسقاط حقها فى الوطء لها الرجوع فيه ايضا النفقة يمكن تحصيلها لها بتسلف اوسؤال بخلاف
الوطء قال البرزلى طلاق امرأة الغائب عليه المعلوم موضعه ليس بمجرد شهوة الجماع بل حتى تطول
غيبته جدا سنة فاكثر على ما لابى الحسن قال عبد الباقى واما المفقود فى الفتن ففيه قولان احدهما
انه يحكم له بحكم المقتول فتعتد امرأته ويقسم ماله ثم اختلف هل ذلك من يوم المعركة او بعد
التلوم قدر ما ينصرف من هرب او انهزام فيتلوم فى البعد سنة وفى القرب اقل واختلف ايضا
هل تدخل العدة فى التلوم ام لا والقول الثانى انه يضرب له اجل سنة ثم تعتد امرأته ويقسم
ماله واما السؤال عمن يرجع اليه فى المهمات فالجواب انه يشمل كل من يرجع اليه فى الولاية
الخاصة والعامة فى الامور الدينية والدنيوية كالقضاة فيما يختصون بها وهى النظر فى الوصايا
والولاء والاحباس المعقبة والترشيد والتسفيه والتحجير والقسم فى المواريث والنظر
للايتام وامور الغياب وفى الانساب والجراحات والتدميات فهذه لا ترفع الا الى القضاة
والمراد باختصاص القضاة بها انها حين احتيج اليها فانها ترفع الى القضاة وقد علمت فيما
تقدم ان جماعة المسلمين ينوبون منابه وكذا الامام فيما يختص به من السياسة العامة
من قسمة الغنائم وتفريق اموال بيت المال على المصالح واقامة الحدود وترتيب الجيوش
وقتال البغاة وتوزيع الاقطاعات واقطاع المعادن ونحو ذلك فلا يجوز لاحد الاقدام عليه
الا باذن الامام فمن يرجع اليه فى المهمات ليس له حد فى الشرع فيشمل كل من يرجع اليه
فى الولايات الدينية لان كل مسلم حاكم ووال وقد قال النبى صلى الله عليه وسلم
المقسطون يوم القيمة على منابر من نور عن يمين الرحمن وكلتا يديه يمين وهم الذين
يعدلون فى انفسهم واهليهم وما ولوا رواه مسلم والنسائى وقال صلى الله عليه وسلم كلكم
راع وكلكم مسئول عن رعيته فالامام راع على الناس ومسئول عنهم والرجل راع فى اهل بيته
وهو مسئول عنهم والعبد راع فى مال سيده وهو مسئول عنه الا وكلكم راع ومسئول
عن رعيته فجعل صلى الله عليه وسلم فى هذه الاحاديث الصحيحة كل هؤلاء رعاة وكذلك
العالم الحاكم فانه اذا افتى يكون قضى وفصل الحلال والحرام والفرض والندب والصحة

والقصد في جميع ذلك امارة تؤدي وحكم يقضي فيرجع الى كلام من ذكرنا فيما اختص به من المسائل الدينية والدنيوية فامر المفقود يرفع لمن يحسن التفتيش عنه في البلاد التي يظن به الخروج اليها ويكتب في الكتاب اسمه وصفته وحرفته واسم ابيه ويبذل الجهد في التفتيش عنه ومن ههنا نقل الشيخ ابن عن السيوري -

ان المفقود اليوم ينتظر به مدة التعمير لعدم من يبحث عنه الآن وافتى به تلميذه عبد الحميد كما في البدر اه والله اعلم وبالله التوفيق -

املاه العبد الفقير الوانى سعيد صديق الغلاقى

الاستفتاء مرة ثالثة

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى - اما بعد فالمسئول من سادات العلماء المالكية وارباب الفتوى منهم متع الله المسلمين بهم انه قد بقيت في مسئلة المفقود والمطلق عليه لعدم النفقة سوالات عديدة لابد في تنقيح هذه المسائل وتفصيل حوادث الفتوى فيها من جوابها مشرحة فالمرجو من اولئك الكرام ان يبذلوا الجهد في اتمامها وتفصيلها كما بذلوه اول مرة في توضيحها وتكميلها على مذهبهم الشريف والاجر عند الله جزيل وهذا تفصيل السوالات -

(۱) قد تقرر في عامة كتب المالكية وثبت عندنا من فتاواهم ان من اقسام المفقود الاربعة قسم يختص بحكم التعمير لزوجته وهو مفقود ارض الشرك ودار الحرب ولكن لم يتضح مراده بعد فهل المراد ان رجلا من سكان دار الاسلام اذا ذهب الى دار الحرب اسيرا او تاجرا فقد هناك ولم يدر احي هو ام ميت وبقيت زوجته في دار الاسلام فلها حكم التعمير ام المراد ان سكان دار الحرب اذا فقد منهم رجل وزوجته ايضا في دار الحرب فعليها التعمير وعلى الاول فلابد من بيان الحكم للصورة الثانية فانها هي حادثة الفتوى وبها تعلق غرض السائل فهل لزوجة المفقود في هذه الصورة بعض احكام التعمير

(۲) البلاد التي تسلط عليها الكفار الآن بعض الشعائر الاسلامية فيها قائمة بعد كبلادنا الهندية اليوم هل هي في امر المفقود في حكم دار الحرب ام دار الاسلام -

(۳) الغائب المطلق عليه لعدم النفقة اذا جاء بعد تزوجها وبعد دخول الثاني واثبت بالحجة ارسال النفقة ووصولها اليها او اسقاطها عنه وكذا المعنى لها زوجها اذا جاء بعد دخول الثاني فالحكم عند السادة المالكية انها ترد الى زوجها الاول وان ولدت الاولاد كما صرح به في شرح الدردير على مختصر الخليل وهو المصرح في غاية فتاوى المالكية فههنا سوالات عديدة -

(الف) الاول انها اذا ردت الى الزوج الاول فهل يجدد له النكاح ام لا -

(ب) الثاني انه يجدد لها المهر ام لا -

(ج) الثالث هل تجب عليها عدة الزوج الثاني ام لا وعلى الاول فكم عدتها -

(٤) الرابع هل على الثانی مہرها ام لا۔

(٥) الخامس ان نسب اولادها ممن يثبت بالاول ام بالثانی۔

(٦) قد تقرر عند هم ان امرأة المفقود والمعسر الغائب والمطلق عليه بعدم النفقة بوفيتها دخول الثانی يتقديرالطلاق من حين الشروع فی العدة كما صرح به الدرديرؒ وغيرهم فهل الخلوة الصحيحة فيه تقام مقام الدخول ام لا۔

(٥) ما المراد فی الرواية التی جعلوا فيها حكم جماعة المسلمين كحكم القاضی من قولكم رحمكم الله تعالیٰ فان عدم الحاكم حسا او اعتبارا فجماعة المسلمين)۔

(٦) القضايا التی يراجع فيها الی جماعة المسلمين علی مذهب المالكية هل يجب ان تكون موافقة لمذهبهم وهل يكون تلفيقا ممنوعا ان حكمنا بقضاء جماعة المسلمين فی قضية هی مخالفة لمذهب المالكية وهی تحتاج الی القضاء علی مذهب الحنفية اجيبوا رحمكم الله اجاب الله دعواتكم۔

الجواب

من العلامة محمد طيب بن اسحٰق الانصاری المدنی المدرس بالمسجد النبوی علی صاحبها الصلوٰة والسلام

بسم الله الرحمٰن الرحيم وبه نستعين

الحمد لله نحمده ونستهديه ونشكره ونستجديه لا نحصی ثناء عليه وصلی الله علی سيد العرب والعجم المخصوص بجوامع الكلم وعلی اٰله وصحبه ذوی الهمم

اما المسئلة الاولی والثانية فجوابها والله اعلم ان المرأة المسلمة التی فقدت زوجها فی بلاد استولت عليها الكفار مدة مديدة كما فی مصر والشام وبقية الامصار تعتد اربع سنين ثم تعتد عدة وفاة اربعة اشهر وعشرا وزوجها يكون فی عداد القسم الاول من اقسام المفقود لانهم عرفوه بانه من غاب وانقطع خبره وامكن الكشف عنه وعرفوا القسم الثانی وهو المفقود فی ارض الحرب بانه من غاب وانقطع خبره ولم يمكن الكشف عنه لانه فقد فی ارض الحرب فالبلاد المذكورة وان كان حاكمها كافرا لا تكون كارض الحرب من كل وجه لوجود قضاة المسلمين فيها ولاتهم وامكان الكشف فاتضح بهذا ان حكمها حكم من فقدت زوجها ببلاد الاسلام فلا تنتظر مدة التعمير فلا تختص الصورة الثانية المذكورة فی المختصر بالمسلمة الكائنة فی بلاد الاسلام بل تشمل من كانت فی البلاد المستعمرة للكفار لان المراد بالشركية البلاد الحربية التی لا يمكن المسلم الوصول اليها ولا تتمكن القضاة من التفتيش فيها لا مطلق البلاد الكفرية لانها ربما تكون مسلمية او ذمية واما القاطنة فی البلاد الشركية الحربية فحكمها هی وزوجها حكم المسبيين فيفديهما الامام من بيت المال ان كان والا فمن ماله بالغا ما بلغ والا فعلی جميع المسلمين۔

واما المسئلة الثالثة فالحكم عند المالكية كما ذكرتم انها ترد الی زوجها الاول فاما الغائب

والمطلق عليه بعدم النفقة فهل يفيتها الباقي على مختصر خليل والمطلق لعدم النفقة تتزوج ويدخل بها ثم ظهر إسقاطها عن المطلق عليه بأن أقام بينة أنه كان يرسلها إليها وأنها وصلتها أو أنه ترك لها عندها فلا يفيتها دخول الثاني ذكره تحت قوله فقال عبد الباقي امرأة إذا أخبرت من غير عدلين بموته فاعتدت وتزوجت ثم قدم فإنها ترد إليه بعد دخول الثاني ولو ولدت منه أولاد سواء حكم به الحاكم أم لا على المشهور في الصورتين من غير تجديد عقد ولا مهر ويجب عليها الاستبراء بثلاث حيض إن كانت ممن تحيض أو بثلاثة أشهر إن كانت صغيرة أو آيسة ويجب على الثاني بجميع الصداق المسمى إن كان والا فصداق المثل لقول الشيخ خليل (وتقرر بوطأ وإن حرم) قال الدردير تقرر جميع الصداق الشرعي المسمى أو صداق المثل في التفويض بوطأ المطيقة من بالغ وإن حرم ذلك الوطأ ويلحق نسب الأولاد بالثاني وهذا مما لا اختلاف فيه في مذهب المالكية۔

وأما المسئلة الرابعة فقال الدردير رحمه الله تعالى وقدر طلاق من المفقود حين التمييز في العدة يفيتها عليه بتحقق وقوعه بدخول الزوج الثاني عليها حتى لو جاء الأول قبل دخول الثاني كان أحق بها وبعد الدخول بانت من الأول وتأخذ منه جميع المهر وإن لم يكن قد دخل بها فلم ينص إلا على امرأة المفقود وأما المعسر الغائب والمطلق عليه بعدم النفقة فلا يفيتها دخول الثاني ولو ولدت منه أولادا كما تقدم ذكره في المسئلة الثالثة وإذا اختلى بها خلوة اهتداء فقد دخل بها وقال في حاشية العدوي على مجموع الأمير عند قوله وقدر طلاق يتحقق عند دخول الثاني أي خلوته بها وإن أنكر التلذذ بها لأن الخلوة مظنة وقائمة مقامه كما في التوضيح۔

وأما المسئلة الخامسة فالجواب أن المسائل التي تنوب فيها جماعة المسلمين عن القاضي كثيرة ومنها مسئلة المفقود فإن امرأته لا بد لها من أحد أمرين إما أن ترضى المقام مع زوجها المفقود أو تريد المفارقة فإن أرادتها فلا بد لها من رفع أمرها إما إلى القاضي أو الوالي أو إلى الماء فإن لم يوجد فإلى جماعة المسلمين من صالحي بلدها وجيرانها وأما أنها تعتد وتتزوج برجل آخر من غير رفع أمرها إلى القاضي ومن ذكر فلا قائل بحليته وجوازه لما فيه من الفساد۔

وأما المسئلة السادسة فجوابها أن القضايا التي يرجع فيها إلى جماعة المسلمين يجب أن تكون موافقة لمذهبهم لأن التلفيق حرام باتفاق والله سبحانه وتعالى أعلم

أمر بكتابته محمد الطيب بن إسحق الأنصاري المدني خادم العلم في المسجد النبوي

الجـــــواب

من العلامة الصالح التونسي المالكي المدرس بالمسجد الشريف بالمدينة المنورة

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله وعلى اله وصحبه ومن والاه وبعد فقد وردت على اسئلة متفرعة عن مسئلة المفقود وهي هذه۔

(١) اذا ردت زوجة المفقود ونحوه الى الزوج الاول بعد دخول الثاني فهل يجدد للاول النكاح ام لا

(٢) وهل يجدد لها المهر ام لا (٣) وهل تجب عليها العدة للزوج الثاني او لا وكم عدتها۔

(٤) وهل لها المهر على الثاني اولا؟ (٥) نسب اولادها من الثاني بمن يلحق۔

(٦) هل الخلوة الصحيحة المعتبر بها العدة ونحوها تقوم مقام الدخول اولا۔

(٧) القضايا التي يكون المرجع فيها ونظرها الى القاضي فان عدم حسا او اعتبارا فجماعة المسلمين فهل يكون تلفيقا ممنوعا ان كان اصلها على المذهب الحنفي واريد جعل النظر فيها لجماعة المسلمين على المقرر عند المالكية بشرط المذكور۔

الجـــــواب

بعون الله على المذهب المالكي حسب المقرر والمحرر في كتبهم المتداولة المعمول بها في الحكم والفتوى۔

فعلى[٢٩] المسئلة الاولى ان رجوع الزوجة لزوجها الاول بعد دخول الثاني لا يحتاج لتجديد النكاح

وعلى[٣٠] الثاني انه لا مهر لها من جديد۔

وعلى[٣١] الثالث وجوب العدة وتسمى استبراء وهو بثلاث حيض۔

وعلى[٣٢] الرابع بوجوب المهر كاملا لها على الثاني للقاعدة المجمع عليها وهو تكميله بالوطء۔

وعلى[٣٣] الخامس يلحق نسب اولادها من الثاني به للقاعدة وانه كلما سقط الحد لحق الولد۔

وعلى[٣٤] السادس بان الخلوة الصحيحة تقوم مقام الدخول في هذا ومثله الا في حل المبتوتة فبثبوت الايلاج۔

وعلى[٣٥] السابع بان ذلك ليس من التلفيق الممنوع سواء سميناه تقليدا او تلفيقا كما يقتضيه كلام المجموع باوله وبباب النكاح عند قوله والمبتوتة حتى يولج بالغ الخ وهو الاولى بسماحة الدين والتوسعة على المسلمين وليس الانسان اذا قلد مذهبا من المذاهب يكون مربوطا به في جميع نوازله وكافة حوادثه ومسائله فهو خلاف العقل والنقل ودين الله يسر والله اعلم وصلى الله على سيدنا محمد وعلى اله وصحبه وسلم

كتبه بيده مستجدا صالح التونسي المالكي المدرس بالمسجد النبوي يوم الاربعاء الرابع والعشرين من صفر الخير عام واحد وخمسين وثلاثمائة والف هجرية غفر الله له وعفا عنه

الرواية التاسعة والعشرون والثلاثون

الرواية الثانية والثلاثون الى الخامسة

الاستفتاء من العلماء المالكية بالمرة الرابعة

السوال

(۲) السوال الثانی ان جماعة المرفوع الیها اذا کانت حنفی المذهب ورفع الیها امر یوجب التفریق عند الحنفیة ولا یوجب عند المالکیة مثاله تقبیل ابن الزوج ایاها اوغیرہ من الافعال التی توجب حرمة المصاهرة عند الاحناف فهل یجوز لهذه الجماعة الاحناف عند المالکیة ان یحکموا بالتفریق وهل ینفذ حکمهم ان حکموا بها مع ان هذا الحکم ملفق خارق للاجماع ظاهرا لان الحنفیة لم یعتبروا الحکم الجماعة ای لم یعدوه بمنزلة حکم القاضی. والمالکیة وان عدوا جماعة المسلمین بمنزلة القاضی ولکن هذا الامر لا یوجب التفریق عندهم فهل یجوز مثل هذا التفریق ام لا بینوه مع نقل العبارات من کتب الفقه جزاکم الله تعالی عنا وعن سائر المسلمین. والذی فهمنا فی الجواب عن هذا السوال بناء علی القواعد هو ان الفقهاء صرحوا بان قضاء القاضی اذا صادف محلا مجتهدا فیه نفذ و هذا الحکم المسئول عنه مجتهد فیه و هذه الجماعة تنوب مناب القاضی فاذا حکموا بالتفریق فقد تحقق ان القضاء وقع فی فصل مجتهد فیه فینبغی ان ینفذ و کذا یقال فی کل امر مجتهد فیه اما ما کان امالزوم محذور التلفیق کما لزم فی هذه الصورة حیث ان الحاکم حکم علی المذهب المالکی لا الحنفی والحکم حکم علی المذهب الحنفی لا المالکی فاعدالی لاقاویل فیه ان التلفیق لا یجوز فی المسئلة الواحدة و یجوز فی مسئلتین او اکثر وههنا کذالک لان کون الجماعة فی حکم القاضی مسئلة وحرمة المصاهرة مسئلة اخری فلا باس بالتلفیق فیه. هذا ما فهمنا فان کان صحیحا فبها ونعمت وان لم یصح فاوضحوا النا وجه الغلط جزاکم الله تعالی ومتعنا بکم الی الازمنة تتوالی.

(۳) السوال الثالث الامر الذی یوجب التفریق بالاتفاق ولکن کانت شرائطه مختلفا فیها مثلا اذا کان الجنون مطبقا فعند المالکیة یوجل صاحبه سنة کما اذا کان ذا افاقة واخذ ساداتنا الحنفیة بقول محمد ان الجنون اذا کان مطبقا لا یوجل بل یفرق فی الحال کالجب فهل یجب علی جماعة المسلمین ان یراعوا الشرائط المعتبرة عند المالکیة ام یجوز الاکتفاء بالشرائط المرعیة عند الحنفیة افیضوا علینا متع الله المقتبسین بطول بقائکم.

الفتوی من العلامة محمد بن علی البیضاوی المالکی متع الله المقتبسین بعلومهم

(صورة ما کتبه العلامة فی ضمن الجواب عن السوال الاول)

وقبل ذکر صور الاربع اذکر لکم مقدمة فیها مسائل. منها تعریف المفقود وهو الذی انقطع خبره ممکن الکشف عنه. ومنها ان کل من لیس له مال تنفق منه زوجته من اسیر او مفقود باقسامه الاربعة الاتیة فحکمه حکم المعسر الغائب الذی لم یترک لزوجته نفقة فتاجل شهرا وتحلف وتطلق نفسها کما فی شرح التحفة للشیخ علی بن عبد السلام التسولی وهذا الشهر الذی تؤجله یکون

الروایة السادسة والثلاثون

ملہ ترکنا السوال الاول لما لم نر الیه حاجة ۱۲ ملہ ترکنا هذا السوال واکثر الجواب لما لم نر الیهما من مزید حاجة ۱۲ منہ

بعد اثباتها ببينة تشهد لها بان زوجها غاب عنها قبل البناء او بعده بموضع كذا او لا يعلمون موضعه وانه غاب منذ كذا او لا يعلمون انه ترك لها نفقة ولا كسوة ولا شيئا تمون به نفسها ولا انها تعدى فيه ولا انه آب اليها ولا بعث بشئ وصل اليها فى علمهم الى حين تاريخه كما فى التسولى المذكور ثم انها كونها تطلق بعد ثبوت ما ذكر واليمين اذا لم يتطوع قريب او اجنبى بنفقتها والا فليس لها ان تطلق نفسها على المعتمد لان سبب الفراق وهو عدم النفقة قد زال كما فى التسولى۔

المسئلة الثانية اعلم وفقنى الله واياك ان المالكية لا يرون الحكم على المذهبين بالتفريق لان مذهبهم خلاف ذلك ولا يأمرون الحنفية بالحكم بالتفريق لان الامر فى ذلك خلاف مذهبهم نعم اذا اراد جماعة الحنفية الحكم بذلك تقليد المالكية فى حكم جماعة المسلمين فتكون المسئلة عندهم من باب التلفيق وهو جائز على الصحيح وينبغى عدم ارتكابه فى الفروج بخلاف تتبع الرخص فلا يجوز كما يأتى وفى الشبرخيتى انه يمتنع تتبع رخص المذاهب وفسرها بما ينقض به حكم الحاكم من مخالف النص وجلى القياس وزاد فى مراقى السعود مخالفة الاجماع وقاعدة السدين۔ ولغيره ان معناه رفع مشقة التكليف باتباع كل سهل۔ وفيه ايضا منع التلفيق والذى قاله شيخنا الامير عن شيخه الصغير وغيره ان الصحيح جوازه اى التلفيق وهو فسحة لكن لا ينبغى فعله فى النكاح لانه يحتاط فى الفروج ما لا يحتاط فى غيرها انتهى من بلغة السالك لاقرب المسالك للشيخ احمد الصاوى مع بعض زيادة وبيان۔ وما ذكره اولا عن منع تتبع الرخص وكذا التلفيق نقله الشيخ محمد الامير فى مجموعه ثم تعقبه بقوله وسمعت من شيخنا عن شيخه الصغير وغيره ان الصحيح جوازه اى التلفيق وهو فسحة انتهى بزيادة بيان۔

قال المحشى الشيخ حجازى ينبغى الا فى الفروج للاحتياط فيها كما قاله بعض المحققين انتهى وذكر الشيخ حجازى ايضا قبل ان منع تتبع الرخص نص عليه القرافى وغيره ثم ذكر منا قشة المواق فى سنن المهتدين فى ذلك ولكن غير مسلمة وذكر الشيخ ابو العباس سيدى احمد بن عبد الرحمن الشهير بابن حلولو فى الضياء اللامع فى شرح جمع الجوامع ان الانسان اذا التزم مذهبا معينا ثم اراد الخروج اختلف فيه فانما ذرى والقرافى على عدم الجواز وصحح الرافعى الجواز والقول الثالث لا يجوز فى بعض المسائل ويجوز فى البعض والبعض الذى لا يجوز فيه هو الذى عمل به واختار عز الدين والقرافى جواز الانتقال وان المذاهب كلها مسالك الى الجنة وذكر القرافى عن الزناتى ان ذلك جائز بثلاثة شروط۔

الاول ان لا يجمع بينها على وجه يخالف الاجماع كمن تزوج بغير ولى ولا صداق ولا شهود فان هذه الصورة لم يقل بمجموعها احد۔

الثانى ان يعتقد فيمن يقلده الفضل بوصول اخباره اليه۔

الثالث ان لا يتتبع رخص المذاهب انتهى۔ وجوز بعضهم تتبع الرخص للموسوس دون غيره كما فى نشر البنود على مراقى السعود وقال وهو قول حسن وامتناع تتبع الرخص شامل لمن لم يلتزم مذهبا معينا وغيره انتهى منه۔

فعلم من هذه النصوص ان تتبع الرخص ممنوع سواء التزم مذهبا معينا ام لا الا فى حق الموسوس والتلفيق يجوز على الصحيح غير انه لا ينبغى فعله فى النكاح۔

والمسئلة التی ذکرتم من التلفیق لا من تتبع الرخص فتجوز وان کانت هنا فی الفروج لان اخذ بھۃ واحتیاطا واما ما نقله الشیخ حجازی عن بعض المحققین انه ینبغی الا فی الفروج للاحتیاط فیها فذلک فی الرخصة انتہی واللہ اعلم

واما المسئلة الثالثة ذکرتم فیها ھل یجب علی جماعة المسلمین الحنفیة ان یراعوا الشرائط المالکیة ام یجوز الاکتفاء بالشرائط المرعیة عند الحنفیة الی آخرہ۔

اعلم وفقنی اللہ وایاکم انه یجب علی جماعة المسلمین ان یراعوا شروط المالکیة لیخرجوا من تتبع الرخص الممنوع لانهم اذا لم یراعوا شروط المالکیة فیکونوا اولا ارتکبوا رخصة حکم جماعة المسلمین کما تقول المالکیة والحال انهم لیسوا المالکیة ثم ارتکبوا رخصة شروط الحنفیة والحال انهم حکموا بمذهب المالکیة۔ واللہ سبحانه وتعالی اعلم

قاله واذن بکتبه عبید ربه **محمد بن علی** البیضاوی غفر اللہ له

ضروری اطلاع

یہاں تک جو فتاوی مالکیہ لکھے گئے ہیں وہ سب پہلی طباعت کے وقت حاصل ہو چکے تھے اور جن حضرات کی تصدیقات اس رسالہ کے ساتھ طبع کی گئی ہیں اُن سب حضرات کی نظر سے گذر چکے ہیں آگے بعد آٹھ صفحات کا ضمیمہ جس میں صفحہ —— تک لکھے ہوئے ہیں یہ فتاوی بعد حصول تصدیقات کے حاصل ہوئے ہیں۔ اس لئے اطلاع دی گئی تاکہ تلبیس و اختلاط نہ ہو فقط

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بعد حمد و صلوٰۃ۔ معروض آنکہ حیلۂ ناجزہ شائع ہونے کے بعد اُس کے متعلق چند علمائے کرام کی طرف سے کچھ اشکالات ہوئے تھے وہ مدینہ منورہ بھیج دیئے تھے وہاں سے جو جوابات آئے ہیں اُن کو بعینہٖ اصل عبارت عربی میں مجموعۃ الفتاوی المالکیہ (مذکورہ حیلۂ ناجزہ) کا تتمہ بنا کر مستقل شائع کیا جاتا ہے۔

چونکہ اُس تتمہ میں دو امر ایسے ہیں جن کا اصل رسالہ اُردو میں اضافہ ضروری ہے۔ نیز ایک ضروری تنبیہ بھی خیال میں آئی لہٰذا اُن کو بھی بطور ضمیمہ شائع کیا جاتا ہے

اضافۂ اول:۔ حیلۂ ناجزہ میں تحت عنوان تنبیہات ضروریہ متعلق جماعت مسلمین تنبیہ سوم جو حکم درج ہے کہ جماعت مسلمین کا صرف وہ فیصلہ معتبر ہوگا جو باتفاق ہو الخ اس پر حاشیہ ذیل کا اضافہ کیا جاتا ہے۔

ف۔ اُس وقت علمائے مالکیہ کا جواب اس مسئلہ کے متعلق موصول نہ ہوا تھا اس لئے قواعد سے حکم لکھ دیا تھا بعد میں جواب آگئے ہیں اُن سے معلوم ہوا کہ سب علماء کا اس حکم پر اتفاق ہے کہ جماعت کا متفق ہونا شرط ہے کما صرح به العلامة صالح التونسی والشیخ عبد اللہ الغوثی فی الجواب عن الاستفتاء بالمرۃ الخامسۃ۔

اضافۂ دوم:۔ عنوان بالا تنبیہ سوم کے بالکل ختم پر متن میں سوال و جواب ذیل کا اضافہ کیا جاتا ہے۔

سوال:۔ اگر مقدمہ پیش کرنے کی بابت فریقین میں اختلاف ہو ایک فریق ایک جماعت کے پاس مقدمہ لیجانا چاہے دوسرا فریق دوسری جماعت کے پاس تو کس فریق کو ترجیح دی جاوے گی اور کس جماعت کو سماعت دعویٰ کا حق ہوگا اور اگر ایک جماعت فیصلہ کر چکے اُس کے بعد دوسرا فریق کسی اور جماعت کے پاس اس فیصلہ کے خلاف درخواست

دے تو دوسری جماعت کو سابق فیصلہ کے خلاف فیصلہ کرنا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب۔ مقدمہ پیش کرنے کا اُس کو حق ہے جو از روئے شریعت مدعی قرار دیا جائے دوسرے فریق کو اس میں اختلاف کا کوئی حق نہیں۔

اور اگر کوئی ایسا معاملہ ہو کہ اُس میں دونوں فریق شرعاً مدعی تصور کئے جاتے ہیں تو جس جگہ سے طلبی کا پیام پہلے پہنچ جائے دونوں کو اُس کے ہاں جانا لازم ہے اور اگر دونوں جگہ سے طلبی کا حکم ایک دم پہنچ گیا ہو تو پھر قرعہ ڈالا جائے جس کا نام قرعہ میں نکل آوے اُسکے ہاں مقدمہ پیش ہوگا اور جب ایک جماعت فیصلہ کر چکے اُس کے بعد دوسرا فریق اُسکے خلاف درخواست دے تو اُس میں تفصیل ہے۔ اگر پہلا فیصلہ شریعت کے قطعاً خلاف ہے تب تو اُس فیصلہ کے خلاف صحیح فیصلہ کیا جاوے۔

اور اگر وہ فیصلہ ایسا ہے جو قطعی طور پر شریعت کے خلاف نہیں بلکہ کسی نہ کسی قول کے موافق ہے تو اُس فیصلہ کو توڑنا جائز نہیں گو دوسری جماعت کی تحقیق میں وہ صحیح نہ ہو کما ہو المصرح فی الجوابین عن الاستفتاء بالمرۃ الخامسۃ۔ واللہ اعلم۔

(**تنبیہ ضروری**) اگر کسی جگہ حکومت کی طرف سے ایسا حاکم متعین ہو جس کا فیصلہ شرعاً معتبر نہیں (یعنی حاکم غیر مسلم ہو یا احکام شرعیہ کی رعایت نہ کرتا ہو یا مذہب مالکیہ کے مطابق فیصلہ کرنے کی صورت میں حاکم عادل نہ ہو یا عالم نہ ہو اور علماء سے مراجعت بھی نہ کرے تو اُس کا فیصلہ معتبر نہیں جیسا کہ اصل رسالہ میں مفصل معلوم ہو چکا ہے) مگر قانونی خطرہ سے حفاظت کے لئے اُس کے ہاں مقدمہ دائر کرنا پڑے تو مقدمہ دائر کرنے کا مضائقہ نہیں لیکن اُس کے ساتھ ہی یہ بھی لازم ہے کہ جماعت مسلمین سے بھی فسخ کا حکم حاصل کیا جائے اور عمل کا تمامتر مدار جماعت مسلمین ہی کے فیصلہ پر رکھا جائے پھر خواہ اول حکومت سے فیصلہ حاصل کیا جاوے خواہ جماعت مسلمین سے اول حکم حاصل کیا جائے خواہ دونوں جگہ ایک ہی ساتھ مقدمہ پیش کر دیا جائے مگر ہر حال میں جماعت مسلمین کے فیصلہ سے پیشتر صرف ایسے حاکم کے فیصلہ کو ہرگز کافی نہ سمجھیں جس کا فیصلہ شرعاً معتبر نہیں

نوٹ:۔ چونکہ اس ضمیمہ میں کوئی مضمون ایسا نہیں جس میں اختلاف کا شبہ ہو (کیونکہ اضافۂ اول میں تو تائید ہے اُس حکم کی جو یہاں بالاتفاق طے ہوا تھا اور اضافۂ دوم میں ایک مسئلہ ہے جس کی تمام کتب فقہ میں تصریح ہے اور تنبیہ کے مضمون کی بنا خود رسالہ میں مصرح ہے) نیز مشاغل کی وجہ سے اجتماع کا انتظام وانتظار دشوار بھی تھا اس لئے اس ضمیمہ کو اُن سب حضرات کی خدمت میں پیش کرنے کا اہتمام ضروری نہ سمجھا جو حیلۂ ناجزہ کی تصحیح وتنقیح میں شریک تھے۔ اگر ناظرین میں سے کسی کو سب کی رائے تصریحاً معلوم کرنیکی ضرورت محسوس ہو تو اُن حضرات سے خود تحقیق کر لیں۔

حررہ اشرف علی بمشارکۃ المولوی محمد شفیع والمولوی عبدالکریم
غفرلھم الرحمن الرحیم۔ لمنتصف شہر شعبان سنہ ۱۳۵۲ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الاستفتاء بالمرة الخامسة

الحمد للّٰہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفٰی **اما بعد** فالمعروض علی ساداتنا العلماء المالکیۃ انہ قد اختار بعض حناف الھند ما صرح بہ المالکیۃ من ان جماعۃ المسلمین تقوم مقام الحاکم فی فصل الخصومات عند عدم الحاکم حسًّا او معنی ولکن وردت علی ذلک اسئلۃ نکتبہا الیکم والمأمول من جنابکم ان تشرفونا بالجواب عنہا مع الدلیل تؤجروا عند اللّٰہ الجلیل

الاول سعنی اول الاسئلۃ قد صرحوا ان زوجۃ المفقود ومثلہا ترفع امرہا الی جماعۃ المسلمین عند عدم الحاکم لکن لم نجد فی کتبہم کیفیۃ قضاء الجماعۃ ھل تلی تلک الجماعۃ باجمعہا سماع القضیۃ و فصلہا ام تفوض امرہا الی عالم عدل یقضی فیہا **الثانی** وعلی الشق الاول یعنی اذا ولیت الجماعۃ باجمعہا شبہتان (الف) اذا ثبت عند المالکیۃ ان تفرد القاضی فی القضاء واجب والقضاء المشترک باطل فکیف یصح القضاء المشترک من الجماعۃ ألیس ھذا الحکم قضاء وان لم یکن قضاء فماذا تسمونہ (باء) ھل یشترط اتفاق الجماعۃ علی الحکم ام لا وان لم یکن الاتفاق شرطا فکیف السبیل الی ترجیح رأی علی رأی ھل یرجح بالکثرۃ ام بمرجح غیرہا والذی فہمنا ان الاتفاق علی رأی شرط لنفاذ الحکم من الجماعۃ وان لم نجد ھذا مصرحا لکن قسناہ علی ما اذا حکم الخصمان رجلین او رجالا فالاتفاق علی رأی واحد شرط کما صرح بہ ساداتنا الحنفیۃ والمالکیۃ معا الا ان بعض اہل العلم اورد علی ھذا القیاس ان ولایۃ الحکمین مخصوصۃ بالمحکمین وولایۃ الجماعۃ عامۃ لجمیع من رفع الامر الیہا فافترقا افیدونا بالحکم الصحیح متعنا اللّٰہ بطول بقائکم۔ **الثالث** وعلی الشق الثانی وھو ان تفوض تلک الجماعۃ فصل الخصومۃ الی شخص واحد ھل یجب ان یکون ھو من افراد الجماعۃ المرفوع الیہا ام لا یجوز ان یکون من غیر تلک الجماعۃ **الرابع** ھل یشترط للقاضی القوۃ القاھرۃ والشوکۃ الظاھرۃ علی تنفیذ الحکم ام لا۔ ویتفرع علی ھذا سؤال اخر وھو ان المسلمین اذا کانوا تحت حکومۃ غیر مسلم ولم یکن ثمہ قاض من جانب الحکومۃ فھل یصح نصب القاضی من عامۃ المسلمین مع ان القوۃ لا تحصل بمجرد نصبہم **الخامس** وان کانت القوۃ والشوکۃ شرطا للقاضی فھل تشترط القوۃ والشوکۃ شرطا للقاضی فھل تشترط القوۃ والشوکۃ لتلک الجماعۃ التی رفع الامر الیہم فان قیل بصحۃ حکمہا ونفاذہ بدون القوۃ فما الفرق بین القاضی وتلک الجماعۃ بینوا بالدلیل۔

السادس لو وقع الاختلاف بین جماعتین من المسلمین فی فصل خصومۃ فکیف یرجح احد الحکمین مثلا ادعت امرأۃ علی زوجہا التعنت ورفعت الامر الی عدول جیرانہا واقامت البینۃ علی دعواہا ففرق اولئک العدول بینہما ورفع زوجہا ھذا الامر الی جماعۃ اخری من المسلمین واثبت نشوزہا فحکمت ھذہ الجماعۃ خلاف ما حکم بہ اولئک العدول المذکورون سابقا

فقد وقع اختلاف بين الحاكمين فكيف السبيل الى ترجيح حكم احدهما على الآخر ان قيل فى محل
هذه السوال انه يجب على المسلمين الاكتفاء على نصب جماعة واحدة فى بلدة واحدة ولا يجوز لهم
نصب جماعات متعددة كيلا يكون للاختلاف الذى ذكرمساغ قلنا اولا انه لا يمكن فى زماننا هذا
للمسلمين لاسيما فى الديار الهندية ان يجتمعوا على جماعة واحدة كما هو مشاهد وثانيا ان عبارة
الفقهاء المالكية فى هذا الباب رفعت الامر الى عدول جيرانها مطلقا ولم يقولوا انها رفعت الامر
الى جماعة نصبها اهل الحل والعقد فزيادة قيد النصب من اهل الحل والعقد زيادة على المنقول
فى المذهب على ما يظهر والله اعلم وعلمه اتم واحكم

الجواب

من الشيخ عبد الله الفوتى المدرس بالحرم النبوى

بسم الله الرحمن الرحيم

وصلى الله على سيدنا محمد وآله وصحبه وسلم

الحمد لله مجيب سؤال من سأله ودعا + حمد معترف بعجزه وقصوره معترف لنفحات
رحماه + والصلوة والسلام على سيدنا ومولانا محمد مصطفاه من خليقته ومجتباه + وعلى آله
واصحابه الباذلين مهجهم فى مرضاته وسبيل هداه + وبعد. فاكرمنا الله واياكم بتقواه + ووفقنا
واياكم لما يحب ويرضاه + فانه قد اتصل بنا من قبلكم مكتوب يشتمل على نوازل زعمتم انه
التبس عليكم حكمها + ومسائل استبهم عليكم فهمها + خصصتمونا فيه بالخطاب + وعينتمونا
لرد الجواب + وكلفتمونا ان نكتب لكم ما يكون كفيلا بالبيان + وما عليه المعول فى ذلك الشان +
فاقول وبالله التوفيق + وبيده الهداية الى سواء الطريق +

المسألة الاولى بعد مقدمتكم عند قولكم فالمعروض على سادتنا الى قوله الى عالم عدل
يقضى فيها بجوابه نعم ان اهل المذهب ذكروا ان زوجة المفقود وزوجة الغائب وزوجة المعترض
والعنين ورجل نشزت زوجته او ادعى عليها داء الفرج ونحو ذلك كلهم يرفعون امرهم على جماعة المسلمين
حين فقد الحاكم حسا او معنا وظاهر ان الجماعة المرفوع اليها الامر لا بد لها من ان تجتمع لسماع القضية
وفصلها لان جملة الجماعة كالقاضى الواحد ولا وجود للمجموع عند انتفاء بعض الاجزاء ويشهد عليه
نصوص الفقهاء حيث قالوا ان جماعة المسلمين تقوم مقام القاضى واصرح ما فى الباب ما قال
القابسى وغيره من القرويين لو كانت المرأة فى موضع لا سلطان فيه لرفعت امرها الى صالحى جيرانها
يكشفون عن خبر زوجها ثم يضربون له الاجل اربعة اعوام ثم تعتد عدة الوفاة وتحل للازواج
لان فعل الجماعة فى عدم الامام كحكم الامام اه ومثله ما قال احمد الصاوى على قوله فرضت
النفقة فى مال الغائب اى يفرضها الحاكم اذا رفعت له امرها او جماعة المسلمين ان لم يكن حاكم
اذا ثبت عدم الزوج ولم يحضر طلق عليه الجماعة على النهج المتقدم بعد تلوم الاجتهاد من الحاكم بغير
تحديد ان لم يعلم موضعه او علم وكان غيبته على عشرة ايام وان قرب ارسل اليه فان حضر

فظاهر الاطلاق عليه اه وفى العدوى على ابى الحسن قال الشرنوبى وبعد ذلك يمكنونها
تطليق نفسها وجب كونه به او يوقعونه اه واما قولكم

الثانى وعلى الشق الاول يعنى اذا وليت الجماعة (الى قوله) متعنا الله بطول بقائكم (فجوابه)
وفقنا الله واياكم الى سواء الطريق ان اشخاص الجماعة ليست مقصودة فى هذا الباب بل المقصود
هنا قيامهم كلهم او بعضهم على فرض الكفاية مقام الامام او القاضى حين عدمه ولذا قالوا ولو واحدا
وان كان فيه خلاف بخلاف القاضى لان المقصود منه اتخاذ ذاته وحكمه من غير مشاركة لغيره الا
من جهة المشورة الا ترون ان شهادة كافة النساء او ثنتين منهن فى الباب الذى يشهد فيه
الرجال كرجل واحد وفى الباب الذى لا يشهد فيه الرجال كل واحدة منهن كرجل كامل
وفى باب الاعراب جعلوا المثنى والجمع ليسا مفردين وفى باب المبتدأ او الخبر جعلوهما
مفردين ويفهم من ذلك صحة كل حكم على ما وصد اصحابه المتبعون واتضح من هذا ان حكم
الجماعة ليس مشتركا بل هو حكم من مفرد معنى كحكم القاضى والامام ان ولى القضاء كما يسمى
حكمهما قضاء والشرطى ووالى الماء كذلك وفى المدونة قلت ارأيت العنين ايجوز له ان يؤجله
صاحب الشرطى او لا يكون ذلك الا عند قاض او امير يولى القضاء قال قال مالك ارى ان يجوز
قضاء اهل هذه المياه وقال ابن القاسم انما هم امراء على تلك المياه وليسوا بقضاة فارى
ان صاحب الشرطى ان ضرب للعنين اجلا جاز وكان ذلك جائزا اه وعلم من هذا ايضا ان كل
من حكم على ما يحكم القاضى سواء بالنيابة او غيره سمى حكمه قضاء واما قولكم بعد

(ب) وهل يشترط اتفاق الجماعة على حكم ام لا (فجوابه) ان اتفاقهم واجب لا يمكن غيره
لما سبق انهم كالقاضى الواحد واذا تقرر هذا فلا حاجة الى السؤال عن مرجح لدى اختلافهما
واما قولكم (د) والذى فهمنا ان الاتفاق على رأى شرط لنفاذ الحكم من الجماعة وان لم نجد
هذا مصرحا ولكن قسناه على ما اذا حكم المتخاصمان رجلين او رجالا فالاتفاق على رأى واحد
شرطا كما صرح به ساداتنا الحنفية والمالكية معا) فجوابه ان هذه المسئلة ثابتة بالنصوص
غير محتاجة الى قياسنا كما مر نقله ولكن هذا القياس صحيح على ما اظن والفارق الذى اورد
عليه لا يعبأ به والله اعلم واما قولكم بعد هذا

الثالث وعلى الشق الثانى وهو ان تفوض (الى قوله) من غير تلك الجماعة فجوابه لم
نر من نص ان الجماعة تفوض الامر بعد ما رفع اليهم لواحد منهم وتتبعنا الكتب التى بين
ايدينا فلم نقف عليه واما لو قدرنا ان لهم ان يفوضوا الامر لرجل لكان الرجل منهم لان الجماعة
ليسوا محصورين بالاشخاص بل بالاوصاف كما تقدم وعليه فكل من اتصف بما اتصفوا به
فهو منهم واما لو رفع الامر لواحد منهم ابتداء لكفى على الخلاف المتقدم واحتج من منع ان اقل
الجماعة ثلاثة وقال العدوى على الخرشى فقوله والواحد منهم كاف فيه نظر لان المصنف قال
الجماعة والجماعة اقلها ثلاثة قاله بعض شيوخ شيوخنا اه وقال الدسوقى على الدردير فقوله
فالجماعة المسلمين هكذا عبارة الائمة وعبر بعضهم فلصالحى جيرانها وقول (عبق)

والواحد كاف اعترضه الشيخ ابو علی المستاوی قائلا لم ار من ذکره ولا اظنه یصح قال (بن) وکذا ارد (مج) فی وسط کفایة الاثنین فضلا عن الواحد قائلا التحقیق ان اقل الجماعة ثلاثة

واما قولکم

الرابع هل یشترط (الی قوله) لا تحصل بمجرد نصبهم فجوابه انها لیست من شروط الصحة للقاضی المذکورة فی ابواب القضاء بل هی امر زائد علیه ینشاء من الامام الاعظم لان القضاء جزء من اجزائه وقال فی تبصرة الحکام الباب الثالث فی ولایة القضاء وما یستفاد بها من النظر فی الاحکام وما لیس للقاضی النظر فیه الی ان قال فاما ولایة القضاء فقال القرافی هذه الولایة متناولة للحکم لا یندرج فیها غیره وقال ایضا فی موضع اخر ولیس للقاضی السیاسة العامة لا سیما الحاکم الذی لا قدرة له علی التنفیذ کالحاکم الضعیف القدرة علی الملوك الجبابرة فهو ینشئ الالزام علی الملك العظیم ولا یخطر له تنفیذه لتعذر ذلك علیه بل الحاکم من حیث هو حاکم لیس له الا الانشاء واما قوة التنفیذ فامر زائد علی کونه حاکما فقد یفوض الیه التنفیذ وقد لا یندرج فی ولایته انتهی مرادنا منها اختصارا واما قولکم ویتفرع علی هذا (الی قوله) بمجرد نصبهم فجوابه لا مانع من ذلك اذا اضطر الناس الی ذلك بما دل علیه ظاهر کلام اهل المذهب وقال الشیخ الدسوقی علی الدردیر بعد کلام علی شروط الجمعة واعلم انه متی کانت البلد مستوطنة والجماعة مستوطنة وجب علیهم وصحت منهم مطلقا ولو کانت تلك البلد تحت حکم الکفار کما لو تغلبوا علی بلد من بلاد الاسلام واخذوها ولم یمنعوا المسلمین المتوطنین بها من اقامة الشعائر الاسلامیة کما هو ظاهر اطلاقاتهم وزاد الصاوی علی اقرب المسالك علی هذا القدر بقوله من حاشیة الاصل وبالضرورة ان نصب القاضی لفصل الخصام بین الناس من شعائر الاسلام وفی فتاوی الشیخ محمد علیش سئل الامام ابو عبد الله المازری رحمه الله تعالی عن احکام تاتی فی زمانه من صقلیة من عند قاضیها او شهود عدولها هل یقبل ذلك منهم ام لا مع انها ضرورة ولا ندری اقامتهم هناك تحت اهل الکفر هل هی اضطرار ام اختیار فاجاب لا قادح فی هذا وجهان الاول یشمل القاضی وبینانه ناحیة اختلال العدالة اذ لا یباح المقام فی دار الحرب فی قیاد اهل الکفر والثانی من ناحیة الولایة اذ القاضی مولی من قبل اهل الکفر والاول او قاعدة یعتمد علیها فی هذه المسألة وشبهها هی تحسین الظن بالمسلمین ومباعدة المعاصی عنهم فلا یعدل عنها لاحتمالات کاذبة وتوهمات واهیة لتجویز من ظاهره العدالة وقد یجوز فی الاخفاء ونفس الامر ان یکون ارتکب کبیرة الا من قام الدلیل علی عصمته وهذا التجویز مطروح والحکم بالظاهر اذ هو الارجح الا ان یظهر من الحال ما یوجب الخروج عن العدالة فیجب التوقف حینئذ حتی یظهر بای وجه زوال موجب راجحة العدالة تو یبقی الحکم لغلبة الظن بعد ذلك الی ان قال وهذا المقیم ببلد الحرب ان کان اضطرارا فلا اشکال انه لا یقدح فی عدالته وکذا ان کان تاویله صحیحا مثل اقامته ببلد الحرب لرجاء هدایة اهل الحرب ونقلهم عن ضلالتهم کما اشار الیه الباقلانی وکما اشار الیه اصحاب مالك فی تجویز الدخول لفکاك الاسیر واما لو اقام

عه انظر مناسبا لی فی الحاشیة علی الجواب من العلامة صالح التونسی ۱۲.

بحكم الجاهلية والاعراض عن التاويل اختيارا فهذا قدح في عدالته واختلف اهل المذهب في
ح شهادة الداخل اختيار التجارة فمن ظهرت عدالته منهم وشك في اقامته على اي وجه فالاصل
عذره لان مجمل الاحتمالات السابقة شهد لعذره فلا يرد لاحتمال واحد الا ان توجد قرائن تشهد
ان اقامته كانت اختيار الاول وجه واما الوجه الثاني وهو تولية الكافر للقضاة والامناء وغيرهم لحجز
الناس بعضهم عن بعض فقد ادعى بعض اهل المذهب انه واجب عقلا وان كان باطلا تولية
الكافر لهذا القاضي اما لطلب الرعية او اقامته لهم للضرورة لذلك فلا يطرح حكمه وينفذ كما لو ولاه
سلطان مسلم اه وفي البيضاوي عند قول رب العزة قال اجعلني على خزائن الارض اني حفيظ
عليم فيه دليل على جواز طلب التولية واظهار انه مستعد لها والتولي من يد الكافر اذا علم انه لا سبيل
الى اقامة سياسة الخلق الا بالاستظهار به اه وفي تبصرة الحكام فصل قال المازري في شرح التلقين
القضاء ينعقد باحد وجهين احدهما عقد امير المؤمنين او واحد من امرائه الذين جعل لهم العقد
في مثل هذا والثاني ذوو الرأي واهل العلم والمعرفة والعدالة لرجل منهم كملت فيه شروط القضاء وهذا
حيث لا يمكنهم مطالعة الامام في ذلك ولا ان يستدعوا منه ولايته ويكون عند هذا نيابة عن
عقد الامام الاعظم او نيابة عمن جعل له الامام ذلك للضرورة الداعية الى ذلك. واما قولكم
الخامس فان كانت القوة والشوكة (الى قوله) بينوا بالدليل فجوابه ما اطلعنا على نصوصهم
في كتب المذهب التي بايدينا ان القوة والشوكة من شروط الجماعة واما الفرق بين القاضي
والجماعة فبين وذلك ان القاضي وعمله جزء من اجزاء عمل وظيفة الامام وعدم الامام شرط
الوجود الجماعة لانهم قالوا اذا فقد الحاكم ان جماعة العدول تقوم مقامه. واما قولكم
السادس لو وقع الاختلاف بين جماعتين (الى قوله) فكيف السبيل الى ترجيح حكم احدهما على
الاخر فجوابه ان استوفت الجماعة شروط الحكم الشرعي بان تقول بعد اداء الزوجة حجتها وانكار
الزوج الك شهود وقالت نعم واحضرتها ثم قالوا للزوج الذي طعن فيهم وقال لا واعذر ثم حكموا
لها فلا يجوز له ان يرفع هذه النازلة الى غيرهم ولا لهم نقض هذا الحكم وفي مختصر الشيخ خليل
وشرحه لدردير ورفع حكمه الخلاف في تلك النازلة فلا يجوز لمخالف فيها نقضها فاذا حكم
بفسخ عقد او صحته لكونه يرى ذلك لم يجز لقاض غيره ولا له نقضه ولا يجوز لمفت علم بحكمه
ان يفتي بخلافه وفي المواق على مختصر الشيخ خليل ونص المدونة قال مالك وجه الحكم في القضاء
اذا ادعى الخصمان بحجتهما ففهم القاضي عنهما واراد ان يحكم بينهما ان يقول لهما ابقيت لكما حجة
فان قالا لا حكم بينهما ثم لا يقبل منه حجة بعد انفاذ حكمه ولو قال له بقيت لي حجة امهله فان لم
يأت بشيء حكم عليه فان اتيا بعد ذلك يريد ان نقض ذلك لم يقبل منهما الا ان يأتيا بامر يرى ان
له لذلك وجها قال ابن القاسم مثل ان تأتي شاهد عند من لا يقضي بشاهد ويمين وقال الخصم
لا علم لي بشاهد آخر فحكم عليه القاضي ثم وجد شاهد آخر بعد الحكم فليقض بهذا الآخر ومثل
ان يأتي ببينة لم يعلم بها واما اشبه ذلك والا لم يقبل منه اه واذا جاء الحكم على وجهه في حكم
القاضي الثاني باطل لا مشاركة بينهما حتى يتصور الخلاف بينهما والعكس فالاول [illegible] كذلك اه اما

ان وقع الخلاف قبل الحكم بان تنازعا بين القاضيين فالقول للطالب منهما كما فى مختصر الشيخ
خليل وشرحه لدردير نصه واذا تنازع الخصمان فاراد احدهما الرفع لقاض واراد الآخر الرفع لقاض
آخر كان القول للطالب وهو صاحب الحق دون المطلوب ثم اذا لم يكن طالب مع مطلوب بان كان
كل يطالب صاحبه رفع الى من اى قاض سبق رسوله لطلب الاتيان عنده والا يسبق رسول قاض
بل استويا فى المجئ مع دعوى كل انه المطالب اقرع للقاضى الذى يذهبان اليه فمن خرج سهمه للذهاب
له ذهبا له كالادعاء اى كما يقرع بينهما فى الادعاء بعد اتيانهما للقاضى الذى اقرعا فى الذهاب اليه او الذى
اتفقا على الذهاب ثم تنازعا فى تقديم الدعوى اذ الموضوع ان كلا طالب اهـ وقال الدسوقى فى حاشيته
على هذا الشرح تنبيه قد علم من المصنف الحكم فيما اذا اتحد المدعى به وكان كل من المتداعيين
يطالب الآخر به على ما قاله الشارح واما اذا كان كل منهما يطلب صاحبه بشئ مغائر لما يدعى به الآخر
ففى نقل المواق وابن عرفة عن المازرى ان كل واحد منهما ان يطلب حقه عند من شاء من القضاة
فاذا ادعى احدهما على صاحبه عند قاض وفرغ فلصاحبه ان يدعى عليه عند من شاء فان اختلفا فيمن
يبتدئ الطلب او فيمن يذهبان اليه اولا من القاضيين فان سبق احدهما لقاض ترجح قوله وان
ذهب كل منهما لقاض فالمعتبر من سبق رسوله من القضاة وان لم يكن لاحدهما ترجيح بسبق
الطلب على الآخر ولا بغير ذلك اقرع بينهما واما قولكم ان قيل فى حل هذه السؤال (الى قوله) كما
هو مشاهد فجوابه ان نصب الجماعة باشخاصهم لفصل الخصام معدوم نصه عندنا كما تقدم بل هم
تعينوا بالاوصاف فمن اتصف بهذه الاوصاف فهو منهم وعليه لا باس ان يرفع كل ذى دعوى الى
صالحى الجماعة من العدول فتعدد الجماعة بقدر الحاجة كما جاز تعدد القضاة مطلقا واما قولكم وثانيا
ان عبارة (الى قوله) والله اعلم وعلمه اتم واحكم فجوابه نعم الامر على ما قلتم فيما علمنا اللهم صل وسلم
على اشرف المخلوقات سيدنا محمد وعلى آله واصحابه رب اغفر وارحم وانت خير الراحمين
سبحان ربك رب العزة عما يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين. انتهى
ما جرى ان يسوده قلم افقر العباد الى رحمة ربه عبد الله الفوتى الساكن فى مدينة خير البرية
اليسها الله ومن فيها وجميع المسلمين حلل الرضا آمين تمت وقت العصر يوم الثلاثاء
الموافق ثمانية وعشرين يوما من شهر الله رجب سنة ١٣٥٣ھ محمد بن ابى بكر الفلاتى احد مدرس
الحرم النبوى. عثمان بن ادريس على الفلاتى.

الجـــــــــواب

من العلامہ صالح التونسى المدرس بالحرم النبوى مع اختصار يسير

بسم الله الرحمٰن الرحيم

الحمد لله الذى جعل الدين الاسلامى يسرا. والصلاة والسلام على المبعوث
بالحنيفية السمحة السهلة التى ليس بها عسرا وعلى آله وصحبه وكل من كان سمح الاعتقاد
سهل الانقياد مجانب لكثرة الانتقاد جهرا او سرا وبعد فقد وردت على اسئلة من القطر

الهندی فیما یتعلق بزوجة المفقود وفصلها بحل العقد علی المذهب المالکی عند الاقتضاء بتوفر الشروط و
اتضاح المسالک فاجبت عنها کغیری غیر مرة الکرة بعد الکرة واخرما ورد علی من الاسئلة فی هذا الخصوص
علی سبیل المراجعة للتوضیح عدد اسئلة ستة وهی کالمتکررة والمتفرعة عن بعضها والجواب عن الاول ان
تولیها کلها شرط فی صحة الحکم لقول خلیل والا فجماعة المسلمین ثلاثة لا اقل کما قررناه فی الجواب السابق
کما نقل۔ والسوال الثانی المتفرع عن الاول وبه اشکالان اولهما اشتراط تفرد القاضی مع تعدد هؤلاء
الجماعة النائبة عنه وجوابه انه لا یلزم من قیام هاته الجماعة مقام القاضی ان تتصف بجمیع صفاته وتستکمل
جمیع شروطه الا تری القاضی فانه نائب عن الامام فلا یطلب منه قیامه مقامه فی جمیع الاحکام ولا استیفاء
شروطه بالتمام وثانیهما وهو اشتراط اتفاق اراء الجماعة وقیاسه بالحکمین ووجود الفارق بین الولایتین عموما
وخصوصا وجوابه وجواب اشتراط اتفاق الجماعة المعینة لهذا الحادث کلهم مثل الحکمین وقیاسهم
بهما اشبه ودعوی الفارق بین الجماعتین بل الولایتین بالعموم والخصوص غیر متجهة بل ترد ولا ترد
فان حکم هاته الجماعة خاص بهاته الحادثة حتی لو حدثت فی الوقت او عقبه غیرها فرفعت لغیرهم
جاز فلیس نصبها مستمرا حتما کما یفهم من فحوی السوال المقرر وعن السوال الثالث بعدم وروده
اصلا اذ لا یجوز التفویض لواحد کان منها او خارجا عنها وهی المتعینة لحل ذلک الحادث متی رفع الیها
کما تقدم قریبا والسؤال الرابع الذی هو هل یشترط فی القاضی قوة التنفیذ اولا والجواب نعم یشترط[عـه]
ذلک فیه اصالة وذلک التنفیذ والالزام هو الفارق بینه وبین المفتی اذ هو مخبر فقط دون القاضی
فانه منفذ للاحکام ولذلک وصفه فی تحفة الحکام بقوله منفذ بالشرع للاحکام هذا هو الاصل فیه
وقد یعتبریه ویعترضه ما یعطل نفوذه ویعرقل اتمامه کالحکم علی الظلمة والجبابرة ولا یکون ذلک سیما
عند باقی المسلمین المزعنین لاحکام رب العلمین وشریعة سید المرسلین صلی الله وعلیه وسلم
لردها بل یقبلوها ویقبلوا علیها سامعین مطیعین مذعنین ونصب جماعة المسلمین لقاض یفصل
بینهم الخصومات ویقطع المنازعات جائز بل یتعین فی بعض الاحیان علی الاعیان اذا وجد واسبیلا الیه
وعدم معارض[عـه] فیه واجتماع الکلمة علیه۔ والسوال الخامس المتفرع عن الرابع جوابه فیه ومنه والسوال السادس
فان کان الخلاف خارج المذهب المتبع فی هذه القضیة فلا عبرة به ولا نظر الیه اذا الحکم الاول رافع
للخلاف فیها وان کان داخل المذهب فکذلک متی راعت الجماعة الاولی الراجح من النقول وجرت علی
الاصول واستوفت الشروط بالحصول ما اذا تساهلت الاولی فی بناء الحکم ولم تجر علی قواعد المذهب واصوله
ولم تراع الراجح جهلا او تجاهلا او غفلة او عمدا فللثانیة نقض حکمها بالطبع وذلک بتفسیق قال ویعمل به
فی الحاکم الشرعی والله اعلم وصلی الله علی سیدنا محمد وعلی آله وسلم۔

وکتبه بخط یده صالح بن الفضیل التونسی المدرس بالحجرة النبویة بالمدینة المنورة عفا مولاه عنه بمحض توفیقه تعالی آمین

عـه قوله یشترط الخ ہذا ما اختلف فیہ العلامۃ والشیخ عبد اللہ والذی فہمنا من نصوص فقہاء الحنفیۃ ہو الذی قالہ العلامۃ کما حققناہ فی تتمۃ الفتاوی
المسماۃ بامداد الاحکام فی جزء ثان منہا وہی موجودۃ فی مدرسۃ امداد العلوم ۱۲ منہ عـه قولہ وعدم معارض فیہ اشارۃ الی ما قلناہ فی مقدمۃ ہذہ الرسالۃ من
ان القاضی لا یصیر قاضیا فی الہند بمجرد نصب عامۃ المسلمین لان نصبہم لا یخلو عن المعارضۃ کما ہو مشاہد واللہ اعلم وسألت العلامۃ مشافہۃ عن
ہذہ الاشارۃ حین تشرفت بزیارۃ بلدۃ خیر الانام علیہ الف الف تحیۃ وسلام ۱۳۵۲ھ فوافقنا صراحۃ وللہ الحمد علی ذلک وعلی سائر النعمائہ ۱۲
احقر عبد الکریم المتھلی عفی عنہ +

المرقومات للمظلومات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی

اما بعد۔ زمانۂ موجودہ میں عورتوں کی مشکلات اور سوالات کی کثرت پر نظر کرکے تین رسالے تیار کیے گئے ہیں۔ ایک "الحیلۃ الناجزہ" جس میں ایسے مسائل متعلقہ ازدواج کو نہایت مکمل اور مفصل طریقہ پر یکجا جمع کردیا ہے جن میں عورتوں کا ابتلائے عام ہے۔ اس رسالہ میں اس شبہ کا جواب بھی دیا گیا ہے کہ اسلام نے مظلوم عورتوں کی رہائی کے لئے کوئی صورت تجویز نہیں کی۔ اور ایسی مظلوم عورتوں کے لئے رہائی کی تدبیر بھی بتلائی گئی ہے۔ اور اس رسالہ کو دو جزو ہیں جزو اول اُن عورتوں کے لئے جن کا ابھی نکاح نہیں ہوا۔ جزو دوم اُن کیلئے جن کا نکاح ہو چکا ہے۔

دوسرا رسالہ جو تتمہ ہے اصل رسالہ کے جزو دوم کا مسمّٰی بہ "المختارات" اس میں حرمت مصاہرت اور خیار بلوغ اور خیار کفارت کے احکام مفصل درج ہیں۔

تیسرا رسالہ جو ضمیمہ ہے اصل رسالہ کا "حکم الازدواج" اس میں زوجین کے اختلاف مذہب کی سب صورتوں کے مفصل اور مدلل احکام بیان کئے گئے ہیں لیکن یہ رسالے عام فہم نہ تھے اس لئے ان کے مسائل کا خلاصہ جدا جدا بالترتیب لکھا جاتا ہے اس خلاصہ میں مختصر طور پر بتلا دیا گیا ہے کہ نکاح سے قبل کیا صورت اختیار کرنا مناسب ہے اور نکاح ہو چکا ہو تو کس کس موقع پر نکاح فسخ ہو سکتا ہے اور کس طرح ہو سکتا ہے۔ طالب تفصیل کے لئے اگر وہ عالم ہے تو خود اور اگر عالم نہیں تو کسی عالم کی امداد سے اصل رسائل دیکھنا ضروری ہے جن میں ہر مسئلہ کی دلیل بھی موجود ہے۔ امید کہ اس رسالہ سے مظلوم عورتوں کو بہت مدد ملے گی۔

تنبیہ۔ لیکن ان مسائل پر عمل کرنے کے وقت دو باتیں عمل کرنے والوں کے ذمہ ہیں۔ ایک یہ کہ محض اس رسالہ کو دیکھ کر اپنی قوت مطالعہ کے بھروسہ کوئی

کارروائی نہ کریں بلکہ کسی محقق مسلم کے سامنے صورت واقعہ مع اس رسالہ کے پیش کرکے اُس کی تجویز کے موافق اس طرح عمل کریں کہ ہر ہر جزئی میں اُس کی رائے معلوم کرکے اُس کا اتباع کیا جائے۔

دوسرے یہ کہ ہمیں حکومت موجودہ کے قانون سے واقفیت نہیں اس لئے کارروائی کے موافق قانون یا مخالف قانون ہونے کو قانون داں وکلاء سے دریافت کرکے اپنی واقفیت اور ہمت کے بھروسہ عمل کریں ہم اس کے ذمہ دار نہیں۔ واللہ المستعان وعلیہ التکلان۔

خلاصۃ

الحیلۃ الناجزہ ❁ للحلیلۃ العاجزہ

(جس کے دو جزو ہیں)

جزو اوّل

بابت

تفویض طلاق بوقت نکاح

(از فقہ حنفی)

سوال۔ آج کل ہندوستان میں قاضی شرعی نہ ہونے کی وجہ سے جو مشکلات عورتوں کو پیش آرہی ہیں محتاج بیان نہیں کبھی مرد ظلم کرتا ہے اور بیوی کے حقوق ادا نہیں کرتا، نہ نان نفقہ دیتا ہے نہ طلاق۔ کبھی بیوی بچوں کو چھوڑ کر لاپتہ ہوجاتا ہے۔ کہیں مرد عورت کے قابل نہیں ہوتا۔ کہیں مجنوں ہوجاتا ہے۔ اگر شرعی قاضی موجود ہوتے تو ان مشکلات کا حل سہل تھا۔ لیکن اب جو دشواریاں ہیں کسی سے مخفی نہیں لہذا دریافت طلب یہ ہے۔

(۱) کہ بعض جگہ ان مشکلات کا جو یہ علاج تجویز کیا گیا ہے کہ بوقت نکاح کابین نامہ میں مرد سے کچھ شرطیں ایسی لکھوالی جائیں جن کی وجہ سے عورتوں کو بوقت ضرورت

اپنے اوپر طلاق واقع کرنے کا خود اختیار حاصل ہو جائے۔ یہ شرعاً صحیح اور معتبر ہے یا نہیں
(۲) اور کیا اس کابین نامہ کے قبل از نکاح اور بعد از نکاح لکھوانے یا عین عقد نکاح کے وقت شرطوں کو زبانی کہلانے میں کوئی فرق ہے

الجواب

(۱) اس قسم کا کابین نامہ لکھوانا جس میں طلاق کا اختیار عورت کے ہاتھ میں دیدیا گیا ہو اور بوقت ضرورت اُس سے کام لینا جائز ہے۔ اور اصطلاح فقہ میں اس اختیار دیدینے کو تفویض طلاق کہتے ہیں

(۲) اس تفویض طلاق کی کئی صورتیں جائز ہیں جن کی تفصیل مع شرائط کے اصل رسالہ "الحیلۃ الناجزۃ" میں مذکور ہے۔ اس جگہ صرف وہ صورت ذکر کی جاتی ہے جو عوام کے لئے سب سے زیادہ آسان اور عورتوں کیلئے زیادہ مفید اور طرفین کے سب مصالح کی جامع ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ نکاح سے پہلے ایک اقرار نامہ مندرجہ ذیل الفاظ کے ساتھ مرد سے لکھوالیا جائے۔ یہ یاد رہے کہ اس اقرار نامہ کا ایک ایک لفظ غور کر کے شرعی قواعد کے موافق طرفین کے مصالح کی پوری رعایت رکھ کر لکھا گیا ہے اس میں سے کوئی لفظ بدلا نہ جائے ورنہ بعض صورتوں میں یہ اقرار نامہ بالکل بے کار و بے فائدہ ہو جائے گا۔ اور وہ اقرار نامہ بشکل کابین نامہ یہ ہے۔

کابین نامہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اما بعد۔ منکہ پسر قوم ساکن ضلع کا ہوں میرا نکاح مسماۃ دختر قوم ساکن ضلع کے ساتھ شرائط ذیل پر بعوض مہر روپیہ سکہ رائج الوقت کے قرار پایا ہے۔ لہٰذا میں بدرستی ہوش و حواس بلا کسی جبر و اکراہ کے مندرجہ ذیل اقرار نامہ لکھتا ہوں تاکہ میں اس کا پابند رہوں اور در صورت عدم پابندی مسماۃ مذکور کے لئے رہائی کی صورت ہو سکے۔

ف چونکہ طلاق میں جلدی کرنا شرعاً ناپسندیدہ ہے اسلئے عورت کو لازم ہے کہ اختیار ملجانیکے بعد بھی طلاق واقع کرنے میں جلدی نہ کرے بلکہ سوچ سمجھکر غصہ فرو ہونیکے بعد اپنے خیر خواہوں سے مشورہ اور سنت کیموافق استخارہ کر کے رائے قائم کرے ۱۲ منہ

پس میں اقرار کرتا ہوں کہ جب تک وہ میرے نکاح میں رہے میں شرائط ذیل کا پابند رہوں گا اور بغرض اطمینان سماۃ لکھتا ہوں کہ اگر میں سماۃ مذکورہ سے نکاح کروں تو نکاح کرنے کے بعد جب کبھی اسکو اس نکاح میں رکھتے ہوئے شرائط ذیل میں سے کسی شرط کے خلاف کروں اور اس خلاف شرط ہونے کو مندرجہ ذیل اشخاص میں سے کم از کم دو آدمی تسلیم کریں[عہ] تو اس کے بعد سماۃ مذکور کو اختیار ہوگا کہ اسی وقت یا خلاف شرط تسلیم ہونے سے ایک ماہ تک پھر کسی وقت چاہے اپنے اوپر ایک طلاق بائن واقع کر کے اس نکاح سے الگ ہو جائے اور جب کبھی کسی شرط کا خلاف وقوع پذیر ہو ہر بار ایک ایک ماہ کے لئے اختیار حاصل ہوتا رہے گا مگر یہ اختیار ایک ہی نکاح تک محدود ہے اگر کسی طرح فرقت وعلیحدگی کے بعد نکاح کا اعادہ ہو تو اس کے بعد یہ اختیار اور شرائط نہیں بلکہ اس وقت جو کچھ دوبارہ طے ہو جاوے اس کے موافق عملدرآمد ہوگا۔

دو اشخاص یہ ہیں[عہ]

شرائط یہ ہیں[عہ]

عہ زیادہ احتیاط درکار ہو تو "تسلیم کریں" کے بعد یہ جملہ بھی لکھدیا جاوے۔ "اور وہ دونوں صاحب عورت کے لئے علیحدگی کو مناسب بھی قرار دیدیں۔" ۱۲ منہ

عہ مناسب ہے کہ کم از کم دس بیس آدمیوں کے نام تراضی طرفین سے متعین کر کے لکھدیئے جائیں ۱۲ منہ

عہ جو شرائط طے ہوں ان میں اہل فہم اور تجربہ کار لوگوں سے مشورہ کرنا مناسب ہے نیز وکلاء سے بھی کہ یہ شرائط قانون میں معتبر ہیں یا نہیں، اور کابین نامہ کی رجسٹری ہو جاوے تو بہتر ہے اور مرد کے حق میں ایک مفید بات یہ ہے کہ مہر معاف کرنے کی شرط لگا لے۔ اور کابین نامہ میں جو یہ جملہ ہے۔ "اپنے اوپر ایک طلاق واقع کر لے" اس سے پیشتر یہ لفظ لکھدیئے جاویں۔ "مہر معاف کر کے اپنے اوپر" الخ ۱۲ منہ

اس کابین نامہ کو میں نے منظور کیا اور لکھوا کر دستخط کے بعد آج بتاریخ ماہ
سنہ میں دستخط / نشان انگشت کرتا ہوں۔

العبد گواہ شد گواہ شد

اس کابین نامہ کا اثر

یہ کابین نامہ لکھنے کے بعد ایک مرتبہ خلاف شرط کرنے سے عورت کو صرف ایک ماہ کیلئے اختیار ملے گا اور مہینے کے ختم پر اختیار ساقط ہو جائیگا۔ لیکن اُسکے بعد اگر پھر کبھی کسی شرط کی ورزی ہوئی تو پھر مکرر اختیار ایک ماہ کے لئے ملجائیگا اور ہر مرتبہ خلاف کرنیسے اسی طرح اختیار ملتا رہے گا مگر ایک مرتبہ عورت طلاق واقع کرلے یا اور کسی طرح علیحدگی ہو جاوے تو اُسکے بعد دوبارہ نکاح ہونے پر خلاف شرط کے وقوع سے اختیار حاصل نہ ہوگا۔

جزو دوم

باب

فسخ نکاح

مقدمہ

نکاح ہو جانے کے بعد جو مشکلات عورتوں کو شوہر کی طرف سے پیش آتی ہیں اور جن میں ابتلاء عام اور ضرر شدید ہے وہ چند ہیں۔

ایک یہ کہ خاوند نامردی وغیرہ کی وجہ سے عورت کے قابل نہ ہو جسکو اصطلاح فقہ میں عنین کہتے ہیں۔
دوسرے یہ کہ مرد مجنون ہو۔ **تیسرے** یہ کہ مفقود و لاپتہ ہو جائے۔
چوتھے یہ کہ موجود ہو اور نان نفقہ دینے پر قدرت بھی ہو مگر ظلم کرتا ہو نہ نان نفقہ دیتا ہے اور نہ طلاق۔

عہ اس جگہ اصطلاحی فسخ مراد نہیں بلکہ "تفریق بین الزوجین" مراد ہے خواہ فسخ اصطلاحی ہو خواہ طلاق خواہ حکم بالموت بغرض تفہیم عوام یہ عنوان اختیار کیا گیا۔ ۱۲ منہ

پانچویں یہ کہ لاپتہ تو نہیں مگر بیوی بچوں کو چھوڑ کر کسی دوسری جگہ چلا گیا نان نفقہ وغیرہ کا کچھ انتظام کرتا ہے نہ خود آتا ہے نہ ان کو اپنے پاس بلاتا ہے اور نہ طلاق دیتا ہے۔

ان سب صورتوں میں عورت کی رہائی کے لئے شرعی صورتیں جدا جدا ہیں جن کو با تفصیل لکھا جائے گا لیکن ان سب میں یہ بات مشترک ہے کہ اس رہائی میں عورت یا اس کے اولیاء خود مختار نہیں بلکہ قضائے قاضی شرط ہے یعنی ضروری ہے۔ کہ عورت اپنا مقدمہ قاضی کی عدالت میں دائر کرے اور قاضی باقاعدہ شرعی تحقیق کے بعد تفریق وغیرہ کا حکم کرے، مگر ہندوستان میں بحالت موجودہ چونکہ عموماً قاضی شرعی کا وجود نہیں اس لئے اس کی شرعی تدبیر بتلانا سب سے مقدم ہے۔

صورت قضائے قاضی در ہندوستان

ہندوستان کی جن ریاستوں میں قاضی شرعی موجود ہیں وہاں تو معاملہ سہل ہے لیکن گورنمنٹی علاقوں میں جہاں یہ صورت نہیں اُن میں وہ حکام جج وغیرہ جو لوگ گورنمنٹ کیطرف سے اس قسم کے معاملات میں فیصلہ کا اختیار رکھتے ہیں اگر وہ مسلمان ہوں اور شرعی قاعدہ کیموافق فیصلہ کریں تو اُنکا حکم بھی قضائے قاضی کے قائم مقام ہو جاتا ہے، اور اگر مسلمان نہ ہوں تو اُنکا فیصلہ کالعدم ہے۔ حتی کہ اگر کوئی ججوں یا ممبروں وغیرہ کی کمیٹی فیصلہ کرے تو اُن سب کا مسلمان ہونا شرط ہے اگر ایک جج یا ممبر وغیرہ بھی غیر مسلم ہو تو شرعاً فیصلہ معتبر نہیں۔

اور اگر کسی جگہ حاکم مسلمان موجود نہ ہو یا مسلمان حاکم کی عدالت میں مقدمہ لیجانیکا قانوناً اختیار نہ ہو۔ یا مسلمان حاکم قواعد شرعیہ کیمطابق فیصلہ نہ کرتا ہو تو اس صورت میں مذہب حنفی کے مطابق عورت کی علیحدگی کیلئے بجز خاوند کی طلاق یا خلع کے کوئی صورت نہیں، لیکن اگر خاوند طلاق اور خلع پر بھی کسی طرح راضی نہ ہو یا مفقود یا مجنوں یا نابالغ ہونے کی وجہ سے اُس سے طلاق و خلع نہ ہو سکے تو اُس وقت مذہب امام مالک کے موافق جس کا اختیار کرنا بضرورت شدیدہ حنفیہ کے نزدیک بھی جائز ہے مسلمانوں کی جماعت کا حکم بھی قضائے قاضی کے قائم مقام ہو جائے گا۔ اور اُس کی صورت یہ ہے کہ محلہ یا بستی کے دیندار (اور با اثر) مسلمانوں کی ایک جماعت کیسامنے جن کا عدد کم از کم تین ہو اپنا معاملہ پیش کیا جائے اور وہ جماعت واقعہ کی تحقیق کر کے شریعت کے موافق حکم کر دے۔

جماعت مسلمین کی شرائط

ف۳ اس جماعت کو قاضی کی قائم مقام کرنے کیلئے چند شرائط ہیں جب جماعت میں یہ شرطیں

موجود نہ ہوں وہ شرعاً معتبر نہ ہوگی۔

(۱) کم از کم تین آدمیوں کی جماعت ہو ایک یا دو آدمی فیصلہ کریں تو وہ معتبر نہیں۔

(۲) اس جماعت کے سب ارکان کا عادل ہونا شرط ہے، اور عادل وہ شخص ہے جو تمام کبیرہ گناہوں سے بچتا ہو اور صغائر پر مصر نہ ہو اور اگر کبھی کوئی گناہ سرزد ہوجاتا ہو تو فوراً توبہ کرلیتا ہو، لہٰذا سود خوار اور رشوت لینے والا، ڈاڑھی منڈانے والا، جھوٹ بولنے والا، اور بے نماز، اس جماعت کا رکن نہیں بن سکتا۔ (اگر بدقسمتی سے کسی جگہ کے بااثر لوگ دیندار نہ ہوں تو یہ تدبیر کرلیجائے کہ وہ بااثر اشخاص چند دینداروں کو اختیار دیدیں تاکہ شرعاً فیصلہ کی نسبت دینداروں کی جماعت کی طرف ہو اور اُن بااثر اشخاص کو کوشش کا صواب حاصل ہو جائے۔

(۳) فیصلہ میں علماء کی شرکت لازم اور شرط ہے صرف عوام کی جماعت کا فیصلہ حکم قاضی کے قائم مقام نہیں ہوسکتا اس لئے اولاً تو یہ چاہیئے کہ جماعت کے سب ارکان اہل علم ہوں اور اگر یہ میسر نہ ہو تو کم از کم ایک معاملہ فہم عالم کو ضرور جماعت کا رکن بنائیں اور دوسرے ارکان معاملہ کے تمام پہلوؤں کو اُن عالم صاحب سے خوب سمجھکر رائے قائم کریں۔ اور اگر کسی جگہ یہ بھی ممکن نہ ہو تو پھر یہ لازم ہے کہ جماعت کے ارکان معاملہ کی روداد مکمل کرکے علمائے محققین سے ہر ہر جزئی کا حکم دریافت کریں اور جو اُن کا فتوےٰ ہو اُس کے موافق فیصلہ کیا جاوے اگر ایسا نہ کیا بلکہ عوام نے محض اپنی رائے سے فیصلہ کردیا تو وہ حکم نافذ نہ ہوگا اور فیصلہ بالکل بے کار و غیر معتبر رہے گا اگرچہ وہ فیصلہ شریعت کے موافق بھی ہو۔

(۴) چوتھی شرط یہ ہے کہ جماعت مسلمین کے سب ارکان متفقہ فیصلہ دیں اگر رائے مختلف ہے اور کثرت رائے کی بناء پر فیصلہ کرنا چاہیں تو وہ فیصلہ معتبر نہ ہوگا۔ پس اگر ارکان میں اختلاف ہو تو مقدمہ خارج کردیا جائے۔

فائدہ اگر اختلاف رائے کی وجہ سے کسی درخواست پر تفریق کا حکم نہ ہوسکا تھا تو وہ درخواست ہمیشہ کے لئے مسترد نہ ہوجائے گی بلکہ مستغیثہ کو اختیار رہیگا کہ معاملہ کی حالت بدل جاوے یا ضرورت کی شدت بڑھ جائے تو دوبارہ درخواست پیش کرے۔ اور دوبارہ درخواست دینے پر اگر ارکان کی رائے متفق ہوجائے تو تفریق کردی جائے۔

اب اُن اسباب کو بیان کیا جاتا ہے جن کی وجہ سے عورت کو نکاح فسخ کرانے کا اختیار حاصل ہوتا ہے اور اختیار ہونیکی جو شرطیں ہیں وہ سب لکھی جاتی ہیں آجکل اکثر لوگ فسخ نکاح کا اختیار ہونے

ہیں شرطوں کی خبر نہیں رکھتے اور بلاوجود شرائط نکاح فسخ کرالیتے ہیں مگر ایسے فسخ کا شرعاً بالکل اعتبار نہیں اور دوسری جگہ جو نکاح کیا جاوے گا دوسرا سر باطل ہوگا۔ اس واسطے ان کا خاص طور پر دہیان رکھنا لازم ہے۔

زوجۂ عنین کا حکم

سوالات

(۱) عنین اصطلاح فقہ میں کس کو کہتے ہیں۔
(۲) زوجۂ عنین کو فسخ نکاح کا اختیار دیا جائے گا یا نہیں۔
(۳) اگر اختیار دیا جاوے تو اس کی کیا صورت ہوگی اور اس کیلئے کیا شرائط ہیں۔
(۴) تفریق کے بعد عنین پر پورا مہر واجب ہوگا یا نصف۔ و نیز عورت پر عدت لازم ہوگی یا نہیں

الجواب

(۱) فقہاء کی اصطلاح میں عنین اس کو کہتے ہیں جو باوجود عضو مخصوص ہونیکے عورت سے جماع کرنے پر قادر نہ ہو۔ خواہ یہ حالت کسی مرض کی وجہ سے پیدا ہوئی ہو یا ضعف کی وجہ سے یا بڑھاپے کی وجہ سے یا اس وجہ سے کہ اس پر کسی نے جادو کردیا۔ اور اگر کوئی شخص ایسا ہو کہ بعض عورتوں سے جماع کرنے پر قادر ہے اور بعض پر نہیں تو جس سے ہم بستری پر قدرت نہ ہو اس کے حق میں یہ شخص عنین سمجھا جائے گا۔

(۲) زوجۂ عنین کو اپنے خاوند سے تفریق یعنی علیحدگی اختیار کرنے کا شرعاً حق حاصل ہے اور اسکے وہ شرائط ہیں جو جواب نمبر ۳ مندرجۂ ذیل میں ابھی آتے ہیں۔ بغور ملاحظہ فرماویں۔

(۳) زوجۂ عنین سے فسخ کے لئے تفریق کی صورت یہ ہے کہ عورت اپنا معاملہ قاضی کی عدالت میں پیش کرے قاضی واقعہ کی تحقیق کرے یعنی اول خاوند سے دریافت کرے اگر وہ خود اقرار کرے کہ بیشک میں اس عورت سے ہمبستری پر قادر نہیں ہوا تو اس کو ایک سال کی مہلت علاج کرنے کے لئے دیدی اور اگر وہ اقرار نہ کرے بلکہ جماع کا دعویٰ کرے تو اس وقت یہ تفصیل ہے کہ اگر عورت باکرہ ہونیکا دعوے نہ کرتی ہو تب تو مرد سے حلف لیا جاوے گا اور اگر اس نے حلف کرلیا تو عورت کو تفریق کا حق حاصل نہ ہوسکیگا اور اگر شوہر نے حلف سے انکار کردیا تو اس کو ایک سال کی مہلت بغرض علاج دیدی جاویگی۔ اور اگر

۵ اور جس شخص کا عضو مخصوص قطع ہوگیا یا اصل سے ہی بالکل موجود نہ تھا اس کا حکم آگے آتا ہے ۱۲ منہ

عورت باکرہ ہونے کی مدعی ہو تو قاضی عورتوں سے اسکی بیوی کا معائنہ کرائے ایک عادل تجربہ کار عورت
کا معائنہ بھی کافی ہے لیکن احتیاط اس میں ہے کہ دو عادل عورتیں معائنہ کریں آگے بعد معائنہ کے دو
صورتیں ہیں" ایک صورت یہ کہ عورتیں یہ بیان کریں کہ یہ عورت باکرہ یعنی کنواری نہیں ہی تب تو خاوند سے
اس بات پر حلف لیا جائے کہ اس نے جماع کیا ہے اگر وہ حلف کرلے تو اسکا قول معتبر ہو جائیگا اور
عورت کو تفریق کا حق باقی نہ رہیگا اور اگر شوہر حلف سے انکار کردے تو تاجیل یعنی ایک سال کی مہلت
کا حکم کردیا جائیگا - اور دوسری صورت یہ کہ عورتیں یہ بیان کریں کہ ابھی تک یہ لڑکی باکرہ (کنواری)
تو پھر قاضی بدون کسی سے حلف لئے ہوئے شوہر عنین کو ایک سال کی مہلت علاج کے لئے دیدے -
خلاصہ یہ کہ جب کسی دلیل سے متحقق ہو جاتا ہے کہ عورت باکرہ نہیں بلکہ ثیبہ ہے خواہ ثیبہ ہونا اس طرح
معلوم ہو کہ وہ بیوہ ہو اور شوہر اول سے اولاد ہو چکی ہو یا خود عورت کے اقرار سے یا عورتوں کو معائنہ
سے ان تینوں حالتوں میں مرد کا قول حلف کے ساتھ قبول کرلیا جائیگا کہ وہ ہمبستری کرچکا اور
عورت کو علیحدگی کا حق نہ دیا جائے گا - اور اگر ان تینوں حالتوں میں مرد حلف سے انکار کردے تو عورت
کا دعویٰ درست مان کر مرد کو ایک سال کی مہلت دیدیں - اور اگر عورتوں کے معائنہ سے زوجہ
کا باکرہ ہونا ثابت ہو تو بدون حلف ہی ایک سال کی مہلت دیدی جاوے - اور اس مہلت کے لئے
ظاہر الروایۃ میں تو قمری سال کا اعتبار کیا گیا ہے لیکن روایت حسن میں شمسی سال کو لیا ہے اور بعض
اصحاب ترجیح نے احتیاطاً اسی کو اختیار کیا ہے اور عموماً متاخرین نے اسی پر فتوے دیا ہے اور
اب بھی عام اہل فتویٰ کا یہی معمول ہے اور یہ سال حاکم کی مہلت دینے کے وقت سے شروع سمجھا
جائیگا اس سے پہلے خواہ کتنی ہی مدت گذر گئی ہو معتبر نہ ہوگی - پھر اس سال بھر کے عرصہ میں اگر شوہر
کسی طرح علاج کرکے تندرست اور جماع پر قادر ہوگیا اور ایک مرتبہ بھی ہمبستری کرلی تو عورت
کو فسخ نکاح کا حق نہ رہا بلکہ ہمیشہ کے لئے حق باطل ہو چکا اب کبھی علیحدگی کا مطالبہ نہیں کرسکتی اور
اگر اس عرصہ میں ایک مرتبہ بھی جماع نہ کرسکا تو عورت کے دوبارہ درخواست کرنے پر قاضی تحقیق کرے
اگر خود شوہر نے اقرار کرلیا کہ بیشک میں قادر نہیں ہوا تب تو عورت کا دعویٰ بلا غبار صحیح ہوگیا اس
صورت میں قاضی عورت کو اختیار دیدے کہ اگر علیحدگی درکار ہے تو طلب کرو ورنہ اپنے خاوند کی
ساتھ رہنے کو گوارا کرو اس پر اگر وہ اسی مجلس میں علیحدگی چاہے تو خاوند سے طلاق دلوادی جائے

ع اس کو احتیاط کہنا اس وقت ہے جب کہ قاضی حنفی فیصلہ کرنے والا ہو - اور اگر جماعت فیصلہ کرے تو مالکیہ کا مذہب
لینا لازم ہے اور ان کا مذہب یہ ہے کہ دو عورتوں کا معائنہ ضروری ہے ایک عورت کافی نہیں ہے ۱۲ منہ

اگر وہ انکار کرے تو قاضی تفریق کرے جیسا کہ آئندہ عنقریب آوے گا۔ اور اگر خاوند اقرار نہ کرے بلکہ جماع ہو چکنے کا دعوے کرے تو اس وقت یہ تفصیل ہے کہ مہلت دینے کے وقت اگر عورت کا ثیبہ ہونا ثابت ہو چکا تھا یا اب عورت اقرار کرے کہ کسی طرح بکارت زائل ہو چکی ہے مگر ہمبستری نہیں ہوئی تب تو خاوند سے حلف لیا جائے اگر وہ قسمیہ کہدے کہ میں نے اس عورت سے جماع کیا ہے تو مرد کا قول معتبر ہوگا اور تفریق نہ ہو سکے گی اور اگر شوہر نے اُس وقت بھی حلف سے انکار کر دیا تو عورت کو طلب فرقت کا اختیار دیدیا جاوے گا اور اگر مہلت دینے کے وقت معائنہ سے باکرہ ہونا ثابت ہوا تھا اور اب دوبارہ معائنہ میں بھی باکرہ ہونے کی تصدیق ہو تب بھی بدون عورت سے حلف حلف لئے ہوئے قاضی عورت کو اختیار دیدے کہ اپنے خاوند کے نکاح میں رہے یا تفریق کا مطالبہ کرے۔ اور جن صورتوں میں قاضی عورت کو اختیار دے چکا اُن میں حکم یہ ہے کہ اگر عورت اُسی مجلس میں تفریق چاہے تب تو تفریق ہو سکتی ہے ورنہ نہیں۔ پس اگر عورت نے اُسی مجلس تخییر میں یہ کہدیا کہ میں اس شوہر سے علیحدہ ہونا چاہتی ہوں تو قاضی اُس کے شوہر سے کہے کہ اس عورت کو طلاق دیدے اس پر اگر خاوند نے طلاق دے دیا تو طلاق بائنہ واقع ہو جائے گی اور اگر وہ طلاق دینے سے انکار کرے تو قاضی خود تفریق کر دے یعنی مثلاً یہ کہدے کہ میں نے تجھ کو اس کے نکاح سے الگ کر دیا یہ تفریق بھی شرعاً قائم مقام طلاق بائنہ کے ہو جاوے گی۔

شرائط تفریق

زوجہ عنین کو اپنے شوہر سے علیحدگی کا اختیار چند شرائط کی ساتھ حاصل ہو سکتا ہے وہ شرائط یہ ہیں۔

اوّل[1] یہ کہ نکاح سے پیشتر عورت کو اُس شخص کے عنین ہونے کا علم نہ ہو پس اگر اُس وقت علم تھا اور باوجود معلوم ہونے کے نکاح کیا ہے تو اب اُس کو تفریق کا حق نہیں مل سکتا۔

دوسری شرط یہ ہے کہ نکاح کے بعد ایک مرتبہ بھی اس عورت سے جماع نہ کیا ہو اور اگر ایک مرتبہ بھی اس عورت سے جماع کر چکا ہے اور پھر عنین ہو گیا تو عورت کو فسخ نکاح کا اختیار نہ ہوگا۔

تیسری شرط یہ ہے کہ جب سے عورت کو شوہر کے عنین ہونے کی خبر ہوئی ہے اس وقت سے عورت نے اُس کے ساتھ رہنے پر رضا کی تصریح نہ کی ہو مثلاً یہ نہ کہا ہو کہ جیسا بھی ہے اب تو میں اسی کیساتھ بسر کروں گی کیونکہ اگر وہ اپنی رضا[2] کی تصریح کر چکی ہو تو پھر اُس کو مطالبہ تفریق کا حق نہیں رہتا۔ ہاں محض سکوت سے اس جگہ رضا نہ سمجھی جائے گی۔

[1] یعنی زبان سے کہدیا ہو خواہ تنہائی میں یا کسی کے سامنے تاجیل سے پیشتر یا بعد از تاجیل ۱۲ منہ

[2] بلکہ تقبیل و مضاجعت وغیرہ افعال بھی موجب رضا نہیں ۱۲ منہ

چوتھی شرط یہ ہے کہ جس وقت سال بھر کی مدت گذرنے کے بعد قاضی عورت کو اختیار دے تو عورت اُسی مجلس میں تفریق کو اختیار کرے پس اگر اسی مجلس میں اُس نے اپنے خاوند کے ساتھ رہنا پسند کرلیا یا اس قدر سکوت کیا کہ مجلس برخاست ہوگئی خواہ اس طرح کہ یہ عورت مجلس سے کھڑی ہوگئی یا اس طرح کہ قاضی مجلس سے اٹھ گیا تو اس کا اختیار باطل ہو گیا اُسی طرح تفریق نہیں ہوسکتی و نیز مجلس برخواست ہونے اور عورت کے اٹھ جانیکے علاوہ اور صورتیں بھی ایسی ہیں جس سے مجلس بدل جاتی ہے اور اختیار باطل ہوجاتا ہے۔ مثلاً کوئی دوسری گفتگو کرنے لگی یا نماز پڑھنے لگی۔ وغیرِ ذٰلک

پانچویں شرط عنین کو سال بھر کی مہلت دینا اور سال گذرنے پر عورت کو اختیار دینا اور بعد ازاں اگر خاوند طلاق سے انکار کرے تو تفریق کر دینا وغیرہ یہ سب امور جن کا اوپر مفصل ذکر ہوچکا حکم قاضی کے محتاج ہیں بدون حکم قاضی کے از خود عورت کو تفریق کا اختیار نہیں۔ اور جس جگہ قاضی نہ ہو اُس کا مفصل حکم اس جزو دوم کے مقدمہ میں گذر چکا وہاں دیکھ لیا جاوے۔

جواب سوال (نمبر ۴) بوجہ خلوت صحیحہ شوہر عنین پر پورا مہر واجب ہوچکا تھا وہ تفریق کے بعد بھی ادا کرنا لازم ہے اور عورت پر عدت بھی واجب ہے۔

فائدہ عنین کو ایک سال کی مہلت دینے کا حکم جو اوپر بیان کیا گیا صرف اُس شخص کیلئے ہے جس کو عرفاً عنین کہتے ہیں لیکن وہ شخص کہ جس کا عضو تناسل قطع ہوگیا ہو جس کو اصطلاح میں مجبوب کہتے ہیں اور اسی طرح وہ شخص جس کا عضو تناسل خلقتاً بہت کم مثل نہ ہونیکے ہو اس کو سال بھر کی مہلت دینے کی ضرورت نہیں۔ بلکہ پہلے ہی درخواست پر مجبوب وغیرہ ہونے کی تحقیق کرکے عورت کو اختیار دیدیا جائے گا۔

تتمۃ الفائدۃ

اگر عورت دعویٰ کرے کہ میرا شوہر مجبوب وغیرہ ہے اور مرد اس سے انکار کرے اور بدون معائنہ کے اس کا فیصلہ نہ ہوسکے تو معائنہ بھی جائز ہے پس قاضی کسی معتبر شخص کو کہدے کہ معائنہ کرکے بتلاؤ کہ عورت سچ کہتی ہے یا مرد سچا ہے۔

ہدایت یہ مختصر بیان بقدر ضرورت لکھا گیا ہے اس کے سوا اور بھی بہت سی جزئیات ہیں جو کتب فقہ میں مفصل مذکور ہیں۔ بوقت ضرورت علمائے اہل فتوے سے دریافت کرلیا جاوے +

زوجۂ مجنون کا حکم

سوالات

(۱) کیا زوجۂ مجنوں کو شرعاً یہ حق حاصل ہے کہ تفریق کا مطالبہ کرے اور مجنوں کی زوجیت سے نکل جائے۔

(۲) اگر ہے تو اس کی کیا صورت ہے اور کیا شرائط ہیں۔

(۳) اور تفریق کے بعد مہر اور عدالت کا کیا حکم ہے۔

الجواب

(۱) جنوں کی دو صورتیں ہیں۔

ایک یہ کہ عقد نکاح کے وقت جنون موجود ہو اور بے خبری میں نکاح ہو جائے۔

دوسری یہ کہ عقد کے وقت جنوں نہ تھا مگر نکاح کے بعد لاحق ہو گیا۔ خواہ ہمبستری سے پہلے ہو گیا ہو یا بعد میں۔

ان دونوں صورتوں میں تفریق کا اختیار عورت کو ان شرائط کیساتھ حاصل ہو جاتا ہے جو جواب نمبر ۲ میں ابھی آتی ہے۔ مگر پہلی صورت یعنی موجود وقت العقد میں امام محمدؒ کے نزدیک بھی اختیار ہے اور مالکیہ کے نزدیک بھی اور دوسری صورت یعنی حادث بعد العقد میں صرف مالکیہ کے نزدیک اختیار ہوگا، اس لئے دوسری صورت میں بغیر ضرورت شدیدہ کے نکاح فسخ نہ کیا جائے۔

(۲) تفریق کی صورت یہ ہے کہ مجنوں کی عورت قاضی کی عدالت میں درخواست دے اور خاوند کا خطرناک[ف] جنوں ثابت کرے، قاضی واقع کی تحقیق کرے اگر صحیح ثابت ہو تو مجنوں[عـہ] کو علاج کے لئے ایک سال کی مہلت دیدے اور بعد اختتام سال اگر زوجہ پھر درخواست کرے اور شوہر کا جنوں اب تک موجود ہو تو عورت کو اختیار دیدیا جائے، اس پر اگر عورت اسی مجلس میں فرقت طلب کرے جس میں اس کو اختیار دیا گیا ہے تو قاضی تفریق کردے۔ اور یہ تفریق اگر اس جنوں کی وجہ سے

ف کیونکہ معمولی جنوں میں خیار فسخ نہیں ہے بلکہ ایسا جنوں شرط ہے جس کی وجہ سے اندیشہ ہو اور ناقابل برداشت ایذا پہونچتی ہو ۱۲ منہ عـہ مگر خود مجنوں کو حکم سنانا کافی نہیں بلکہ اگر اس کا ولی ہو تو ولی جواب دہی کرے گا اور ولی ہی کو حکم مہلت کا اور انقضائے مدت کے بعد تفریق کا سنایا جائے گا اور اگر ولی نہ ہو تو قاضی کسی شخص کو مجنوں کی طرف سے جواب دہی کے لئے اس کا مختار بنادے ۱۲ منہ

کی گئی ہے جو عقد نکاح کے وقت موجود تھا تب تو طلاق نہیں بلکہ فسخ ہے اور اگر حادث بعد العقد کی وجہ سے کی گئی ہے تو اس میں طلاق ہونے کا احتمال ہے علمائے مالکیہ سے تحقیق کی جاوے اور جب تک تحقیق نہ ہو اس وقت تک طلاق قرار دینا چاہیئے کہ اس میں احتیاط ہے۔

اور زوجۂ مجنوں کو خیار فسخ حاصل ہونیکے لئے مندرجۂ ذیل شرطیں ہیں اگر یہ شرطیں نہ پائی جاویں تو تفریق کا حق نہیں اس لئے ان کو غور سے سمجھ لینا لازم ہے۔

(الف) ایک شرط یہ ہے کہ عورت کی طرف سے رضامندی نہ پائی جاوے۔ پس اگر نکاح سے پہلے جنون کا پتہ تھا اور اسکے باوجود نکاح کیا گیا تو خیار فسخ حاصل نہیں ہوتا۔ اور اگر نکاح کے بعد جنوں ہوا ہو تو یہ شرط ہے کہ جنوں کی خبر ہونے کے بعد اس کے نکاح میں رہنے پر رضامندی ظاہر نہ کی ہو اگر ایک مرتبہ بھی رضامندی ظاہر کر چکی تو خیار فسخ باطل ہو گیا۔

(ب) دوسری شرط یہ ہے کہ جنوں کا پتہ لگنے کے بعد اپنے اختیار سے عورت نے جماع یا دواعی جماع کا موقع نہ دیا ہو البتہ اگر مجنون نے بجبر و اکراہ ہمبستری وغیرہ کر لی تو اس سے خیار ساقط نہیں ہوتا۔

فائدہ متعلقہ ہر دو شرط اگر رضامندی کا اظہار یا جماع وغیرہ کا موقع دینا ایسے جنوں کے بعد پایا جاوے جو موجب خیار ہے تب تو خیار نہ رہے گا لیکن اگر معمولی جنوں کی حالت میں نکاح کر لیا یا معمولی جنوں پر نکاح میں رہنے کو منظور کر لیا تھا۔ یا ہمبستری وغیرہ کا موقع دیا تھا اور بعد میں جنوں بڑھ گیا تو اس رضا و تمکین سے خیار فسخ ساقط نہ ہو گا مگر اس گنجائش سے نفع حاصل کرنے میں کامل دیانت اور سخت احتیاط سے کام لینا لازم ہے۔

(ج) زوجۂ عنین کی طرح زوجۂ مجنون بھی اپنے خاوند سے علیحدہ ہونے میں خود مختار نہیں بلکہ قضائے قاضی شرط ہے اور جس علاقہ میں قاضی موجود نہ ہو وہاں مسلمان حاکم سے استغاثہ کیا جاوے بشرطیکہ اس کو حکومت کی طرف سے ایسے معاملات کے تصفیہ کا حق دیا گیا ہو اور شرعی طریق پر فیصلہ کرتا ہو ورنہ جماعت مسلمین سے درخواست کی جاوے جس کی شرطیں مقدمہ میں گذر چکی ہیں ان کو ضرور دیکھ لیں۔

(د) جب مہلت کا سال گذر جانے کے بعد دوبارہ درخواست پر قاضی عورت کو اختیار دے تو عورت کو فرقت کا اختیار اسی مجلس تک رہتا ہے۔ اگر مجلس برخاست ہو گئی یا عورت از خود یا کسی کے اٹھانے سے اٹھ گئی یا اور کسی طرح مجلس[ع] بدل گئی تو خیار فسخ باطل ہو گیا۔

عـــہ تبدیل مجلس کا بیان عنین کے بیان میں گذر چکا ہے اس کو دیکھ لیا جائے ۱۲ منہ

(۳۲) مہر اور عدت کا یہ حکم ہے کہ اگر خلوت صحیحہ سے قبل نکاح فسخ ہوگیا ہے تب تو مہر بالکل ساقط ہوجاوے گا، اور عدالت کی بھی ضرورت نہیں اور اگر عیب جنون معلوم ہونے سے قبل خلوت صحیحہ ہوچکی تھی بعد ازاں جنون کا پتہ لگنے پر فسخ نکاح کی نوبت آئی ہے تو پورا مہر لازم رہے گا اور عدت بھی واجب ہوگی۔

فائدہ زوجۂ مجنون کا نکاح فسخ ہونے کے لئے جو شرائط اوپر مذکور ہوئے ہیں اگر کسی جگہ وہ شرائط موجود نہ ہوں تو جنون کی وجہ سے تفریق نہیں ہوسکتی لیکن اگر یہ مجنون آمدنی کا کوئی ذریعہ نہ رکھتا ہو اور نہ اُس کو کسب معاش پر قدرت ہو اور زوجہ کے لئے نفقہ کی کوئی دوسری سبیل بھی نہیں تو ایسی صورت میں مفتی کے لئے عورت کے اضطرار کی پوری تحقیق ہوجانے اور چند علماء سے مشورہ کے بعد اس فتوے کی بھی گنجائش ہے کہ مذہب مالکیہ کی بنا پر عدم نفقہ کی وجہ سے قاضی یا اُس کا قائم مقام ان دونوں میں تفریق کردے، اور یہ تفریق طلاق رجعی کے حکم میں ہوگی۔

لیکن اس میں کامل تدبر سے کام لے کر مذہب مالکیہ کی تمام شرائط کی پابندی ضروری ہے جن میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ عدم نفقہ کی وجہ سے فسخ نکاح اُس وقت ہوسکتا ہے جب کہ عقد نکاح سے پہلے اُس کو خاوند کے فقیر و نادار ہونے کا علم نہ ہو۔ ورنہ اگر ناداری کا علم ہوتے ہوئے عقد نکاح کیا گیا ہے تو اب بوجہ عدم نفقہ کے بھی اُس کو مطالبہ تفریق کا حق نہ ہوگا۔ اور باقی شرائط اس مسئلہ کی بوقت ضرورت کتب مالکیہ کی مراجعت سے معلوم ہوسکتی ہیں جن کے نام اصل رسالہ کے دیباچہ میں مذکور ہیں۔

زوجۂ مفقود کا حکم

عوام بلکہ بعض خواص بھی یہ سن کر یا دیکھ کر مفقود کی بیوی کو امام مالکؒ چار سال کے بعد دوسری جگہ نکاح کی اجازت دیتے ہیں۔ زوجۂ مفقود کے معاملہ کو بہت ہی سہل سمجھ بیٹھے ہیں مگر دراصل امام مالکؒ کے مذہب میں اس کے لئے چند شروط و قیود ہیں جن کا لحاظ ضروری ہے بدون ان شرطوں کی رعایت کے کسی کے نزدیک بھی دوسری جگہ اُس کا نکاح حلال نہیں ہوسکتا۔

لیکن اول تو یہاں فقہ مالکی کی کتابیں کم ہیں دوسرے مالکی مذہب کے علماء نہیں

اس واسطے اس کی ضرورت ہوئی کہ علمائے مالکیہ سے اس مسئلہ کو مفصل تحقیق کر کے شائع کیا جائے تاکہ علمی اور عملی غلطیاں دور ہوں۔

اِس بنا پر مدینہ منورہ کے علمائے مالکیہ سے چند بار سوال کر کے اس مسئلہ کو خوب منقح کیا گیا اُن سب سوالوں کو مع جوابات ذیل میں درج کیا جاتا ہے، ضرورت کے وقت اس تفصیل کا لحاظ رکھنا لازم ہے۔

سوالات

(اوّل) جو شخص مفقود الخبر (لاپتہ) ہو اور باوجود تحقیق و تفتیش کے اُس کا حال معلوم نہ ہو کہ زندہ ہے یا مر گیا، کیا اس کی زوجہ کے لئے حق ہے کہ وہ کسی طرح اپنے کو اُس کی زوجیت سے نکال کر دوسرا نکاح کر سکے۔ اگر یہ حق ہے تو کیا اُس کو کچھ مدت انتظار کرنے کی ضرورت ہے یا بلا مہلت اُس کو اختیار دیدیا جائے گا۔

(دوم) اگر مہلت دی جائے گی تو اُس کی ابتدا کب سے شمار ہوگی مرافعہ اور مخاصمہ کے وقت سے یا گم ہونے کے وقت سے یا حکم حاکم کے بعد سے۔

(سوم) کیا زوجہ مفقود فسخ نکاح[ف] میں خود مختار ہے یا قضائے قاضی شرط ہے۔ اور صورت فسخ کیا ہوگی۔

(چہارم) اگر قضائے قاضی شرط ہے تو کیا قاضی پر بھی یہ بات لازم ہے کہ پہلے مفقود کی خود تفتیش و تلاش کرے جب اُس کو مایوسی ہو جائے اُس وقت زوجہ کو کوئی مہلت وغیرہ دے یا عورت اور اُس کے اولیاء کا تلاش کر لینا کافی ہے۔

(پنجم) جن بلاد میں قاضی شرعی موجود نہیں جیسے ہندوستان وغیرہ وہاں اس کی کیا صورت کی جائے۔

(ششم) مفقود کا حکم "دارالحرب" اور "دارالاسلام" میں یکساں ہے یا مختلف۔ اگر مختلف ہے تو پھر ہندوستان جیسے ممالک جن میں کروڑوں مسلمان آباد ہیں وہ دارالاسلام سمجھے جاویں گے۔ یا دارالحرب۔ (اعینونا اعانکم اللہ تعالیٰ)

[ف] فسخ نکاح سے اس جگہ فسخ اصطلاحی مراد نہیں بلکہ محاورات اردو کے موافق فسخ کا لفظ اختیار کیا گیا اور بغرض تفہیم عوام اس رسالہ کے اکثر مواقع میں لفظ فسخ ہی کا اطلاق کیا گیا ہے ۱۲ منہ

جوابات

جواب سوال اوّل) زوجۂ مفقود کے لئے مالکیہ کے نزدیک مفقود کی زوجیت سے علیحدہ ہونے کی دارالاسلام میں تو یہ صورت ہے کہ عورت قاضی کی عدالت میں مرافعہ کرے اور بذریعہ شہادت شرعیہ یہ ثابت کرے کہ میرا نکاح فلاں شخص سے ہوا تھا اگر نکاح کے عینی گواہ موجود نہ ہوں تو اس معاملہ میں شہادت بالتسامع بھی کافی ہے یعنی شہرت عام کی بنا پر بھی شہادت دی جا سکتی ہے، اس کے بعد گواہوں سے اس کا مفقود ولاپتہ ہونا ثابت کرے، بعد ازاں قاضی خود بھی مفقود کی تفتیش اور تلاش کرے اور جب پتہ ملنے سے مایوس ہو جائے تو عورت کو چار سال تک مزید انتظار کا حکم کرے پھر اگر ان چار سال کے اندر بھی مفقود کا کچھ پتہ نہ چلے تو مفقود کو اس چار سال کی مدت ختم ہونے پر مردہ تصور کیا جائے گا اور نیز ان چار سال کے ختم ہونے کے بعد چار ماہ دس دن عدت وفات گذار کر عورت کو دوسری جگہ نکاح کرنے کا اختیار ہوگا۔

اور اب چار سال گذرنے کے بعد دوبارہ قاضی کی عدالت میں درخواست دینا اور عدت وفات کے لئے حکم حاصل کرنا مالکیہ کے نزدیک ضروری نہیں بلکہ قضائی قاضی صرف اول بار بوقت تاجیل ضروری ہے مگر احتیاط اس میں ہے کہ جب وہ چار سال جو قاضی نے مقرر کئے تھے ختم ہو چکیں تو دوبارہ درخواست دیکر قاضی سے حکم بالموت بھی حاصل کر لیا جائے تاکہ مذہب حنفیہ کی حتی الوسع رعایت ہو جائے لیکن جس جگہ قاضی وغیرہ کی طرف دوبارہ مرافعہ زیادہ دشوار ہو وہاں بغیر مرافعہ ثانی کے ہی عمل کر لینے میں بھی مضائقہ نہیں۔

یہ حکم مذکور تو دارالاسلام میں تھا اور دارالحرب میں زوجۂ مفقود کا جمہور مالکیہ کے نزدیک تو وہی حکم ہے جو حنفیہ کے نزدیک ہے یعنی جب تک اُس کے ہم عمر لوگ زندہ ہیں اس وقت تک اُس کی بیوی کے لئے اُس کے نکاح سے جدا ہونے اور دوسرا نکاح کرنے کی کوئی صورت نہیں مگر اشہب نے (جو امام مالک کے ممتاز شاگردوں میں سے ہیں۔ اور فقہائے مالکیہ میں بلند پایہ رکھتے ہیں) دارالحرب میں بھی زوجۂ مفقود کا وہی حکم رکھا ہے جو دارالاسلام میں گذر چکا۔

جواب سوال دوم) حاکم جو چار سال کی مدت انتظار کے لئے مقرر کرے گا اُس کی ابتدا اُس وقت سے ہوگی جس وقت حاکم خود بھی تفتیش کر کے پتہ چلنے سے مایوس ہو جائے اور قاضی کی عدالت میں پہنچنے اور اُس کی تفتیش سے قبل خواہ کتنی ہی مدت گذر چکی ہو اس کا کچھ اعتبار نہ ہوگا۔

جواب سوال سوم۔ زوجۂ مفقود کسی صورت میں اُس کے نکاح سے خارج ہونے میں خود مختار

(حاشیہ: ۱ زوجۂ مفقود کو حکم بالموت کی صورت — ۲ دارالحرب میں مفقود کا حکم — ۳ چار سال کی میعاد حاکم کی تفتیش اور تلاش کے بعد ہوگی — ۴ حکم بالموت کے لئے قضائے قاضی شرط ہے)

نہیں بلکہ ہر حال میں تقضائے قاضی شرط ہے۔ اور صورت مرافعہ اور فسخ کی سوال اول کے جواب میں گذر چکی ہے۔

(جواب سوال چہارم) ہاں قاضی پر بھی ضروری ہے کہ صرف عورت اور اس کے اولیاء کی تفتیش اور اُن کے بیان پر اکتفا نہ کرے بلکہ خود بھی تلاش کرائے۔

اور تلاش کرنے کی صورت یہ ہے کہ قاضی اور حاکم کو جہاں جہاں مفقود کے جانے کا غالب گمان ہو وہاں وہاں آدمی بھیجا جائے (اور جس جگہ جانیکا غالب گمان نہ ہو صرف احتمال ہو وہاں اگر خط کو کافی سمجھے تو وہاں خطوط بھیجکر تحقیق کرے۔ اور اگر اخبار میں شائع کر دینے سے خبر ملنے کی امید ہو تو یہ بھی کرلے۔ الغرض تفتیش میں پوری کوشش اور جہد بلیغ کرے۔ کما لا یخفیٰ

اور جب تلاش کے بعد پتہ ملنے سے مایوسی ہو جائے اُس وقت مذکورۃ الصدر طریق پر چار سال تک مزید انتظار کا حکم کرے۔

اور تفتیش کے مصارف کی بابت فقہائے مالکیہ میں اختلاف ہے بعض نے کہا کہ عورت کے ذمہ ہے اور بعض نے کہا بیت المال کے ذمہ اور بعض کے نزدیک تفصیل ہے کہ اگر زوجہ کے پاس مال ہو تو مصارف تفتیش اُس کے ذمہ ہونگے ورنہ بیت المال کے ذمہ (اور جس جگہ بیت المال نہ ہو جیسے ہندوستان وغیرہ اگر ان مواقع میں حکومت وقت مصارف برداشت کرے تو بہتر ورنہ مسلمانوں سے چندہ کر لیا جائے)۔

(جواب سوال پنجم) جن بلاد میں قاضی شرعی موجود نہیں جیسے اسلامی ریاستوں کے علاوہ ہندوستان کے تمام شہروں کا حال ہے تو وہاں وہ حکام جو گورنمنٹ کی طرف سے اس قسم کے معاملات کا تصفیہ کرنے کا اختیار رکھتے ہیں اگر وہ مسلمان ہوں اور فیصلہ شریعت کے موافق کریں تو اُنکا فیصلہ بھی قضائے قاضی کے قائم مقام ہو جاتا ہے جیسا کہ اس جزو دوم کے مقدمہ میں مفصل گذر چکا ہے۔ اور اگر مسلمان حاکم موجود نہ ہو یا اس کی عدالت سے فیصلہ شریعت کے مطابق نہ ہوتا ہو تو پھر مذہب مالکیہ کے موافق دیندار مسلمانوں کی ایک جماعت پنچایت کرکے حسب بیان مذکور تحقیق کرے اور تحقیق کامل کے بعد شرعی فیصلہ صادر کر دے تو یہ فیصلہ بھی قضائے قاضی کے حکم میں ہو جائے گا لیکن پنچایت کا اُن شرائط کے موافق ہونا ضروری ہے جو مقدمہ میں گذر چکی ہیں وہاں غور سے دیکھ لیا جائے۔

تتمہ الجواب | اگر زوجہ مفقود ایسی جگہ چلی جائے جہاں قاضی شرعی یا مسلمان حاکم

ؔ اور یہ تفصیل اعدل الاقاویل ہے۔

تفتیش مفقود کی صورت اور اس کے مصارف

موجود ہو اور اُس کے پاس مقدمہ دائر کرے تو اُس کا فیصلہ بھی زوجۂ مفقود کے لئے کافی ہے۔ع۹
لیکن زوجۂ مجنون یا زوجۂ عنین تنہا کسی قاضی کے علاقہ میں چلی جائے تو قاضی کا فیصلہ معتبر نہ ہوگا۔
بلکہ یہ ضروری ہے کہ مجنون و عنین بھی اُس قاضی کے علاقہ میں ہوں۔

(**جواب سوال ششم**) مفقود کا حکم دار الحرب اور دار الاسلام میں مختلف ہے جیسا کہ سوال اول کے جواب میں مفصل گذر چکا مگر علمائے مالکیہ کے فتاوی سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان و مصر و شام وغیرہ ہم ممالک کہ جن میں باوجود حکومت کافرہ مسلط ہوجانے کے شعائر اسلام ہنوز قایم ہیں۔ اُن سب میں مفقود کا حکم وہی ہے جو دار الاسلام میں ہے بلکہ جس دار الحرب میں شعائر اسلام بھی موجود نہ ہوں مگر وہاں مسلمانوں کو صلح وغیرہ کی وجہ سے آنا جانا اور تفتیش کرنا ممکن ہو تو اُس دار الحرب میں بھی وہی حکم ہے جو دار الاسلام میں ہے پس اصل بناء امکان تفتیش ہے۔

اس لئے ہندوستان کے دار الحرب ہونے میں جو علماء کا اختلاف ہے اُس کا اِس مسئلہ پر کوئی اثر نہ پڑے گا۔ اور زوجۂ مفقود کو اُن ممالک میں چار سال کی مہلت کے بعد عدت وفات گذار کر نکاح ثانی کا اختیار دیدیا جاوے گا۔

واپسی مفقود کے احکام

سوالات

(۱) اگر مفقود بعد حکم بالموت، یا بعد نکاح ثانی قبل صحبت واپس آجائے یا دوسرے خاوند سے صحبت وغیرہ ہوچکنے کے بعد واپس آجائے تو مفقود کو عورت ملے گی یا نہیں اور سب صورتوں کا ایک ہی حکم ہے یا مختلف

(۲) دوسرے خاوند سے صرف نکاح یا نکاح اور صحبت دونوں ہوجانے کے بعد مفقود کے واپس آنے پر اگر زوجہ اُس کو مل جاتی ہو تو اُس کے متعلق چند سوالات مفصلہ ذیل ہیں۔

(الف) کیا پہلے خاوند کو تجدید نکاح کی ضرورت ہوگی یا ویسے ہی پہلا نکاح قائم سمجھا جائے گا۔

(ب) در صورت تجدید نکاح تجدید مہر کی بھی ضرورت ہوگی یا نہیں۔

ع۹ اگر کوئی شبہ کرے کہ مفقود الخبر جس جگہ کا باشندہ ہے وہاں کے قاضی کی ولایت اس وقت تو اس پر ثابت نہیں ہے مگر پیشتر اُس پر ولایت تھی اس واسطے ولایت اصلیہ کی بناء پر وہاں کے قاضی کی قضاء نافذ ہوسکتی ہے اور جس قاضی کی ولایت میں اول ہی سے نہ تھا اس کی قضا نافذ نہ ہونا چاہیے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ نفاذ قضا کے لئے ولایت حال شرط ہے ولایت سابقہ معتبر نہیں پس سب جگہ کے قاضی مفقود کے بارہ میں یکساں شمار ہونگے ۱۲ منہ

(ج) اس صورت میں دوسرے خاوند کی عدت بھی واجب ہوگی یا نہیں۔ اور اگر واجب ہوگی تو کتنے ایام اور یہ عدت شوہر ثانی کے مکان پر گذاری جائے گی یا شوہر اول کے۔

(د) دوسرے شوہر کے ذمہ جو مہر تھا اس کا ادا کرنا واجب رہے گا یا نہیں۔

(ہ) اگر زوج ثانی سے اولاد ہو چکی ہو یا تفریق کے بعد زمانۂ عدت میں ہو جاوے تو اس اولاد کا نسب کس سے ثابت ہوگا پہلے خاوند سے یا دوسرے سے۔

الجواب

(ا) وہ مفقود جس پر مرافعہ اور تفتیش کے بعد چار سال تک انتظار کر کے قاضی نے موت کا حکم کر دیا ہے، اگر حکم بالموت کے بعد واپس آجائے تو اُس کی دو صورتیں ہیں۔

ایک یہ کہ شوہر ثانی کے ساتھ خلوت صحیحہ ہونے سے پہلے پہلے آجاوے خواہ عدت وفات کے اندر یا بعد اور خواہ نکاح ثانی سے پہلے یا بعد

دوسری صورت یہ کہ ایسے وقت واپس آئے جب کہ عدت وفات گذارنے کے بعد عورت دوسرے مرد سے نکاح کر چکی اور خلوت صحیحہ بھی ہو چکی ہو۔

ان میں سے پہلی صورت کا حکم بالاتفاق یہ ہے کہ زوجہ شوہر اول ہی کے نکاح میں بدستور سابق رہے گی دوسرے خاوند کے پاس نہیں رہ سکتی۔

اور دوسری صورت میں مالکیہ کا تو مشہور مذہب٭ یہی ہے کہ زوجہ دوسرے خاوند کے پاس رہیگی شوہر اول کا اب اُس سے کوئی تعلق نہیں رہا۔ لیکن امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کا مذہب اس بارہ میں یہ ہے کہ اگر مفقود حکم بالموت کے بعد بھی واپس آجاوے تو اُس کی عورت ہر حال میں اُسی کو ملے گی۔ خواہ عدت وفات کے اندر آجاوے یا بعد انقضائے عدت اور خواہ نکاح ثانی اور خلوت و صحبت کے بعد آئے یا پہلے، اور حنفی کے لئے غیر حنفیہ کے مذہب پر فتویٰ دینا سخت ضرورت کے وقت جائز ہے جیسے تاجیل وجہ مفقود وغیرہ کی صورتیں۔ لیکن واپسی مفقود کی صورت میں دوسرے مذہب پر عمل کرنے کی کوئی ضرورت داعی نہیں لہذا صورت ثانیہ میں بھی یعنی جبکہ واپسی مفقود سے قبل شوہر

٭ ایک ضروری بات قابل تنبیہ یہ ہے کہ مالکیہ کے مذہب مشہور میں بھی زوج ثانی سے ہم بستری کے بعد شوہر اول کا حق فوت ہوجانے کی ایک شرط ہے وہ یہ کہ دوسرے خاوند کو اس بات کی خبر نہ ہو کہ اس عورت کا خاوند لاپتہ ہے اور اگر خبر ہو کہ اس کا خاوند لاپتہ ہے تو پھر شوہر ثانی کے دخول اور ہمبستری کے بعد واپس آنے پر بھی شوہر اول کا نکاح باقی رکھا جائے گا اور اُسی کو مل جاوے گی ۱۲ منہ

ثانی خلوت صحیحہ بھی کر چکا ہو تب بھی زوجہ اپنے سابق خاوند ہی کے نکاح میں رہے گی۔ شوہر ثانی کے پاس رہنا جائز نہیں کیونکہ شوہر اول کی واپسی سے نکاح ثانی باطل قرار دیا گیا۔ واللہ اعلم۔

(۲) اس سوال کے پانچ اجزا ہیں سب کا جواب نمبروار درج ذیل ہے۔

(الف) پہلا نکاح قایم رہے گا تجدید نکاح کی ضرورت نہیں، اگرچہ دوسرے خاوند سے صحبت بھی ہو چکی ہو

(ب) ظاہر ہے کہ جب تجدید نکاح نہیں تو پھر تجدید مہر کہاں۔

(ج) دوسرے شوہر کی عدت گذارنا واجب ہے جب تک عدت ختم نہ ہو اس وقت تک شوہر اول کو اس کے پاس جانا ہرگز جائز نہیں بلکہ پوری احتیاط لازم ہے اور عدت میں جو تفصیل دوسرے مواقع میں ہے وہ یہاں بھی ہوگی یعنی اگر حاملہ ہے تو وضع حمل ورنہ تین حیض۔ باقی رہا یہ سوال کہ زمانہ عدت کہاں گذارے سو اس کا جواب یہ ہے کہ شوہر اول کے ہاں گذارے گی۔

(د) اگر خلوت صحیحہ ہو چکی ہے تو پورا مہر جو بوقت نکاح مقرر کیا گیا تھا ادا کرنا واجب ہوگا۔ اور اگر خلوت صحیحہ نہ ہوئی تو اس صورت میں مہر کا حکم صراحۃً نظر سے نہیں گذرا مگر قواعد سے معلوم ہوتا ہے کہ اس صورت میں مہر بالکل نہ ملے گا۔

(ھ) اس اولاد کا نسب دوسرے خاوند سے ثابت ہوگا۔

فائدہ زوجۂ مفقود کے لئے چار سال کے مزید انتظار کا حکم اُس صورت میں تو بالاتفاق ضروری ہے جبکہ عورت اتنی مدت تک صبر و تحمل اور عفت کے ساتھ گذار سکے لیکن اگر یہ صورت ممکن نہ ہو یعنی عورت اندیشۂ ابتلا ظاہر کرے اور اُس نے ایک معتدبہ[۱] دراز انتظار کرنے کے بعد مجبور ہو کر اُس حالت میں درخواست دی ہو جبکہ صبر سے عاجز ہوگئی تو اس صورت میں اس کی بھی گنجائش ہے مذہب مالکیہ کے موافق چار سال کی میعاد میں تخفیف کر دی جاوے کیونکہ جب عورت کے ابتلا کا شدید اندیشہ ہو تو اُن کے نزدیک کم از کم ایک سال[۲] صبر کے بعد تفریق جائز ہے۔

---

[۱] اور عرصہ دراز کی تعیین حاکم کی رائے پر ہے یعنی قاضی یا جماعت مسلمین مذکورہ کو خاص حالات میں غور کر کے قرار دیں کہ مقدمہ پیش ہونے سے پیشتر اُس نے کافی انتظار کیا ہے یا نہیں اگر معمولی انتظار کے بعد مقدمہ دائر کر دیا ہو تب تو احکام گذشتہ کے موافق چار سال مزید انتظار کا حکم دیا جائے اور اگر کافی انتظار کر کے مقدمہ پیش کیا ہے تو اس گنجائش کے موافق فیصلہ کی اجازت ہے ۱۲ منہ

[۲] لیکن یہ بات کہ یہ سال غائب ہونے کے وقت سے شروع سمجھا جائے گا یا مرافعہ الی القاضی کے وقت سے اس کی تصریح فتاوی مالکیہ میں نہیں ہے اور جس قدر کتب مالکیہ یہاں موجود ہیں ان میں بھی دستیاب نہیں ہوئی اور ظاہر ہے کہ احتیاط اسی میں ہے کہ مرافعہ کے بعد سے سال انتظار شمار ہوگا ۱۲ منہ

مگر علمائے سہارنپور دونوں صورتوں میں چار ہی سال کی مدت مزید انتظار کو شرط فرماتے ہیں۔ اور ایسا کرنا ظاہر ہے کہ زیادہ احتیاط کی بات ہے لیکن جہاں قرائن قویہ سے اندیشہ قوی ابتلاء بالزنا کا ہو تو ایک سال کے قول پر بھی حاکم کو حکم کر دینے کی گنجائش ہے مگر معاملہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے بہانہ تلاش نہ کیا جائے۔ (اشرف علی)

تتمہ ہذہ الفائدۃ

اگر تفریق اس قاعدہ کے موافق کی جائے تو اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ یہ تفریق طلاق رجعی ہوگی اور اس صورت میں زوجہ مفقود کو بجائے عدت وفات کے عدت طلاق تین حیض گذارنے ہوں گے۔ اور اگر مفقود اس صورت میں بعد تفریق واپس آگیا تو اس میں یہ تفصیل ہوگی کہ اگر عدت کے اندر اندر آکر رجعت کرلے تو رجعت صحیح ہوجائے گی اور زوجہ بدستور اس کے نکاح میں رہے گی۔ اور اگر عدت کے بعد آیا یا پہلے ہی آگیا مگر عدت کے اندر رجعت قولی یا فعلی نہ کی تو اب اس کی زوجہ پر طلاق بائنہ ہوکر وہ خود مختار ہوگئی خواہ دوبارہ اسی سے نکاح کرلے یا کسی دوسرے سے۔ واللہ اعلم

حکم زوجہ متعنت فی النفقہ

متعنت۔ اصطلاح میں اس شخص کو کہتے ہیں جو باوجود قدرت کے بیوی کے حقوق نان نفقہ وغیرہ ادا نہ کرے اس کا حکم بھی بوقت ضرورت شدیدہ ستم رسیدہ مستورات کی رہائی کے لئے مالکیہ کے مذہب سے لیا گیا ہے جو ذیل کے سوال و جواب میں مذکور ہے۔

سوال

(۱) جو شخص باوجود قدرت کے اپنی زوجہ کے حقوق نفقہ وغیرہ ادا نہ کرتا ہو کیا اس کی زوجہ کو حق ہے کسی طرح اپنے آپ کو اس کی زوجیت سے نکال سکے اگر ہے تو اس کی کیا صورت ہے۔

(۲) اگر قاضی ان میں تفریق کر سکتا ہو تو جب قاضی اس متعنت کی زوجہ پر طلاق واقع کر چکے جو نان نفقہ نہ دیتا ہو اس وقت یا اس کے بعد پھر کسی وقت متعنت اپنی حرکت سے باز آجائے اور نفقہ وغیرہ حقوق ادا کرنے کا وعدہ کرے تو کیا وہ عورت پھر اس کو مل جائے گی اور اگر اس کو مل سکتی ہے تو قبل عدت اور بعد عدت میں یا قبل نکاح ثانی اور بعد نکاح ثانی میں کچھ فرق ہوگا یا نہیں۔

الجواب

(۱) زوجۂ متعنت کو اوّل تو لازم ہے کہ کسی طرح خاوند سے خلع وغیرہ کرلے لیکن اگر باوجود سعی بلیغ کوئی صورت نہ بن سکے تو سخت مجبوری کی حالت میں مذہب مالکیہ پر عمل کرنے کی گنجائش ہے کیونکہ اُن کے نزدیک زوجۂ متعنت کو تفریق کا حق مل سکتا ہے۔

اور سخت مجبوری کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ عورت کے خرچ کا کوئی انتظام نہ ہوسکے یعنی نہ تو کوئی شخص عورت کے خرچ کا بندوبست کرتا ہو اور نہ خود عورت حفظ آبرو کے ساتھ کسب معاش پر قدرت رکھتی ہو، اور دوسری صورت مجبوری کی یہ ہے کہ اگرچہ بسہولت یا بدقت خرچ کا انتظام ہوسکتا ہے لیکن شوہر سے علیحدہ رہنے میں ابتلاء معصیت کا قوی اندیشہ ہو۔

اور صورت تفریق کی یہ ہے کہ عورت اپنا مقدمہ قاضی اسلام یا مسلمان حاکم اور اُن کے نہ ہونے کی صورت میں جماعت مسلمین؎ کے سامنے پیش کرے اور جس کے پاس پیش ہو وہ معاملہ کی شرعی شہادت وغیرہ کے ذریعہ سے پوری تحقیق کرے اور اگر عورت کا دعویٰ صحیح ثابت ہو کہ باوجود وسعت کے خرچ نہیں دیتا تو اُس کے خاوند سے کہا جاوے کہ اپنی عورت کے حقوق ادا کرو یا طلاق دو۔ ورنہ ہم تفریق کردیں گے اس کے بعد بھی اگر وہ ظالم کسی صورت پر عمل نہ کرے تو قاضی یا جو شرعاً اُس کے قائم مقام ہو اُس کی بیوی پر طلاق واقع کردے۔ اس میں کسی مدت کے انتظار و مہلت کی باتفاق مالکیہ ضرورت نہیں۔

(۲) متعنت اگر اپنی حرکت سے اُس وقت باز آئے جبکہ حاکم اُس کی زوجہ پر طلاق واقع کرچکے اور عدت بھی گذر چکے تو اب اُس کا کوئی اختیار زوجہ پر نہیں رہتا کیونکہ عدت گذرنے کے بعد رجوع کا حق نہیں رہتا گو طلاق رجعی بھی ہو البتہ تراضی طرفین سے دوبارہ نکاح ہوسکتا ہے)۔

اور اگر انقضائے عدت سے پہلے پہلے اپنی حرکت سے باز آجائے اور نفقہ دینے پر آمادہ ہوجائے تو اس بارہ میں مذہب مالکیہ میں صریح روایت نہیں اس لئے ارباب فتویٰ کے نزدیک دو احتمال ہیں۔ ایک یہ کہ اس تفریق کو طلاق رجعی قرار دیا جاوے اور عدت کے اندر اندر رجعت کو صحیح کہا جاوے۔ دوسرا یہ کہ طلاق بائنہ قرار دی جاوے اور رجعت کا حق خاوند کو نہ دیا جاوے لیکن علامہ صالح نے احتمال اوّل کو اقرب لکھا ہے اور ہم کو بھی علامہ صالح کی رائے اُن کے فتوے میں غور کرنے کے بعد درست معلوم ہوتی ہے اس واسطے ہمارے نزدیک فتویٰ یہی ہے کہ عدت کے اندر اندر تعنت سے باز آجانے کی صورت

؎ جماعت مسلمین نیز مسلمان حاکم کا مفصل بیان اس جزو دوم کے مقدمہ میں گذر چکا ہے اس کا ملاحظہ ضروری ہے ۱۲ منہ

ہیں عورت کو اُسی کے پاس رہنا پڑے گا۔ خواہ عورت راضی ہو یا نہ ہو کیونکہ رجعت[۱] میں عورت کی رضامندی ضروری نہیں، مگر احتیاطاً تجدید نکاح ہو جاوے تو بہتر ہے۔

غائب غیر مفقود کی زوجہ کا حکم

یہ حکم بھی فقہ مالکی سے لیا گیا ہے تاکہ بوقت ضرورت شدیدہ مظلومہ کو نجات حاصل ہو سکے۔

سوال

(۱) جو شخص غائب ہو جائے اور پتہ اُس کا معلوم ہے لیکن نہ وہ خود آتا ہے نہ بیوی کو اپنے پاس بلاتا ہے نہ اُس کے خرچ وغیرہ کا کچھ انتظام کرتا ہے اور نہ طلاق دیتا ہے اس وجہ سے عورت تنگ اور پریشان ہے تو کیا اُس کی عورت کے لئے کوئی سبیل ہے کہ اُس غائب کی زوجیت سے اپنے آپ کو الگ کرلے اور جائز طور پر دوسری جگہ نکاح کر سکے۔

(۲) درصورت جواز تفریق اگر تفریق کے بعد نکاح ثانی سے پیشتر یا نکاح ثانی کے بعد وہ شخص واپس آجائے اور نان نفقہ کا انتظام کرنے پر آمادہ ہو تو کیا زوجہ اس کو مل جائے گی اور اگر واپس ملجاتی ہے تو کن شرائط اور کس تفصیل کے ساتھ ملتی ہے۔

الجواب

نفقہ کی صورت اور اس کے شرائط

(۱) اس عورت کی رہائی کے واسطے جو صورت باتفاق ائمہ صحیح ہے وہ تو یہ ہے کہ اُس خاوند کو خلع پر راضی کیا جاوے اور اگر وہ سنگ دل خلع پر بھی راضی نہ ہو تو پھر اگر یہ عورت صبر کرکے اپنا زمانہ عفت میں گذار سکے تو بہتر ورنہ جب گذارہ اور نان نفقہ کی کوئی صورت ممکن نہ ہو تو سخت مجبوری میں یہ بھی گنجائش ہے کہ مذہب مالکیہ کے موافق صورت ذیل اختیار کرکے رہائی حاصل کرلے۔

وہ صورت یہ ہو کہ اولاً قاضی[۲] کے پاس مقدمہ پیش کرکے گواہوں سے اُس غائب کے ساتھ اپنا نکاح ہونا ثابت کرے پھر یہ ثابت کرے کہ وہ مجھکو نفقہ دے کر نہیں گیا اور نہ وہاں سے اُس نے

---

[۱] جب رجعت صحیح ہوگئی تو عورت کو دوسری جگہ نکاح کرنا حرام ہے اور اسی مرد کے پاس رہنا ضروری ہے اس لئے عورت کو بھی لازم ہے کہ تجدید نکاح کرلے لیکن اگر عورت اپنی بے وقوفی سے تجدید نکاح نہ کرے تو مرد کو جائز ہے کہ بدون تجدید بھی رکھلے ۱۲ منہ +

[۲] اور جہاں قاضی نہ ہو وہاں کا حکم مقدمہ میں مفصل گذر چکا ہے اُس کو ضرور دیکھ لیا جاوے ۱۲ منہ

نیز سے لئے نفقہ کا بیانہ یہاں کوئی انتظام کیا اور نہ بیوی نے نفقہ معاف کیا غرض نفقہ کا وجوب بھی اُس کے ذمہ ثابت کرے اور یہ بھی کہ وہ اس واجب میں کوتاہی کر رہا ہے اور ان باتوں پر حلف بھی کرے اس کے بعد اگر کوئی عزیز قریب یا اجنبی اس کے نفقہ کی کفالت کرلے تو خیر ورنہ قاضی اُس شخص کے پاس حکم بھیجے کہ یا تو خود حاضر ہو کر اپنی بیوی کے حقوق ادا کرو یا اُس کو بلالو یا وہیں سے کوئی انتظام کرو ورنہ اس کو طلاق دیدو اور اگر تم نے ان باتوں میں سے کوئی بات نہ کی تو پھر ہم خود تم دونوں میں تفریق کردیں گے۔ اس پر بھی خاوند کوئی صورت قبول نہ کرے تو قاضی ایک مہینہ کے مزید انتظار کا حکم دے۔ اس مدت میں بھی اگر اس کی شکایت رفع نہ ہوئی ہو تو عورت کو اس غائب کی زوجیت سے الگ کردے۔

اور یہ ظاہر ہی ہے کہ تفریق کے لئے عورت کی طرف سے مطالبہ شرط ہے پس اگر اس غائب کا جواب آنے کے بعد عورت مطالبہ ترک کردے تو پھر تفریق نہ کی جائے گی۔

تنبیہ ضروری

قاضی جو اس غائب کے پاس حکم بھیجے[1] تو بذریعہ ڈاک وغیرہ بھیجنا کافی نہیں بلکہ اُس کی صورت یہ ہے کہ حکمنامہ دو ثقہ آدمیوں کو سنا کر اُن کے حوالہ کردے کہ اس کو غائب کے پاس لے جاؤ پھر دونوں شخص غائب کو حکمنامہ پہنچا کر اُس سے جواب طلب کریں اور جو کچھ جواب تحریری یا زبانی نفی یا اثبات میں دے اُس کو خوب محفوظ رکھیں (بلکہ زبانی جواب کو بھی احتیاطاً لکھ لیں) تاکہ واپس ہو کر اس پر شہادت دے سکیں اور اگر وہ کچھ جواب نہ دے تو اسی کی شہادت دیدیں۔

الغرض قاضی جو حکم کرے ان دونوں کی شہادت پر کرے محض خط کو کافی نہ سمجھے۔

فائدہ

اگر غائب شخص[2] کسی دور دراز ملک میں ایسی جگہ پر ہو جہاں پوری جدوجہد اور ابر کی کوشش کرنے کے باوجود بھی آدمی بھیجنے کا کوئی انتظام ممکن نہ ہو تو مذکور الصدر مجبوری کے وقت اس کی بھی گنجائش ہے کہ بغیر آدمی بھیجے ہوئے حاکم یا قایم مقام حاکم واقعہ کی بقاعدہ مذکورہ تحقیق کے بعد تفریق کا حکم کردے۔

(۳) اگر یہ غائب حکم بالطلاق کے بعد آجائے تو اس کی دو صورتیں ہیں۔

ایک یہ کہ عدت کے اندر اندر واپس آجائے اور باقاعدہ خرچ دینے وغیرہ پر آمادہ

عہ اگر کسی نے اُس وقت نفقہ کی کفالت کرلی لیکن پھر چھوڑدیا تو عورت کو مکرر مرافعہ کا حق ہوگا ۱۲ منہ

عہ یعنی بذریعہ دو ثقہ آدمیوں کے جس کا ذکر تنبیہ میں آتا ہے ۱۲ منہ

ہو اس صورت میں تو اس کو رجعت کا حق ہے اگر رجعت کرلے گا تو صحیح ہو جاوے گی اور اگر رجعت نہ کی تو عورت کے بعد نکاح ٹوٹ جائے گا۔

دوسری صورت یہ ہے کہ عدت ختم ہو چکنے کے بعد واپس آیا ہو سو اس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر اس نے عورت کے دعوے کے خلاف کوئی بات ثابت کر دی مثلاً یہ کہ میں نے اس کو پیشگی خرچ دیدیا تھا یا یہ کہ وہاں سے بھیجتا رہتا تھا یا یہ کہ عورت نے نفقہ معاف کر دیا تھا تب تو اس کو ہر حال میں عورت مل جائے گی یعنی خواہ وہ عورت عدت کے بعد نکاح ثانی بھی کر چکی ہو حتی کہ اگر شوہر ثانی سے اولاد بھی ہو چکی ہو تب بھی شوہر اوّل ہی کا نکاح باقی سمجھا جاوے گا۔ اور شوہر ثانی کا نکاح اب باطل قرار دیا جائے گا۔

اور جاوند نے عورت کے دعوے کے خلاف کوئی بات ثابت نہ کی تو عورت اس کو نہ ملے گی کیونکہ عدت ختم ہونے کے بعد رجعت کا حق نہیں رہتا۔

اور دوسری صورت کی پہلی شق میں جو شوہر اوّل کو عورت ملے گی اس کو نہ تجدید نکاح کی ضرورت نہ تجدید مہر کی البتہ شوہر ثانی سے خلوت صحیحہ ہو چکی ہو تو عدت واجب ہے یعنی عدت گذارنے سے پیشتر شوہر کو جماع اور اس کے دواعی کا ارتکاب جائز نہیں۔

اور شوہر ثانی کے ذمہ مہر واجب ہونے میں وہی تفصیل ہے جو مفقود کے بیان میں گذر چکی یعنی اگر اس سے خلوت صحیحہ ہو چکی ہے تو پورا مہر واجب ہے ورنہ بالکل ساقط ہو جاوے گا۔ و نیز احکام مفقود میں یہ بھی گذر چکا ہے کہ عدت شوہر اوّل کے مکان میں گذارے گی۔ واللہ اعلم

"حیلہ ناجزہ" کا خلاصہ ختم ہوا۔ اب "المختارات" کا خلاصہ شروع ہوتا ہے۔

خ ۱۵۲

المختارات فی مہمات التفریق والخیارات

بعد حمد و صلوٰۃ گذارش ہے کہ مسائل خمسہ مذکورہ کے علاوہ تین صورتیں اور بھی ہیں جن میں بکثرت فسخ نکاح کی ضرورت پیش آتی ہے اور قاضی نہ ہونے کی وجہ سے دقت کا سامنا ہوتا ہے اس لئے ان صورتوں میں بھی گنجائش ہے کہ جس جگہ قاضی نہ ہو اور نہ کوئی مسلمان حاکم حکومت کی طرف سے

اختیار رکھتا ہو یا باوجود اختیار کے مطابق شرع فیصلہ نہ کرتا ہو وہاں کم از کم تین عادل اور ثقہ لوگوں کی پنچایت میں معاملہ پیش کر کے نکاح فسخ کرالیا جاوے۔ پنچایت کی شرطیں اور اس کے متعلق ضروری مسائل جو "حیلۂ ناجزہ" کے جزو دوم کے مقدمہ میں گذر چکی ہیں انکو دیکھ لینا ضروری ہو۔

وہ تین صورتیں یہ ہیں۔ حرمت مصاہرت۔ خیار بلوغ۔ خیار کفارت۔

اب ان کی بقدر ضرورت تفصیل لکھی جاتی ہے۔ پورے احکام بوقت ضرورت علمار کتب فقہ میں دیکھ لیں۔ اور عوام علمائے کرام سے دریافت کرلیں۔

حرمت مصاہرت

اگر کوئی شخص کسی عورت سے زنا کر بیٹھے یا شہوت کے ساتھ اُس کو صرف ہاتھ لگادے یا شہوت سے بوسہ لیلے یا شرمگاہ کے اندرونی حصہ کو شہوت دیکھ لے تو ان سب صورتوں میں حرمت مصاہرت قائم ہوجاتی ہے یعنی اس مرد پر اُس عورت کی بیٹی اور ماں وغیرہ سب اصول و فروع نسبی و رضاعی حرام ہوجاتے ہیں اور اُس عورت پر اس مرد کا بیٹا اور باپ وغیرہ سب اصول و فروع نسبی و رضاعی حرام ہوجاتے ہیں۔ اسی طرح عورت کسی مرد کو شہوت سے ہاتھ لگادے یا شہوت سے اُس کا بوسہ لیلے یا عضو مخصوص پر نظر شہوت ڈالے تب بھی مصاہرت کا علاقہ قائم ہو کر مرد پر عورت کے تمام اصول و فروع نسبی و رضاعی اور عورت پر مرد کے تمام اصول و فروع نسبی و رضاعی ہمیشہ کے لئے حرام ہوجاتے ہیں۔ اور حرمت مصاہرت کے لئے ان افعال کا قصداً کرنا شرط نہیں بلکہ اگر کسی سے بے خبری میں بھی کوئی فعل سرزد ہوجاوے مثلاً بیوی سمجھ کر خوش دامن کو شہوت کی حالت میں ہاتھ لگادیا تب بھی بیوی حرام ہوجاتی ہے اس لئے خاوند کو بیوی کے اصول و فروع مؤنثہ سے اور عورت کو مرد کے اصول و فروع مذکرہ سے سخت احتیاط لازم ہے کہ ان کو شہوت ہاتھ لگانے وغیرہ میں علاوہ معصیت

ف لمس و تقبیل (یعنی چھونے اور بوسہ لینے کے وقت) اگر مرد کو شہوت نہ تھی مگر عورت کو ہوگئی تب بھی یہی حکم ہے۔ اسی طرح اگر عورت نے ہاتھ لگایا ہے یا تقبیل کی ہے تب بھی دونوں میں سے ایک کو شہوت ہونا کافی ہے، البتہ نظر کے موجب حرمت ہونیکے لئے یہ شرط ہے کہ جو دیکھے اس کو شہوت ہو صرف دوسرے کی طرف سے ہوتا موجب حرمت نہیں، و نیز لمس اور تقبیل میں ایک شرط یہ بھی ہے کہ ایسا کپڑا حائل نہ ہو جو بدن کی گرمی محسوس ہونے کو روک دے پس اگر کسی نے باوجود ایسا کپڑا حائل ہونے کے کپڑے کے اوپر سے لمس کیا بوسہ لیا ہے تو وہ حرمت مصاہرت کا موجب نہیں، و نیز ایک شرط یہ بھی ہے کہ ان افعال کی وجہ سے انزال نہ ہوا ہو پس اگر لمس و تقبیل و تفکر سے انزال ہوجائے تو حرمت مصاہرت ثابت نہ ہوگی ۱۲ منہ

ف یعنی نہ ایسی حرکات شنیعہ کا قصداً ارتکاب کرے نہ ایسا کوئی کام کرے جسمیں احتمال ہو مثلاً جس کمرہ میں بیوی لیٹتی ہے اگر وہاں دوسری مستورات بھی ہوں تو جب تک اُس کو جگا کر اور بات چیت کر کے پورا یقین نہ ہوجائے کہ یہ بیوی ہے اُس وقت تک ہاتھ ہرگز نہ لگاوے۔ پلنگ معین ہونے وغیرہ کو ہرگز کافی نہ سمجھے کہ اس میں بعض مرتبہ غلطی ہوجاتی ہے ۱۲ منہ۔

شدید ہ کے یہ بڑی خرابی ہے کہ میاں بیوی میں حرمت مصاہرت کا علاقہ ہو جاتا ہے۔ یعنی اگر خاوند سے اپنی بیوی کے اصول یا فروع مونثہ میں سے کسی کے ساتھ کوئی ایسا فعل سرزد ہو جاوے یا بیوی کے اصول و فروع مونثہ میں سے کسی مرد کے ساتھ ایسے افعال میں سے کسی کا ارتکاب کیا ہو جو حرمت مصاہرت کا موجب ہے۔ مثلاً شہوت کے ساتھ خوش دامن کو ہاتھ لگ جائے یا بیوی اپنے شوہر کے اصول و فروع مذکورہ مثلاً خسر کے ساتھ کوئی فعل موجب حرمت مصاہرت کر بیٹھے یا خسر وغیرہ نے اس قسم کے فعل کا ارتکاب کیا ہو تو ان سب صورتوں میں یہ بیوی اس خاوند پر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے حرام ہو جاتی ہے خواہ کسی نے یہ افعال دانستہ کئے ہوں خواہ بھول چوک سے ہو گئے ہوں ہر حال میں ایک ہی حکم ہے جیسا کہ ابھی گذر چکا۔

اگر کوئی واقعہ ایسا ہو جائے تو عورت کو بھی لازم ہے کہ اپنے خاوند کے پاس ہرگز نہ رہے اور مرد کے ذمہ بھی واجب ہے کہ فوراً اس عورت کو الگ کر دے اور زبان سے بھی کہدے کہ میں نے تجھ کو چھوڑ دیا یا بلفظ طلاق کہدے۔ اور اس کہنے کے بعد عدت گذرنے پر عورت کو دوسری جگہ نکاح کرنا جائز ہے لیکن اگر خاوند بد دینی اختیار کرے اور عورت کو الگ نہ کرے تو جسطرح ممکن ہو عورت کو اسکے پاس سے چلا جانا نہایت ضروری ہے کیونکہ اسکے ساتھ میاں بیوی کا تعلق رکھنا حرام ہو چکا مگر جبتک خاوند زبان سے نہ کہدے کہ میں نے الگ کر دیا ہے یا قاضی تفریق نہ کر دے اس وقت تک دوسری جگہ بھی اس عورت کا نکاح درست نہیں ہو سکتا۔ پس عورت اگر دوسری جگہ نکاح کرنا چاہے تو قاضی کے پاس نالش کر کے تفریق کا حکم حاصل کرے اور جس علاقہ میں قاضی نہ ہو وہاں اگر کوئی مسلمان حاکم حکومت وقت کی جانب سے ایسے معاملات میں تفریق کا اختیار رکھتا ہے تو اس کے پاس مقدمہ پیش کرے ورنہ مسلک مالکیہ کے مطابق جماعت مسلمین سے رجوع کیا جاوے اور جماعت مسلمین کا مفصل بیان اصل رسالہ (یعنی حیلۂ ناجزہ) کے جزو دوم میں گذر چکا ہے اُس سب کو غور کے ساتھ دیکھ لینا ضروری ہے۔

ف۵ ہم اصل رسالہ کے دیباچہ میں حاشیہ پر یہ مضمون واضح کر چکے ہیں کہ جب دو عمل جدا گانہ ہوں تو تلفیق جائز ہے مگر ہمنے مزید احتیاط کیلئے اصل رسالہ میں کوئی مسئلہ ایسا نہیں لیا جسمیں تلفیق خارق اجماع لازم آجاوے اور تتمہ کی تین مسئلوں میں سے بھی دو مسئلوں میں اس کی رعایت موجود ہے مگر صرف ایک مسئلہ یعنی حرمت مصاہرت میں جماعت مسلمین کا فیصلہ ایسا ہے جسمیں بظاہر تلفیق خارق اجماع لازم آتی ہے یعنی مذہب حنفیہ میں تو جماعت مسلمین کا فیصلہ معتبر نہیں اور مالکیہ کے مشہور مذہب کی بنا پر بعض خاص صورتوں میں لمس بالشہوت وغیرہ سے حرمت مصاہرت متعلق نہیں ہوتی گو بعض صورتوں میں قول معتمد و مشہور کیموافق اور بعض میں ایک قول پر انکے مذہب میں بھی اسکا اعتبار کیا گیا ہے۔ مگر ہم ان کو عمل واحد خیال نہیں کرتے بلکہ جماعت مسلمین کو قاضی کے حکم میں سمجھنا ایک مستقل مسئلہ ہے اور حرمت مصاہرت کو تفریق کا سبب کہنا دوسرا مستقل مسئلہ ہے جیسے وضو جداگانہ عمل ہے اور نماز جدا اور توضیح اسکی اصل رسالہ کے دیباچہ میں حاشیہ پر کر دی گئی ہے اسلئے تلفیق کی یہ صورت ہمارے نزدیک جائز ہے تاہم عمل کیوقت احتیاط یہ ہے کہ عمل کرنیوالا جواز تلفیق کے بارہ میں کسی اپنے

جب عورت دعوے کرے کہ میرے اور خاوند کے اصول و فروع میں سے فلاں مرد کے یا بیان یا خاوند اور میرے اصول و فروع میں سے فلاں عورت کے درمیان ایسا ایسا واقعہ پیش آیا جو حرمت مصاہرت کا موجب ہے لہذا مجھ کو میرے خاوند سے الگ کر دیا جاوے تو قاضی یا اُس کا قائم مقام اول شوہر سے بیان لیں اگر اُس نے عورت کے بیان کی تصدیق کر دی تب تو تفریق کا حکم کر دیا جائے اور اگر خاوند نے اس دعوے کی تصدیق نہ کی تو عورت سے گواہ طلب کئے جائیں اگر گواہ پیش نہ ہوں یا اُن میں شرائط شہادت موجود نہ ہوں تو خاوند سے حلف لیا جائے اگر وہ حلف کرے تو مقدمہ عسہ خارج کر دیا جاوے یعنی نہ تفریق کی جائے اور نہ یہ حکم کیا جاوے کہ عورت بدستور شوہر کے ساتھ رہے اور اگر قاضی نے عورت کو اُس کی زوجیت میں رہنے کا حکم دیدیا تو اُس کا حکم مسئلہ دوم میں عنقریب آتا ہے اور اگر وہ حلف سے انکار کرے تو تفریق کر دی جائے۔

حلف اور تصدیق اور شہادت کے متعلق ضروری توضیح

اگر دعوے خاوند کے فعل پر ہو مثلاً یہ کہ اس نے زوجہ کے اصول و فروع میں سے فلاں عورت کو شہوت کیساتھ پکڑا ہے تب تو خاوند سے حلف اس بات پر لیا جاوے کہ اُس نے یہ فعل ہرگز نہیں کیا یا بشہوت نہیں کیا اور اگر دوسرے کے فعل پر دعویٰ تھا مثلاً عورت یوں کہے کہ مجھ کو خسر سہ نے بشہوت پکڑا ہے تو خاوند سے اِس طرح حلف لیا جاوے گا کہ خدا کی قسم للعہ میرا زیادہ تر خیال یہ ہے کہ عورت اس دعوی میں سچی نہیں۔ اور اس واقعہ کا ہونا یا شہوت کے ساتھ ہونا میرے دل کو نہیں لگتا۔

عہ ایک بات یاد رکھنے کے قابل یہ ہے کہ اگر واقعہ زنا کا پیش آیا ہو تو دعوے میں زنا کو صراحتاً ظاہر نہ کیا جاوے۔ کیونکہ زنا کے دعوے پر چار گواہ پیش نہ ہو سکے تو حد قذف کا اندیشہ ہے۔ بلکہ صرف مباشرت فاحشہ وغیرہ بیان کرے یعنی یہ کہے کہ شرمگاہ کو شرمگاہ سے بغیر حائل کے ملایا گیا ہے ۱۲ منہ

عسہ اور اس صورت میں اس شوہر کے ساتھ رہنا اور اپنے نفس پر قدرت دینا جائز ہے یا نہیں اس کا حکم عنقریب مسئلہ دوم میں آتا ہے ۱۲ منہ

سہ ثبوت حرمت کے لئے پکڑنا اور ہاتھ لگانا وہی معتبر ہوگا جس کی تفصیل ابھی صفحہ ۱۵۰ کے حاشیہ میں گذر چکی ہے۔ مطلقاً پکڑنا یا ہاتھ لگانا معتبر نہیں ۱۲ منہ

للعہ شامی وغیرہ کی عبارت سے مستفاد ہوتا ہے کہ غلبۂ ظن اور اکبر رائے کی نفی پر حلف کر لینا کافی ہے ہمارے محاورہ میں یہ الفاظ اس کا ترجمہ ہے اگر کسی جگہ کا عرف اس کے خلاف ہو تو اہل عرف سے تحقیق کر کے وہاں کے مناسب الفاظ تجویز کر لئے جاویں ۱۲ منہ

اور اگر گواہی میں یہ تفصیل ہے کہ دہن اور رخسار پر بوسہ دینے اور شرمگاہ یا عضو مخصوص چھونے اور پستان چھونے کے دعوے میں تو صرف ان افعال کی شہادت دینے سے حرمت مصاہرت ثابت ہو جائے گی شہوت کا اذکار مسموع نہ ہوگا اور تفریق کا حکم کر دینا لازم ہوگا اور پیشانی یا سر وغیرہ پر بوسہ دینے اور باقی بدن چھونے میں اگر یہ شہادت ہو کہ یہ افعال شہوت کیساتھ ہوئے تھے (اور اس کا علم قرائن سے شاہدین کو ہو سکتا ہے) تو اس گواہی سے حرمت مصاہرت ثابت ہو جائے گی۔ ورنہ صرف افعال پر شہادت دینا کالعدم ہے اُسکی بناء پر تفریق کا حکم نہ کیا جائے گا بلکہ خاوند سے حلف لیا جائے کہ یہ افعال شہوت سے نہیں تھے اگر حلف کرلے تو خیر ورنہ تفریق کا حکم کر دیں گے۔

ایک ضروری فائدہ

یہ تو ظاہر ہے کہ حرمت مصاہرت جن واقعات سے ثابت ہوتی ہے اُن میں احد الزوجین کے ساتھ ایک اور کی بھی شرکت ہوتی ہے اور واقعہ کی صحت اور عدم صحت و نیز شہوت کے وجود و عدم کا اُس کو بھی علم ہوتا ہے لیکن باوجود سعی بسیار کہیں یہ جزئیہ نہیں ملا کہ مقدمہ میں اُس سے بیان لیا جاوے گا یا نہیں اگر اُس کا بیان ہو تو وہ کیا حیثیت رکھتا ہے لیکن قواعد میں غور و خوض کے بعد رجحان اس طرف ہوا ہے کہ وہ مدعا علیہ نہیں، اس واسطے اس کو مدعا علیہ بنا کر بیان پر مجبور نہ کیا جائے بلکہ اس کو ایک شاہد سمجھا جائے، اور اس کی شہادت معتبر ہونے نہ ہونے میں یہ تفصیل ہے کہ اگر وہ شخص اپنے دوسرے افعال و اقوال کے اعتبار سے عادل ہو اور اس واقعہ میں بھی کسی ایسے فعل کا اقرار نہیں ہے جو مسقط عدالت ہو (مثلاً وطی بالشبہ وغیرہ کا بیان دے) تب تو اُس کی شہادت مقبول ہونے میں کوئی شبہ نہیں، اور اگر کوئی ایسا فعل بیان کرے کہ جس سے اُسکا فسق ثابت ہوتا ہو تو اسکی یہ شہادت معتبر ہوگی یا نہیں، ہمیں بعض وجوہ سے تردد ہے بوقت ضرورت کتب مذہب اور علماء سے تحقیق کرلی جاوے البتہ اگر یہ مرد ہو تو اس نے جو شہادت دی ہے وہ خود اس کے حق میں اقرار ہے اگر آئندہ کسی ایسی عورت سے نکاح کرے جو اس عورت کے اصول و فروع میں سے ہو یا پہلے سے کوئی ایسی عورت اس کے نکاح میں ہو تو ماخوذ بالاقرار ہوگا۔ کما لایخفیٰ واللہ اعلم بالصواب

مسئلہ اول اگر خاوند کو غالب گمان ہو کہ ایسا واقعہ ضرور ہوا ہے جس سے حرمت مصاہرت متحقق ہو گئی

ف۵ یعنی اس صورت میں قاضی تفریق نہ کرے گا یہ دوسری بات ہے کہ عورت کو تمکین جائز نہ ہو جبکہ دعوے فی نفسہ صحیح ہو جیسا کہ مسئلہ دوم میں آتا ہے ۱۲ منہ +

تو اُس کا انکار کرنا حرام ہے، اگر اُس نے جھوٹا حلف کر لیا اور اُس پر قاضی نے فیصلہ کر دیا تو اس کی تفصیل ابھی مسئلہ دوم میں آتی ہے۔

مسئلہ دوم اگر عورت کا دعوے صحیح تھا مگر شہادت معتبرہ پیش نہ ہو سکی اور خاوند نے حلف کر لیا اس واسطے قاضی نے مقدمہ خارج کر دیا یعنی نہ تفریق کی نہ زوجیت میں رہنے کا حکم دیا تو اس عورت کیلئے جائز نہیں کہ اپنے اختیار سے شوہر کو اپنے نفس پر قدرت دے، بلکہ خلع وغیرہ کے ذریعہ اپنے آپ کو اُس سے علیحدہ کرنے کی کوشش کرے، اور اگر کوئی تدبیر کارگر نہ ہو تو جہاں تک اپنا بس چلے اس شوھر کو کبھی پاس نہ آنے دے۔ اور اگر قاضی نے عورت کا دعویٰ رد کرنے کیساتھ یہ حکم بھی کر دیا کہ بدستور شوہر کی زوجیت میں ہے تو اس صورت میں عورت کو تمکین جائز ہے یا نہیں۔ اس کے متعلق نہ تو کوئی جزئیہ ملا اور نہ قواعد سے کچھ احقر کی فہم ناقص میں آیا۔

لیکن حضرت حکیم الامۃ دامت برکاتہم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اس صورت میں بھی عورت کو تمکین جائز نہیں۔ نیز یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ مجھ کو اس میں شرح صدر ہے کچھ تردد نہیں، اور مفتی صاحب دار العلوم دیوبند نے بھی اس میں موافقت فرمائی مگر احقر کو ہنوز شرح صدر نہیں ہوا۔

ہاں یہ ظاہر ہے کہ جب تک کسی جزئیہ سے یا قواعد سے شرح صدر کے ساتھ جواز تمکین ثابت نہ ہو اُس وقت تک حضرت والا کے ارشاد پر عمل واجب ہے۔

خیار بلوغ

نابالغ لڑکے اور لڑکی کا سب سے مقدم ولی باپ ہے اگر باپ نابالغ کا نکاح کر دے تو وہ نکاح لازم ہو جاتا ہے یعنی بلوغ کے بعد بھی لڑکے لڑکی کو اُس کے فسخ کرانے کا اختیار نہیں رہتا خواہ کفو میں نکاح کیا ہو یا غیر کفو میں۔ اور مہر مثل مقرر ہوا ہو یا مہر میں غبن فاحش کیا ہو۔ (غبن فاحش لڑکی کے بارہ میں تو یہ ہے کہ اُسکی مہر مثل سے اتنی کمی کر دے) جو جتنی کمی عموماً گوارا نہیں ہو سکتی، اور لڑکے کے بارہ میں یہ ہے کہ اس کا نکاح جس لڑکی سے ہوا ہے اُس لڑکی کے مہر مثل سے اتنا زیادہ مہر مقرر کیا کہ اُس زیادتی

عـــہ اگر کوئی با اولاد عورت یا مرد مجنون ہو جائے تو اُس کا سب سے مقدم ولی بیٹا ہے اور بیٹے کا کیا ہوا نکاح سب احکام میں اُس نکاح کے برابر ہے جو باپ نے کیا ہو ۱۲ منہ

عـــہ یہ حکم جب ہے جبکہ نکاح کرنے کے وقت باپ کو غیر کفو ہونے کا علم ہو اور اگر اُس نے زوج یا ولی زوج کے بیان کی بنا پر کفو سمجھ کر کیا تھا اور بعد میں ثابت ہوا کہ کفو نہیں تو اُسکا حکم خیار کفاءت میں معلوم ہوگا۔ ۱۲ منہ

کو عموماً ناگوار سمجھا جاتا ہو)

مگر غیر کفو کے ساتھ اور غبن فاحش پر نکاح کے صحیح ہونے کیلئے دو شرطیں ہیں۔

اول یہ کہ۔ وہ شخص نکاح کرنے کے وقت ہوش حواس سالم رکھتا ہو۔ پس اگر نشہ کی حالت میں ایسا کیا تو نکاح بالکل ہی باطل ہے۔

دوسری شرط۔ یہ ہے کہ معروف بسوء الاختیار نہ ہو یعنی اس کے قبل کوئی واقعہ ایسا نہ ہوا ہو جسکی بناء پر عموماً خیال ہو جاوے کہ یہ شخص معاملات میں لالچ وغیرہ کی وجہ سے مصلحت اور انجام بینی کو مد نظر نہیں رکھتا پس اگر کوئی شخص لالچ یا ناعاقبت اندیشی کے سبب بد تدبیری میں مشہور و معروف ہو وہ اگر نابالغ بیٹے یا بیٹی کا نکاح غیر کفو سے کر دے یا مہر میں غبن فاحش کرے تو وہ نکاح بھی بالکل باطل ہے اور جو فاسق متہتک یعنی بیباک اور بے غیرت ہو وہ بھی سیٔ الاختیار کے حکم میں ہے، اس کو خوب یاد رکھیں اکثر لوگ اس سے ناواقف ہیں۔ اور ان دونوں شرطوں کا حاصل یہ ہے کہ جب اس نے نکاح کیا ہے اس وقت اس کی ظاہری حالت سے کم از کم خیر خواہی کی توقع ہو سکتی ہو۔

اور جب باپ نہ ہو تو دادا ولی ہوتا ہے اور دادا جو نکاح کر دے اس میں بھی وہی تفصیل ہے جو باپ کے متعلق گذر چکی یعنی مذکورہ دو شرطیں اگر پائی جاویں تب تو نکاح لازم ہو جاتا ہے ورنہ بالکل باطل ہو۔

اور دادا کے بعد بھائی چچا وغیرہ کو بترتیب حق ولایت پہونچتا ہے مگر وہ باپ دادا کے برابر نہیں بلکہ اُن کا حکم جدا ہے یعنی اگر باپ دادا کے سوا کوئی دوسرا ولی نابالغ لڑکے یا لڑکی کا غیر کفو میں نکاح کر دے یا مہر غبن فاحش کے ساتھ مقرر کر دے تب تو نکاح بالکل ہی نہیں ہوتا خواہ اُس نے نہایت ہی خیر خواہی سے ایسا کیا ہو۔

اور اگر کفو کے ساتھ مہر مثل پر کیا ہو تو اُس وقت نکاح صحیح تو ہو جاتا ہے ولیکن لازم نہیں ہوتا یعنی لڑکے لڑکی کو بالغ ہونے پر اختیار رہتا ہے کہ اس نکاح کو باقی رکھیں یا فسخ کرا لیں جس کی شرط ابھی آتی ہے اور اختیار کو خیار بلوغ کہا جاتا ہے۔

عہ اگر باپ دادا خود نکاح پڑھاویں تب بھی یہی حکم ہے اور اگر مقدار مہر معین کر کے کسی معین شخص سے نکاح پڑھانے کے لئے کسی کو وکیل بنا دیا ہے تب بھی یہی حکم ہے لیکن اگر کسی شخص کو مہر کی مقدار اور شوہر کی تعیین کئے بدون ہی وکیل بنا دیا کہ میری لڑکی کا کسی جگہ نکاح کر دو تو اُس وکیل کو غیر کفو سے اور غبن فاحش پر نکاح کرنے کا اختیار نہیں اگر کر دیا تو باطل ہے ۱۲ منہ۔ عہ شریعت نے خاص ترتیب کے ساتھ یکے بعد دیگرے ولایت کا حق بہت لوگوں کو دیا ہے جس کی تفصیل کتب فقہ سے معلوم ہو سکتی ہے ۱۲ منہ

اور خیارِ بلوغ میں نکاح فسخ ہونے کے لئے قضائے قاضی ہر حال میں شرط ہے بدون قضائے قاضی کسی حال میں نکاح فسخ نہیں ہوسکتا اور جہاں قاضی نہ ہو وہاں مسلمان حاکم یا پنچایت (جس کے شرائط حیلۂ ناجزہ جزو دوم کے مقدمہ میں مذکور ہیں) تمامی الترتیب فسخ کرسکتی ہے۔

فائدہ: قضاءِ قاضی کی ضرورت

تنبیہِ ضروری

خیارِ بلوغ حاصل ہونے کی شرائط اور اس کی تفصیل

بالغ ہونے پر[1] فسخ نکاح کا جو اختیار حاصل ہوتا ہے اُس میں اس امر کا خیال رکھنا بھی نہایت ضروری ہے کہ وہ کب تک باقی رہتا ہے اور کس کس وجہ سے نکاح لازم ہوکر فسخ کا اختیار باطل ہوجاتا ہے۔ لہٰذا اُس کی تفصیل بیان کی جاتی ہے تاکہ لڑکی کے وقت اس کا خاص طور پر دھیان رکھا جائے۔

تفصیل یہ ہے کہ جو لڑکی بالغ ہونے پر نکاح توڑنا چاہتی ہے اگر وہ باکرہ[2] ہو تو اُس کو اختیار فسخ حاصل ہونے کے لئے یہ شرط ہے کہ جس وقت آثارِ بلوغ[3] ظاہر ہوں اُسی وقت فوراً بلا کسی تاخیر کے زبان سے یہ کہدے کہ میں اس نکاح پر راضی نہیں چاہے اُس وقت کوئی اُس کے پاس موجود ہو یا نہ ہو ہر حال میں فوراً زبان سے کہنا شرط ہے۔ البتہ اگر کھانسی یا چھینک وغیرہ کی وجہ سے فوراً بولنے کی قدرت نہ ہوئی یا کسی نے جبراً منہ بند کردیا ہو تو اس مجبوری کی وجہ سے جو تاخیر ہوجائے اس کے باعث خیار باطل نہیں ہوتا بشرطیکہ مجبوری رفع ہوتے ہی فوراً کہدیا ہو اور بدون کسی مجبوری کے اگر زبان سے کہنے میں ذرا بھی دیر کی تو یہ اختیار باطل ہوگیا اور فسخ کرانا جائز نہ رہا اگر غلط بیانی کرکے نکاح فسخ کرا لیگی تو سخت گنہگار ہوگی۔ و نیز باکرہ کو اس کی بھی ضرورت ہے کہ زبان سے کہنے پر کم از کم دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کو گواہ بنالے تاکہ قاضی وغیرہ کے پاس معاملہ پیش ہونے پر کام آویں اور گواہ بنانے کا تفصیلی حکم عنقریب بعنوان "فائدہ موعودہ" آئے گا اُس کو ضرور دیکھ لیا جاوے۔

---

[1] یعنی چاہے لڑکا بالغ ہوکر فسخ کا خواہاں ہو یا لڑکی ۱۲ منہ

[2] باکرہ ہونے کا یہ مطلب ہے کہ نہ اس خاوند سے ہمبستری کی نوبت آئی ہو نہ اس سے قبل کسی اور خاوند سے ۱۲ منہ

[3] یہ جب ہے کہ پندرہ سال سے قبل آثارِ بلوغ ظاہر ہوجاویں ورنہ جس وقت پورے پندرہ سال کی عمر ہوجاوے اُس وقت کا اعتبار ہوگا مثلاً کوئی لڑکی رمضان سنہ ۴۰ھ کی ۷ تاریخ کو عین طلوع آفتاب کے وقت پیدا ہوئی اور رمضان سنہ ۵۵ھ تک کوئی علامت بلوغ کی نہ پائی گئی تو ۷ رمضان سنہ ۵۵ھ کو ٹھیک طلوع آفتاب کے وقت اُس کو شرعاً بالغ سمجھا جائے گا پس اگر اُس باکرہ نے اُسی وقت فوراً زبان سے نکاح فسخ کردیا تب تو اس کا اعتبار ہوگا ورنہ اگر ذرا بھی تاخیر کی تو خیارِ بلوغ باطل ہوگیا اور اسی طرح ثیبہ نے یا لڑکے نے وقت مذکور کے بعد قولاً یا فعلاً رضامندی ظاہر کردی تو نکاح لازم ہوجائے گا اور یہ بھی یاد رکھیں کہ عمر کا حساب قمری سال سے کیا جاوے انگریزی وغیرہ کا اعتبار نہیں ۱۲ منہ

اور اگر وہ لڑکی ثیبہ[۱] ہے تو پھر اُس کو فوراً کہنا ضروری نہیں بلکہ جب تک رضامند نہ ہوگی اُس وقت تک منظور رکھنے نہ رکھنے کا اختیار باقی رہتا ہے چاہے کتنا ہی زمانہ گذر جاوے صرف خاموش بیٹھنے کی وجہ سے ثیبہ کا خیار بلوغ باطل نہیں ہوتا۔ البتہ اگر بعد بلوغ زبان سے کہدے گی کہ یہ نکاح منظور ہے یا کوئی کام[۲] ایسا کرے گی جس سے رضامندی پائی جاوے تو اختیار باطل ہو جائے گا۔

اور لڑکے کا حکم بھی یہی ہے جو ثیبہ کا ہے یعنی بالغ ہوتے ہی فوراً زبان سے کہنا ضروری نہیں ہے بلکہ جب تک قولاً یا فعلاً[۳] منظور نہ کرے اُس وقت تک اختیار باقی رہتا ہے۔ پس اگر کسی لڑکے یا ثیبہ لڑکی نے بعد بلوغ ایک مرتبہ بھی زبان سے کہدیا کہ یہ نکاح منظور ہے تو اب فسخ کا مطالبہ حرام ہے خواہ اس منظوری کو بالکل تنہائی میں یا آہستہ کہنے کی وجہ سے کسی نے بھی نہ سُنا ہو۔ اسی طرح اگر بلوغ کے بعد تقبیل وغیرہ کی نوبت آئی ہو تب بھی خیار فسخ نہیں رہتا۔

اور یہ سب تفصیل جب ہے جبکہ بلوغ سے پیشتر اُن کو نکاح کی اطلاع ہو چکی ہو اور اگر کسی کو بلوغ سے پیشتر نکاح کی خبر ہی نہ ہوئی ہو تو جب خبر ملے تب خیار بلوغ حاصل ہوگا اور لڑکی لڑکے کے واسطے اختیار باقی رہنے نہ رہنے کی جو تفصیل ابھی گذری ہے اُس سب کا لحاظ خبر ملنے کے وقت سے کیا جائے گا۔

فائدہ موعودہ

باکرہ لڑکی بالغ ہونے پر جب نکاح نامنظور کرے تو اُس کو نامنظوری پر گواہوں کی بھی ضرورت پڑتی ہے جیسا کہ پیشتر گذر چکا ہے لیکن وہ مختصر تھا اس واسطے تفصیل لکھی جاتی ہے۔

تفصیل یہ ہے کہ اشہاد یعنی گواہ بنانے کی دو صورتیں ہیں۔

اوّل یہ کہ جس وقت بالغ ہوئی ہے اُس وقت اگر اُس کے پاس گواہ موجود ہیں تب تو اُسی وقت اُن کو کہدینا چاہئے کہ میں اب بالغ ہوئی ہوں اور اس نکاح کو فسخ کرانا چاہتی ہوں۔

دوسری صورت یہ کہ اُس وقت گواہ پاس نہ ہوں اس صورت میں زبان سے فوراً نامنظور کرکے گواہوں کو بلا لیا جاوے یا خود اُن کے پاس چلی جاوے اور گواہ چاہے جلدی ملجاویں یا دیر میں بہر دو

---

[۱] ثیبہ وہ ہے جس سے ہمبستری ہو چکی ہو خواہ اس خاوند سے یا اس سے پیشتر کسی اور خاوند سے ۱۲ منہ

[۲] مثلاً اُس کی رضامندی سے خاوند نے بوسہ وغیرہ لے لیا یا ہمبستری کر لی ۱۲ منہ

[۳] فعلاً منظور کرنے سے مراد وطی یا اُس کے دواعی وغیرہ ہیں۔ ۱۲ منہ

صورت اُن کے سامنے یہی کہنا چاہئے کہ میں اب بالغ ہوئی ہوں اور نکاح فسخ کرانا چاہتی ہوں یہ ہرگز ظاہر نہ کرے کہ تھوڑی دیر ہوئی بالغ ہو چکی ہوں حتیٰ کہ اگر گواہ صراحۃً بھی دریافت کریں کہ تو کب بالغ ہوئی ہے تب بھی مفصل واقعہ ذکر نہ کرے بلکہ یہی جواب دے کہ میں اب بالغ ہوئی ہوں یا صرف اتنا کہدے کہ میں نے بالغ ہوتے ہی نکاح کو توڑ دیا ہے کیونکہ مفصل واقعہ گواہوں سے ظاہر کر دے گی تو اُن کو گول مول گواہی دینا جائز نہ ہوگا اور تفصیلی شہادت دی تو یہ شہادت اُس کے حق میں مفید نہ ہوگی اور مجمل واقعہ سن کر گواہی دینا جائز ہے اُن کو نہ اس کی ضرورت ہے کہ تفصیل دریافت کریں نہ اس کا حق ہے۔

پھر قاضی کے یہاں درخواست دینے کی تین صورتیں ہیں

قاضی کے یہاں درخواست دینے کی تین صورتیں

اوّل اگر قاعدہ کے موافق گواہ ہو چکے ہیں تب تو قاضی یا اُس کے قائم مقام کی عدالت میں یوں درخواست پیش کرے کہ میں فلاں روز بالغ ہونے پر نکاح کو نامنظور کر چکی ہوں اور نامنظوری کے فلاں فلاں گواہ ہیں۔ اس واسطے میرا نکاح فسخ کر دیا جائے۔ اس درخواست پر شہادت کے بعد تفریق ہو جاویگی۔

دوم۔ اگر کسی کو معتبر گواہ میسر نہ ہوں یا گواہوں سے اس قسم کی تفصیل ظاہر کر دی جس سے اُن کو مفید گواہی دینا جائز نہ رہا تو پھر یہ صورت ہے کہ حتی الوسع جلد درخواست پیش کرے اور درخواست میں یہ ظاہر نہ کیا جائے کہ کب بالغ ہوئی ہے بلکہ صرف اتنا کہے کہ میں نے بالغ ہوتے ہی نکاح فسخ کر دیا ہے لہذا فسخ کا حکم دیدیا جائے اگر قاضی دریافت بھی کرے کہ کب بالغ ہوئی ہے تب بھی نہ بتلا دے اگر بتلا دیا تو پھر تفریق نہ ہو سکے گی۔ اور ایسی درخواست پر صرف حلف لیکر نکاح فسخ کر دیا جاوے گا۔

سوم۔ ایک صورت درخواست کی یہ ہے کہ صاف یوں کہدے کہ میں ابھی بالغ ہوئی ہوں اور یہ نکاح مجھے منظور نہیں اس واسطے فسخ کرانا چاہتی ہوں، اس صورت میں نہ کسی گواہ کی حاجت ہے نہ حلف کی بلکہ بدون شہادت اور حلف ہی قاضی اس درخواست کو قبول کر کے نکاح کو فسخ کر دے۔

تنبیہ۔ اگر حقیقۃً بالغ ہوتے ہی فوراً زبان سے کہدیا ہے کہ میں اس نکاح کو فسخ کرتی ہوں تب تو اُس کو جائز ہے کہ گواہوں سے یا قاضی سے اصل واقعہ چھپا کر یہ کہدے کہ میں ابھی بالغ ہوئی ہوں۔ اور

ف ایک امر قابل لحاظ یہ بھی ہے کہ ان تینوں صورتوں میں سے پہلی صورت میں یعنی جب گواہ ہو چکے ہوں تو اس سے ایک ماہ تک درخواست کی مہلت ہے اگر ایک ماہ گذر گیا تو خیار فسخ جاتا رہا اور دوسری صورت میں حتے الوسع جلدی کرنا لازم ہے لیکن اس تعجیل کی کوئی خاص تحدید کتب فقہ میں باوجود تلاش کے نہیں ملی البتہ خلاصۃ الفتاوٰی کی ایک روایت سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ چند روز تک مقدمہ پیش نہ ہوا تو خیار ساقط ہو جائے گا اور تیسری صورت کا حکم بھی قواعد سے وہی معلوم ہوتا ہے جو دوسری صورت کا۔ تنبیہ۔ چونکہ اس حاشیہ کا یہ سب مضمون قواعد سے لکھا گیا ہے۔ اس لئے عمل کے وقت احتیاطاً اپنے کسی معتقد فیہ عالم محقق سے بھی دریافت کر لینا ضروری ہے ۱۲ منہ

اگر بلوغ کے بعد اس کہنے میں ذرا بھی دیر کر دی تھی تو خیار فسخ باطل ہو گیا اب اُس کو ہرگز جائز نہیں کہ شہادت اور درخواست کے قبول ہونے کا حیلہ کرے۔ اگر حیلہ کرے گی تو سخت گناہ گار ہوگی۔

خیارِ کفاءت

غیر کفو میں نکاح ہونے کی کئی صورتیں ہیں بعض میں نکاح بالکل باطل ہے اور بعض میں صحیح اور لازم ہو جاتا ہے یعنی فسخ کا اختیار بھی نہیں رہتا اور بعض میں صحیح تو ہو جاتا ہے مگر لازم نہیں ہوتا بلکہ فسخ کا اختیار رہتا ہے۔ یہاں اصل مقصود تو انہیں صورتوں کا بیان کرنا ہے جن میں خیار فسخ ہو کیونکہ قضائے قاضی کی ضرورت صرف انہیں میں پڑتی ہے مگر ہم تتمیم فائدہ کے لئے سب صورتیں درج کرتے ہیں اور ہر ایک کا جداگانہ حکم لکھتے ہیں جن کی تفصیل یہ ہے۔

پہلی صورت یہ کہ بالغ عورت بغیر اذن ولی عصبہ کے غیر کفو میں نکاح کرلے اس صورت میں فتوے اس پر ہے کہ نکاح صحیح نہیں ہوتا بلکہ بالکل باطل ہے حتیٰ کہ اگر نکاح کے بعد ولی عصبہ جائز بھی رکھے تب بھی صحیح نہیں ہوتا کیونکہ نکاح سے قبل اجازت کا ہونا شرط ہے، لہٰذا عورت کو لازم ہے کہ ایسا ہرگز نہ کرے گی اگر کرے گی تو نکاح کالعدم ہونے کی وجہ سے ہمیشہ معصیت میں مبتلا رہے گی۔

فائدہ اسی سے اُس صورت کا بھی حکم معلوم ہو گیا جس میں عورت کو شوہر کے غیر کفو ہونے کا علم نہ ہو اور کفو ہونے کی شرط کر کے یا بلا شرط نکاح کیا ہو اور بعد میں معلوم ہو جائے کہ وہ شخص کفو نہیں ہے تو عورت پر واجب ہے کہ معلوم ہوتے ہی اُس سے الگ ہو جائے کیونکہ قول مفتی بہ کے موافق غیر کفو سے بدون اذن ولی نکاح درست نہیں ہوتا تو جس وقت اس کا غیر کفو ہونا ظاہر ہو گیا اُس وقت ثابت ہو گیا کہ نکاح اول ہی سے باطل تھا۔

دوسری صورت یہ کہ باپ دادا کے سوا کسی دوسرے ولی نے نابالغ کا نکاح غیر کفو میں کر دیا ہو یا باپ دادا نے کیا مگر وہ معروف بسوء الاختیار یا فاسق متہتک ہو یا نشہ کی حالت میں نکاح کیا ہو اس صورت میں بھی نکاح بالکل باطل ہے۔

عہ رہا یہ کہ اگر قاضی نے اُس کی دروغ بیانی پر دھوکہ کھا کر نکاح فسخ کر دیا تو کیا حکم ہوگا اس کی تحقیق اصل رسالہ میں خیار بلوغ کے ختم پر موجود ہے علماء کے ذریعہ سے معلوم ہو سکتی ہے۔ ۱۲ منہ

عہ اور اگر عصبہ نہ ہونے کی حالت میں کسی اور کو ولایت نکاح پہونچتی ہو تو بالغہ کو نکاح بغیر الکفو میں اُس کے اذن کی حاجت نہیں ۱۲ منہ

سہ معروف بسوء الاختیار اور فاسق متہتک کے معنی خیار بلوغ کے بیان میں مفصل گذر چکے ہیں وہاں دیکھ لئے جاویں ۱۲ منہ

تیسری صورت یہ کہ باپ دادا نے بدرستی ہوش و حواس نابالغ کا نکاح غیر کفو میں کیا ہے اور وہ باپ دادا نہ فاسق متہتک ہو نہ معروف بسوء الاختیار اس صورت میں نکاح لازم ہوجاتا ہے اس نابالغ کو فسخ کرا لینے کا کوئی اختیار نہیں ہے۔

اور یہ حکم عام ہے خواہ باپ دادا کو بوقت نکاح عدم کفارت کا علم تھا یا نہ تھا، ہر دو صورت میں نکاح لازم ہوجاتا ہے البتہ اگر دوسری صورت یعنی عدم علم کی صورت میں کفارت کی شرط پہ نکاح کیا ہو تو اس کا حکم جدا ہے جو صورت ششم میں آتا ہے۔

چوتھی صورت یہ ہے کہ بالغہ عورت کا نکاح باجازت ولی عدم کفارت کا علم ہوتے ہوئے غیر کفو میں ہوا حکم اس کا یہ ہے کہ نکاح صحیح اور لازم ہوجاتا ہے اور کسی کو فسخ کا اختیار نہیں رہتا یہ حکم سب اولیاء کے لئے عام ہے خواہ باپ دادا ہوں یا اُن کے علاوہ کوئی دوسرا ولی ہو لیکن فرق اتنا ہے کہ اگر لڑکی باکرہ ہے اور باپ دادا کی ولایت سے نکاح ہوا ہے تو اجازت کے لئے محض اس کا سکوت کافی ہوگا، اور اگر لڑکی ثیبہ ہے یا باپ دادا کے علاوہ کسی دوسرے ولی کی ولایت میں نکاح ہوا ہے تو اجازت صریحہ کی ضرورت ہے محض سکوت کافی نہیں۔

پانچویں صورت یہ ہے کہ بالغہ عورت کا نکاح باجازت ولی کسی ایسے شخص سے ہوا جس کی کفارت کا حال معلوم نہ تھا لیکن بوقت نکاح کفارت کی شرط کرلی تھی یا صراحۃً شرط تو نہ کی تھی مگر خاوند کی طرف سے کفو ہونا ظاہر کیا گیا تھا اور اس پر اعتماد کرکے نکاح کردیا ہو پھر خلاف ظاہر ہوا اور ثابت ہوا کہ کفو نہیں ہے حکم اس صورت کا یہ ہے کہ عورت کو بھی خیار فسخ حاصل ہوگا اور اس کے ولی کو بھی۔ لیکن اگر یہ عورت ہنوز باکرہ ہو تو اُس کا خیار سکوت سے باطل ہوجاوے گا۔ یعنی اگر اطلاع حال کے بعد فوراً کہدیا کہ مجھے اس سے نکاح رکھنا منظور نہیں تب تو اختیار باقی رہے گا اور بذریعہ حاکم مسلم فسخ کرا سکے گی ورنہ اگر نامنظوری ظاہر کرنے میں ذرا بھی تاخیر کی تو خیار فسخ باقی نہ رہے گا۔

یہ حکم اس وقت ہے جب کہ لڑکی ہنوز باکرہ ہو اور اگر ثیبہ ہوچکی ہے تو اس کے سکوت سے خیار باطل نہیں ہوتا بلکہ جب تک صراحۃً یا دلالۃً رضا نہ پائی جائے اُس وقت تک اختیار باقی رہے گا۔

اور یہی حکم ہے ولی کا کہ اُس کا خیار فسخ بھی محض سکوت سے باطل نہیں ہوتا بلکہ صراحۃً یا دلالۃً

ع ۵ مثلاً شوہر لمس و تقبیل وغیرہ کرلے یا مہر و نفقہ ادا کردے اور زوجہ اس کو لمس و تقبیل وغیرہ پر قدرت دے یا مہر وغیرہ قبول کرے تو یہ دلالۃً رضا ہے اور مہر کا قبول کرنا دلیل رضا اس وقت ہے جب کہ بلوغ سے پیشتر خلوت صحیحہ نہ ہوچکی ہو ۱۲ منہ

رضا کی ضرورت ہے۔ اور دلالۃً رضا کی صورت یہ ہے کہ مثلاً ولی مہر وغیرہ پر قبضہ کرلے۔

چھٹی صورت یہ کہ نابالغ لڑکے یا لڑکی کا نکاح اُس کے باپ یا دادا نے ایسے شخص سے کیا جسکو اُس کے بیان کی بنار پر کفو سمجھا گیا تھا یا کفو ہونے کی شرط کرلی گئی تھی، مگر بعد میں معلوم ہوا کہ غیر کفو ہے اس صورت میں یہ تفصیل ہے کہ بالغ ہونے سے پیشتر تو صرف باپ دادا کو اختیار ہے، اگر اُس نے فسخ نکاح کرادیا فسخ ہوجاوے گا اور اگر حقیقت ظاہر ہونے کے بعد بھی نکاح کو منظور رکھا تو لازم ہوجائے گا اور اگر باپ دادا نے سکوت کیا تو صرف اس کے سکوت سے اختیار باطل نہ ہوگا بلکہ باپ دادا کو بھی اختیار رہے گا اور بالغ ہونے پر لڑکے لڑکی کو بھی اختیار حاصل ہوجائے گا اس لئے بالغ ہونیکے بعد نکاح لازم ہونے کے واسطے دونوں کی رضامندی شرط ہے باپ دادا کی بھی اور لڑکے یا لڑکی کی بھی پس بلوغ کے بعد لڑکے یا لڑکی اور باپ یا دادا میں سے ایک بھی چاہے تو نکاح فسخ ہوسکتا ہے اگرچہ دوسرا بقائے نکاح پر رضامند ہوجاوے۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

بحمدہ تعالیٰ تتمہ کا خلاصہ ختم ہوا اب ضمیمہ کا خلاصہ آتا ہے۔

خ ــــــــــــــــــــــــ لاصۃ

حکم الازدواج

— مع —

اختلاف دین الازواج

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مذہب زوجین کے اختلاف کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ یہ اختلاف نکاح سے پہلے ہی موجود ہو۔ دوسرے یہ کہ بعد نکاح پیدا ہوجائے۔

عـ۵ اسی طرح مجنون و مجنونہ کا بیٹا ان احکام میں باپ کے برابر ہے جیسا کہ پیشتر گذر چکا ۱۲ منہ

عـ۵ اگر کفارت کی شرط نہ کی تھی اور نہ زوج نے اپنا کفو ہونا بیان کیا تھا بلکہ باپ دادا نے محض اپنے گمان سے کفو سمجھکر نکاح کردیا تھا پھر ظاہر ہوا کہ کفو نہیں تو اس صورت میں خیار کفارت ہونے یا نہ ہونے میں باوجود تتبع اور مراجعت علماء کو کوئی امر منقح نہ ہوسکا اور نہیں قواعد سے رجحان اس کو معلوم ہوتا ہے کہ اس صورت میں خیار فسخ نہ دیا جاوے مگر عمل کے وقت اہل علم اُن جزئیات کو دیکھکر جنکا حوالہ اصل تتمہ کے حاشیہ پر درج ہے کسی جانب کو خود ترجیح دیں ہماری ترجیح پر نہ رہیں ۱۲ منہ

پہلی صورت میں مسلمان عورت کا نکاح کسی کافر مرد سے کسی حال جائز نہیں خواہ کفر کی کوئی قسم ہو اسی طرح مسلمان مرد کا نکاح بھی کسی کافر عورت سے جائز نہیں البتہ اگر عورت کتابیہ یعنی یہودیہ یا نصرانیہ وغیرہ ہو تو اُس سے مسلمان مرد کا نکاح دو شرطوں کے ساتھ ہو سکتا ہے۔

اول یہ کہ وہ عام اقوام یورپ کی طرح صرف نام کی عیسائی اور درحقیقت لامذہب دہریہ نہ ہو بلکہ اپنے مذہبی اصول کو کم از کم مانتی ہو اگرچہ عمل میں خلاف بھی کرتی ہو۔

دوسرے یہ کہ وہ اصل سے ہی یہودیہ یا نصرانیہ ہو اسلام سے مرتد ہو کر یہودیت یا نصرانیت اختیار نہ کی ہو۔

جب یہ دونوں شرطیں کسی کتابیہ عورت میں پائی جائیں تو اُس سے نکاح صحیح و منعقد ہو جاتا ہے لیکن بلا ضرورت شدیدہ اس سے بھی نکاح کرنا مکروہ ہے اور بہت مفاسد پر مشتمل ہے۔ اسی لئے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں مسلمانوں کو کتابیہ عورتوں کے نکاح سے منع فرما دیا تھا، اور جب عہد فاروقی میں کہ زمانہ خیر تھا ایسے مفاسد موجود تھے تو آج کل جس قدر مفاسد ہوں کم ہیں بالخصوص موجودہ اقوام یورپ کے ساتھ مسلمانوں کے تعلقات ازدواج تو بالکل ہی اُن کے دین اور دنیا کو تباہ کر دینے والے ہیں جن کا روزمرہ مشاہدہ ہوتا ہے۔

دوسری صورت یعنی نکاح کے بعد زوجین کا یا اُن میں سے کسی ایک کا مذہب بدل جائے اُس کے چار احتمال ہیں۔

پہلا احتمال یہ ہے کہ دونوں کافر تھے پھر ایک ساتھ دونوں مسلمان ہو گئے۔

دوسرا احتمال یہ ہے کہ دونوں مسلمان تھے پھر معاذ اللہ دونوں ایک ساتھ مرتد ہو گئے۔

اِن دونوں احتمالوں میں نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑتا بلکہ بعینہٖ قایم رہتا ہے۔

تیسرا احتمال یہ ہے کہ دونوں میں سے کوئی ایک مسلمان ہو جائے اور دوسرا بدستور کفر پر باقی رہے۔ اس کے دو جزو ہیں۔

ایک یہ کہ مرد مسلمان ہو جائے اور عورت کفر پر رہے اُس کا حکم یہ ہے کہ اگر عورت کتابیہ ہے تو نکاح پر کوئی اثر نہ پڑیگا بحالہ قایم رہے گا گو وہ اہل کتاب کا ایک مذہب چھوڑ کر دوسرا مذہب اختیار کرلے مثلاً یہودیہ سے نصرانیہ ہو جاوے یا بالعکس، اسی طرح اگر ایسا ہوا کہ جس وقت مرد مسلمان ہوا ہے اُسی

عہ گو ان دو احتمالوں میں اختلاف مذہب صادق نہیں آتا مگر استیعاب احکام کے لئے اُنکو بھی بیان کر دیا گیا ۱۲ منہ۔

عہ بشرطیکہ وہ اصل سے کتابیہ ہو پس اگر اسلام سے پھر کر کتابیہ ہو گئی تھی تو بغیر اسلام لائے اس عورت سے مسماۃ بھی نکاح نہیں ہو سکتا ۱۲ منہ

دوسری صورت کے احتمال اول و دوم کا حکم

تیسرے احتمال کے جزو اول کا حکم

وقت مجوسیہ بیوی نے اہل کتاب کا مذہب قبول کر لیا اس صورت میں بھی نکاح پر کوئی اثر نہ پڑے گا۔
البتہ اگر اس کا عکس ہو یعنی اسلام زوج کے بعد مجوسیت اختیار کر لی تو نکاح ٹوٹ جائے گا۔
اور اگر عورت غیر کتابیہ مثلاً ہندو یا مجوسیہ وغیرہ ہے تو اس میں یہ تفصیل ہے کہ یہ واقعہ "دارالاسلام" میں ہوا ہے تو قاضی اس کی عورت پر اسلام پیش کرے وہ بھی اسلام قبول کر لے تو نکاح بحالہ قایم رہیگا اور اگر وہ اسلام لانے سے انکار کر دے یا سکوت کرے تو نکاح فوراً فسخ کر دیا جائے۔ اور اگر واقعہ "دارالحرب" میں ہوا ہے تو وہاں عورت پر تین حیض گذر جانا ہی اسلام سے انکار کر دینے کے قائم مقام ہو جاتا ہے یعنی اگر عورت مسلمان نہ ہو اور تین حیض اسی حالت پر گذر جائیں تو نکاح خود بخود فسخ ہو جائیگا
دوسرا جزو یہ ہے کہ عورت مسلمان ہو جائے اور خاوند کفر پر باقی رہے تو خواہ یہ کافر کتابی ہو یا غیر کتابی ہر حال میں اس کا حکم یہ ہے کہ اگر واقعہ دارالاسلام کا ہے تو قاضی اُس کے خاوند پر اسلام پیش کرے اگر وہ مسلمان ہو جائے تو نکاح بحالہ قائم رہے گا، اور اگر اسلام قبول نہ کرے یا سکوت کرے تو قاضی ان دونوں میں فوراً تفریق کر دے، اور اگر واقعہ دارالحرب کا ہے تو عورت کو تین حیض گذر جانا ہی انکار اسلام کے قائم مقام ہو جاوے گا، اور بعد تین حیض گذر جانے کے عورت بائنہ ہو جائے گی۔

عدت کا حکم

(بصورت اسلام احد الزوجین)

اگر زوجہ اور شوہر دونوں دارالاسلام میں ہوں اور عرض اسلام کے بعد تفریق کی گئی ہے تب تو بالاتفاق عدت واجب ہے اور اگر دونوں میں سے ایک یا دونوں دارالحرب میں ہیں اور اس لئے عرض اسلام نہ ہو سکا بلکہ تین حیض گذر جانے کی وجہ سے بائنہ ہوئی ہے تو اس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر شوہر مسلمان ہوا ہے تو بالاتفاق عدت واجب نہیں۔ اور اگر عورت مسلمان ہوئی ہے تو صاحبین کے نزدیک اُس پر ان تین حیض کے علاوہ دوسرے تین حیض تک عدت گذارنا واجب ہے اور امام صاحب کے نزدیک عدت واجب نہیں اور احتیاط اسی میں ہے کہ صاحبین کے قول پر عمل کیا جاوے

ع۱ یعنی میاں بیوی دونوں دارالاسلام میں ہوں اور اگر ایک دارالاسلام میں ہو اور دوسرا دارالحرب میں تو تفریق قاضی نہیں ہو سکتی بلکہ تین حیض گذرنے پر بینونت ہو جاوے گی یعنی خود بخود نکاح جاتا رہے گا ۱۲ منہ
ع۲ یعنی اس کو اسلام کے بعد اُس زوجہ کی ہمشیرہ وغیرہ سے فوراً نکاح کر لینا جائز ہے اگر عدت واجب ہوتی تو انقضائی عدت سے قبل ہمشیرہ وغیرہ سے نکاح جائز نہ ہوتا ۱۲ منہ
ع۳ البتہ اگر یہ عورت حاملہ ہو تو امام صاحبؒ کے نزدیک بھی وضع حمل سے قبل اس سے نکاح جائز نہیں ۱۲ منہ

امام طحاوی رح نے اسی کو اختیار کیا ہے۔

چوتھا احتمال یہ ہے کہ زوجین میں سے کوئی معاذ اللہ مرتد ہوجاوے۔ اس کے دو جزو ہیں۔ ایک خاوند کا مرتد ہوجانا دوسرے زوجہ کا مرتد ہوجانا دونوں کے احکام جدا جدا درج ذیل ہیں اور اس چوتھے احتمال کے احکام پر اکابر علماء کے تصدیقی دستخط بھی ثبت ہیں۔

ف زوجین کے اختلاف مذہب کی پہلی صورت اور دوسری صورت کے ان چار احتمالوں میں سے اول کے تین احتمالوں کے احکام میں تو کوئی خفاو اختلاف نہ تھا اس لئے اُن کا مسودہ سب حضرات کے سامنے پیش نہیں کیا گیا بلکہ صرف حضرت حکیم الامۃ دام مجدہم اور چند حضرات کے ملاحظہ پر اکتفا کیا گیا اور چوتھے احتمال کی بعض صورتوں کے حکم میں کچھ خفاو اختلاف تھا اس لئے صرف اس احتمال کے احکام کو پیش کرکے سب حضرات کے دستخط حاصل کئے گئے ہیں۔

حکم ارتداد شوہر

اگر کسی عورت کا شوہر معاذ اللہ اسلام سے پھر جائے اور مرتد ہوجائے تو باجماع ائمہ اربعہ و باتفاق جمہور فقہاء اُس کا نکاح خود بخود فسخ ہوجاتا ہے قضاء قاضی اور حکم حاکم کی بھی کوئی ضرورت نہیں اور یہ ارتداد شوہر خلوت صحیحہ سے قبل ہوا ہے تو نصف مہر خاوند کے ذمہ ہے اور عورت پر عدت واجب نہیں۔ اور اگر خلوت صحیحہ کے بعد ارتداد ہوا ہے تو پورا مہر لازم ہے اور عورت پر عدت بھی واجب ہے نیز اُس مرتد پر عدت کا نفقہ بھی لازم ہے۔

حکم ارتداد زوجہ

بعض لوگوں نے مسائل نہ جاننے کے سبب علی الاطلاق یہ سمجھ رکھا ہے کہ اگر کوئی عورت مرتد ہوجائے تب بھی نکاح فسخ ہوجائے گا۔ اور اسی بنا پر بعض ناواقفیت سے تمام روایات فقہیہ کے خلاف یہ تفریع کر بیٹھے کہ اس نالائق کو تجدید اسلام کے بعد دوسرے خاوند سے نکاح کرنے کی اجازت ہے۔ یہاں تک کہ بعض کم بخت عورتوں نے اس کو خاوند سے رہائی حاصل کرنے کا سہل علاج سمجھ لیا اور ارتداد کی بلاء عظیم میں مبتلا ہوکر اپنی عمر بھر کے اعمال صالحہ برباد کردیئے حالانکہ شرعی طور پر پھر بھی اُن کا مقصد حاصل نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ اس صورت میں دوسرے شخص سے نکاح کی ہرگز اجازت نہیں بلکہ لازم ہے کہ تجدید اسلام اور تجدید نکاح کرکے پہلے ہی خاوند کے ساتھ رہے۔ چنانچہ تفصیل ذیل سے معلوم ہوگا

وہ تفصیل یہ ہے کہ عورت کے مرتد ہونے کی صورت میں مذہب حنفیہ میں تین قول ہیں
ایک[۱] ظاہر الروایۃ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ عورت کے مرتد ہونے سے نکاح تو فوراً فسخ ہو جائے گا لیکن پھر اس کو حبس وقید کر کے تجدید اسلام پر بھی اور اس پر بھی مجبور کیا جائیگا کہ وہ اپنے پہلے ہی خاوند سے تجدید نکاح کرے جیسا کہ قاضی خاں اور عالمگیری اور در مختار و شامی میں اسکی تصریح ہے کہ ظاہر الروایۃ جس میں فسخ نکاح کا حکم دیا گیا ہے اُس کے ساتھ یہ بھی مذکور ہے کہ عورت کو تجدید اسلام اور شوہر اول سے تجدید نکاح پر بزور حکومت مجبور کیا جائیگا خواہ اُسکے مرتد ہونے کی غرض خاوند اول سے علیحدہ ہونا ہی ہو یا حقیقۃً یا اُس کے عقائد بدل گئے ہوں دونوں صورتوں میں اُس کو تجدید نکاح پر مجبور کیا جائے گا۔ (کما صرح بہ الشامی)۔

دوسرا[۲] قول۔ مشائخ بلخ وسمرقند اور بعض مشائخ بخارا اسمٰعیل زاہد ابو النصر دبوسی اور ابو القاسم صفار وغیرہم کا فتویٰ ہے کہ عورت کے مرتد ہونے کی صورت میں نکاح فسخ ہی نہیں ہوتا بلکہ بدستور یہ عورت شوہر سابق کے نکاح میں رہتی ہے۔

تیسرا[۳] قول۔ وہ نوادر کی روایت ہے امام اعظم ابو حنیفہ رح سے کہ یہ عورت (دار الاسلام میں بھی) کنیز بنا کر رکھی جائے گی اور اس کے خاوند کا قبضہ اس پر بدستور سابق باقی رہیگا۔

حاصل یہ ہے کہ اگر عورت مرتد ہو جائے تو اُس کے نکاح کے بارہ میں حنفیہ کے تین قول ہوئے
ایک[۱] یہ کہ نکاح فسخ ہو جاتا ہے لیکن بعد تجدید اسلام اُس کو تجدید نکاح پر مجبور کیا جائیگا اور کسی دوسری جگہ نکاح کرنے کا اختیار نہ دیا جائے گا۔ (وھو ظاھر الروایۃ)۔
دوسرا[۲] یہ کہ نکاح فسخ ہی نہ ہوگا بلکہ وہ دونوں بدستور زن وشوہر رہیں گے۔
تیسرا[۳] یہ کہ عورت کو کنیز بنا کر رکھا جائے گا۔

ان تینوں اقوال میں اگرچہ کچھ اختلاف ہے لیکن اتنی بات پر تینوں متفق ہیں کہ عورت کو کسی طرح یہ حق نہ دیا جائے گا کہ وہ اپنے پہلے خاوند کے نکاح سے علیحدہ ہو کر دوسری جگہ نکاح کرے۔ اس لئے یہ بات متفق علیہ ہو گئی کہ عورت کو دوسری جگہ نکاح کا ہرگز اختیار نہ ہوگا۔

---

[۱] تفصیل اس مسئلہ کی یہ ہے کہ اگر عورت مرتد ہو کر دار الحرب میں چلی جاوے یا دار الحرب میں ہی مرتد ہو تو اُس کو کنیز بنانے پر ظاہر الروایۃ بھی متفق ہے نوادر اور ظاہر الروایۃ کا اختلاف صرف اس میں ہے کہ دار الاسلام میں رہتے ہوئے بھی کنیز بن سکتی ہے یا نہیں ۱۲ منہ

[۲] لیکن اس روایت پر فتویٰ دینے کیساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ تجدید اسلام اور تجدید نکاح سے قبل شوہر کو استمتاع یعنی صحبت وغیرہ کی اجازت نہ دی جاوے جیسا کہ متن میں بھی بحث عنوان بعض مسائل ضروریہ عنقریب آتا ہے ۱۲ منہ ✣

آب ہندوستان میں بحالت موجودہ اس متفق علیہ حکم پر عمل کرنا پہلی روایات کو اختیار کرتے ہوئے غیر ممکن ہے کیونکہ فسخ نکاح کا حکم دینے کے بعد پھر تجدید نکاح پر مجبور کرنے والی کوئی قوت مسلمانوں کے پاس موجود نہیں اور جہاں موجود ہوتی ہے وہاں بھی مشکلات کا سامنا ہوتا ہے اس لئے پہلے قول یعنی ظاہر الروایۃ پر عمل کرنا ہندوستان میں بحالت موجودہ غیر ممکن ہو گیا کیونکہ اس کے ایک جزو پر عمل کرنا اگرچہ اختیار میں ہے لیکن دوسرا جزو یعنی تجدید اسلام اور تجدید نکاح پر مجبور کرنا قطعاً اختیار میں نہیں۔

اور نوادر کی روایت پر عمل کرنا تو ظاہر الروایۃ سے بھی زیادہ مشکل بلکہ بحالت موجودہ غیر ممکن ہے۔ اس لئے اب بجز اس کے کہ مشائخ بلخ و سمرقند کے قول کو اختیار کر کے اسی پر فتویٰ دیا جائے کوئی چارہ نہ رہا۔

اور صاحب نہر کو اگرچہ ان مشکلات کا سامنا نہیں تھا جو آج ہم پر گذر رہی ہیں مگر وہ اپنے وقت میں اسی روایت پر فتویٰ دینے کو تجویز فرماتے ہیں اور اس کے خلاف کرنے کو سخت مشکل میں ڈالنا قرار دیتے ہیں۔

اور علامہ شامی بھی اس فتوے کی مخالفت نہیں کرتے اور جو کچھ فرمایا ہے وہ روایات نوادر پر قدرت ہونے کے وقت فرمایا ہے اور جب اس پر قدرت نہ ہو تو ان کے نزدیک بھی مشائخ بلخ و سمرقند کے قول پر فتویٰ دینا متعین ہے اسی طرح دوسرے فقہاء بھی اس قول کو نقل کر کے تردید نہیں کرتے پس ہندوستان میں بحالت موجودہ کہ حکومت مسلمانوں کی نہیں اس کے سوا مذہب حنفی پر عمل غیر ممکن ہے کہ مشائخ بلخ و سمرقند کے قول کے موافق یوں فتویٰ دیا جائے کہ عورت کے ارتداد سے نکاح فسخ ہی نہیں ہوتا بلکہ بدستور باقی رہتا ہے۔

بعض مسائل ضروریہ

مسئلہ نمبر ۱۔ مشائخ بلخ کے قول کے موافق جبکہ بقاء نکاح کا فتویٰ دیا جائے تو ساتھ ہی اس امر کا لحاظ رکھنا ضروری ہے کہ تجدید اسلام کے قبل شوہر کے لئے اس مرتدہ سے استمتاع یعنی جماع

لہ اسی طرح روایات نوادر یعنی استرقاق کی صورت میں بھی گو قبضہ مالکانہ خاوند کا اس پر ہو جائے گا لیکن استمتاع کو جائز نہ کہا جائیگا جیسا کہ امۃ مشرکہ سے باوجود قبضہ مالکانہ کے استمتاع جائز نہیں ۱۲ منہ +

اور اُس کے دواعی مثلاً تقبیل ولمس بالشہوۃ وغیرہ کو جائز نہ کہا جائے کیونکہ آیت کریمہ لا تنکحوا المشرکات حتی یؤمن سے کافر عورتوں کے ساتھ نکاح اور استمتاع کا حرام ہونا ظاہر ہے اور اس پر اجماع بھی ہے اور کتابیہ کا استثناء جو آیت والمحصنٰت من الذین اوتوا الکتاب میں وارد ہے۔ اُس سے کتابیہ اصلیہ مراد ہے وہ مرتدہ اس میں داخل نہیں جس نے اہل کتاب کا مذہب اختیار کر لیا ہو۔

اور قول مذکور پر بقاء نکاح سے یہ لازم نہیں آتا کہ حالت کفر میں صحبت و جماع و دواعی جماع بھی جائز رہیں۔ فقہ احناف میں ایسے نظائر موجود ہیں کہ باوجود صحت نکاح و بقاء نکاح کے جماع و دواعی جماع حرام ہوتے ہیں جیسے موطوءہ بالشبہۃ کہ اُسکا نکاح بدستور سابق قائم رہا مگر انقضائے عدت تک اُس سے ہمبستری وغیرہ بالکل حرام ہے۔ اسی طرح حاملہ من الزنا اگر غیر زانی سے نکاح کرلے تو گو نکاح صحیح ہو جاتا ہے مگر شوہر کو صحبت جائز نہیں ہوتی۔

مسئلہ نمبر ۲ حلت استمتاع کیلئے تجدید اسلام کا شرط ہونا آیت مذکورہ اور اجماع وغیرہ سے مسئلہ اولیٰ میں ثابت ہو چکا ہے پھر تجدید اسلام کے بعد ظاہر الروایۃ کے موافق تو تجدید نکاح بھی ضروری ہے بغیر اس کے استمتاع جائز نہیں۔ مگر مشائخ بلخ کے قول پر تجدید نکاح شرط نہیں۔

لیکن اس خاص جزو میں ظاہر الروایت کو ترک کرنے کی کوئی ضرورت داعی نہیں۔ لہذا تجدید نکاح کو بھی ضروری کہا جاوے تاکہ اسی میں احتیاط ہے۔

مسئلہ نمبر ۳ صورت مذکورہ میں تجدید نکاح کے لئے انقضائے عدت ضروری نہیں۔ (کما ھو ظاھر) لیکن تھوڑا سا مہر جدید ضروری ہے جو دس درہم سے کم نہ ہو جیسا کہ فتح القدیر وغیرہ میں مصرح ہے۔ اور مہر سابق کا بدستور واجب فی الذمۃ رہنا ظاہر ہی ہے۔ البتہ اگر قبل خلوت صحیحہ مرتد ہو گئی ہو تو مہر سابق ساقط ہو جاتا ہے۔

خلاصۂ فتویٰ

اس مجموعہ سے خلاصہ اس فتوی کا حاصل ہوا کہ عورت بدستور سابق اسی خاوند کے قبضہ اور نکاح میں رہیگی کسی دوسرے شخص سے ہرگز نکاح جائز نہیں۔

لیکن جب تک تجدید اسلام کر کے تجدید نکاح نہ کرے اُس وقت تک اس کی ساتھ جماع اور دواعی جماع کو جائز نہ کہا جاویگا۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم وھو المستعان وعلیہ التکلان

خاتمۃ الخلاصہ

یہ رسالہ حیلۂ ناجزہ اور اُس کے تتمۃ المختارات اور ضمیمہ حکم الازدواج کا خلاصہ ہے اب اُن علمائے کرام کی تصدیقات تینوں رسالوں کے متعلق جدا جدا ذیل میں درج کی جاتی ہیں جو اصل رسالہ مذکورہ کی ترتیب وتہذیب اور تصحیح تنقیح میں شریک رہے ہیں۔

تصدیقات متعلقہ حیلۂ ناجزہ

از امداد العلوم تھانہ بہون

الحمد للہ وکفی۔ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ وبعد فقد طالعت ہذہ الرسالۃ الفریدۃ + وملأت عینی بانوار تلک اللآلی النضیدۃ فوجدتھا فریدۃ فی الباب + ودرۃ یتیمۃ اخرجت من لجۃ العباب ؎

منہا الحیوۃ لکل حق میت	منہا المممات لکل قول زور
منہا البیاض لکل قلب اسود	منہا السواد لکل عین ضریر

وللہ در شیخنا فقد بالغ فی التحقیق والتنقیر + وبذل جہدہ فی التسہیل علی الامۃ المظلومۃ والتیسیر + جعل اللہ ہذا السعی مشکوراً + وہذا العمل مقبولاً مبروراً + وصلی اللہ علی سیدنا ومولانا محمد و

علی آلہ واصحابہ اجمعین۔

کتبہ بقلمہ اذل الخدام واحقر الغلمان ظفر احمد

التھانوی تغمدہ اللہ بالغفران والرضوان

۲۶ ذی الحجہ سنہ ۱۳۵۱ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بعد حمد وصلوٰۃ گذارش ہے کہ اس رسالہ شیض مقالہ کا نہایت ضروری ہونا بھی ظاہر ہے اور اس کا جامع مانع اور بیحد مفید ہونا بھی محتاج بیان نہیں۔ اس کو سرسری نظر سے دیکھنے والا بھی بیساختہ کہہ اٹھتا ہے ؎

زفرق تا بقدم ہر کجا کہ مے نگرم ۔۔۔ کرشمہ دامن دل میکشد کہ جا اینجاست

درحقیقت اس مسئلہ مرحومہ کی اس اہم مشکل کا حل حضرت اقدس ہی جیسے مجمع کمالات کا محتاج تھا آپ نے حسب ایماء تھانوی عفوذوفضل کو ایک عرصہ دراز تک اسکی تحقیق وتصنیف میں مبذول فرمایا ہے اس کا کچھ اندازہ وہی حضرات کر سکتے ہیں جن کو زمانہ تالیف میں حاضری کی دولت نصیب ہوئی ہو۔ حضرت والا نے بارہا ارشاد فرمایا ہے کہ مجھے اتنی مشقت عمر بھر کسی کام میں نہیں ہوئی۔ حق تعالیٰ حضرت والا ذات برکاتہم کے سایہ رحمت کو ہمارے سروں پر قائم دائم رکھے آمین ثم آمین

اب اہل ضرورت سے صرف اس قدر گذارش ہے کہ رسالہ ہذا میں جو قیود وشرائط درج ہیں وہ نہایت درجہ ضروری ہیں عمل کے وقت ان کو خوب پیش نظر رکھیں اور پوری طرح انکی پابندی کریں محض ضرورت کا بہانہ لیکر اتباع ہوا میں مبتلا نہ ہوں۔ نیز حضرات ارباب فتوی کی خدمت فیض درجت میں التماس ہے کہ فتوے کے وقت تمام شرائط کو بخوبی ملحوظ رکھنا ضروری تصور فرماویں۔ وھو الموفق للخیر والعاصم عن کل ضیر۔

الملتمسان

کمترین خدام کہترین غلام احقر عبدالکریم عفی عنہ	سراج احمد عفرلہ
از خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون	مدرس خانقاہ امدادیہ
۲۶ رمضان مبارک ۱۳۵۲ھ	۲۶ رمضان مبارک ۱۳۵۲ھ

مُہر
مدرسہ مظاہر علوم
سہارنپور

از مظاہر علوم سہارنپور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ حامداً ومصلیاً ومسلماً

اما بعد۔ ہم نے بامعان نظر وخوض تام اس فتوی الحیلۃ الناجزہ کو تقریباً سوا ماہ تک مسلسل مرۃ بعد مرۃ دیکھا اور سنا۔ ہم یقین کرتے ہیں کہ اس زمانہ میں حضرت حکیم الامۃ مجدد الملۃ مولانا تھانوی دامت برکاتہم جیسے فقیہ کو جو علاوہ ظاہری و باطنی علوم کی مہارت تامہ کے احوال زمانہ ومشکلات حاضرہ سے بخوبی واقف ہیں۔ یقیناً یہ حق حاصل ہے کہ فتوے کے لئے کسی دوسرے امام کے مذہب کو اختیار فرمالیں کیونکہ بوقت ضرورت شدیدہ دوسرے اماموں کے مذہب کو اختیار کرنا بھی فقہ حنفی کا ایک حکم ہے۔ بنا برعلیہ گذارش ہے کہ گو حضرت اقدس کا فتوی ہم جیسوں کی تائید و تصحیح کا اصلاً محتاج نہیں لیکن تحصیلاً للخیر والثواب ان مسائل کی تائید و تصحیح سے افتخار حاصل کرتے ہیں۔

حضرت اقدس دام ظلہ العالی نے اس فتوے میں حسن تحقیق و تدقیق و احتیاط سے کام لیا ہے وہ منت کش بیان نہیں۔ ہم صمیم قلب سے جناب باری عز اسمہ میں دست بدعا ہیں کہ وہ حضرت اقدس کو بایں فیوض و برکات تا دیر مسترشدین کے رؤس پر سلامت رکھے امین ہم یقین کرتے ہیں کہ حضرت اقدس کی مساعی جمیلہ تا قیامت امت مرحومہ میں مشکور رہیں گی۔

فجزاہم اللہ احسن الجزاء عنا وعن سائر المسلمین

عبداللطیف ناظم مدرسہ مظاہر علوم ۸ر محرم سنہ ۵۲ ہجری

بندہ عبدالرحمٰن غفرلہ (مدرس اول) مدرسہ مظاہر علوم ۸ر محرم سنہ ۵۲

محمد زکریا (کاندھلوی) عفی عنہ مدرس مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

محمد اسعد اللہ عفا عنہ مدرس مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

مہر دار الافتاء
جامعۂ اسلامیہ
دیوبند

از دار العلوم دیوبند

ہم سبھوں نے رسالہ (الحیلۃ الناجزۃ للحلیلۃ العاجزۃ) کو بغور و تدبر سُنا۔ یقیناً ہمارے دیار ہندیہ میں موجودہ حالات کے ماتحت بجز اس کے کوئی چارہ نہیں معلوم ہوتا کہ علماء مذہب حنفی رسالۂ ہذا کے مسائل مندرجہ کو معمول بہا قرار دیں اور اس پر فتوے دیں۔ قرون سابقہ میں بھی علماء حنفیہ نے مسئلہ مفقود وغیرہ میں ضروریات وقتیہ کی بنا پر یہی طرز اختیار کیا ہے۔

حضرت مؤلف دامت برکاتہم اور اُن کے معاونین کی مذکورۂ بالا مسائل میں مساعی بلیغہ اور انتہائی جد و جہد بے شک و بلا شبہ قابل ہزار ہا ہزار شکر و تحسین ہیں۔ اللہ تعالیٰ اُن کو ہر دو جہان میں جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین۔

العبد
ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ
(صدر مدرس)

العبد
عبد السمیع غفرلہ
(مدرس)

العبد
محمد رسول خاں عفا اللہ عنہ
(مدرس)

العبد
بندہ محمد ابراہیم عفی عنہ
(مدرس)

العبد
احقر العباد محمد طیب
(مہتمم)

العبد
بندہ سید محمد مبارک علی عفی عنہ
(نائب مہتمم)

العبد
ریاض الدین عفی عنہ
(مدرس)

العبد
بندہ اصغر حسین عفا اللہ عنہ
(مدرس حدیث)

العبد
مسعود احمد عفا اللہ عنہ
دار العلوم دیوبند
(نائب مفتی)

العبد
بندہ محمد شفیع غفرلہ
خادم دار الافتاء دار العلوم
(دیوبند)

العبد
محمد اعزاز علی امروہی (شیخ الفقہ والادب)

۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۲ ہجری

تصدیقات متعلقہ المنتارات

نظرنا فی التتمۃ فوجدناھا صحیحۃ — **اشرف علی** الحنفی عفی عنہ۔ الحادی عشر من رمضان سنہ ۱۳۵۲ھ

العبد الضعیف	العبد الضعیف
محمد شفیع غفرلہ خادم دار الافتاء بدیوبند	سراج احمد غفرلہ مدرس خانقاہ امدادیہ

لقد تشرفت بمطالعۃ ھذہ التتمۃ۔ فوجدتھا درۃ یتیمۃ۔ وحسناء وسیمۃ فللہ درّ من اخرجھا واستخرجھا وزینھا ووشحھا وتجرھا جزاہ اللہ تعالی عنی وعن سائر المسلمین خیر الجزاء واحسنہ۔ ورزقنی وایاہ عیشۃ مرضیۃ وعاقبۃ حسنۃ — وانا العبد المذنب ظفر احمد عفا اللہ عنہ ۲۹ رمضان سنہ ۱۳۵۲ھ

تصدیقات متعلقہ حکم الازدواج

از مدرسہ امداد العلوم تھانہ بھون

الاحکام کلھا صحیحۃ۔

اشرف علی

۶ ربیع الاول سنہ ۱۳۵۲ھ

عورت کو مرتد ہونے سے فسخ نکاح نہ ہونے پر جو کچھ جناب مفتی صاحب مد فیوضہم نے تحریر فرمایا ہے وہ بالکل درست ہے اس تحقیق انیق کی خاص جامعیت و ضرورت کو دیکھ کر بیساختہ یہ کلمات زبان پر آئے للہ در المجیب حیث اجاد واصاب فیما افاد واجاب۔

کمترین خلائق احقر عبدالکریم گمتھلوی عفی عنہ مقیم خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون۔ مورخہ ۱۴ رمضان سنہ ۵۲ھ

طالعت ھذہ الضمیمۃ الفخیمۃ۔ وتشرفت بتوسم ھذہ الدر الیتیمۃ۔ فللہ در من اخرجھا من الصدف الانیق۔ واستخرجھا من البحر العمیق۔ وانا موافق لجمیع ما فی الباب۔ ومسرور بضم ھذہ الضمیمۃ باصل الکتاب۔ واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ بقلم العبد المذنب ظفر احمد عفا عنہ۔ ۲۶ رمضان سنہ ۵۲ھ

از مدرسہ دار العلوم دیوبند

بالکل صحیح و درست ہے — فقیر سید اصغر حسین عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح — حسین احمد غفرلہ

الجواب صحیح — بندہ محمد ابراہیم عفی عنہ

الجواب صحیح — محمد رسول خان عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح — عبدالسمیع عفی عنہ

الجواب صحیح — مسعود احمد عفا اللہ عنہ

المجیب مصیب — ریاض الدین عفی عنہ

احقر العباد — محمد طیب غفرلہ

بندہ — سید محمد مبارک علی غفرلہ

از مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح — عبداللطیف عفا اللہ عنہ ناظم مدرسہ مظاہر علوم ۱۳ رمضان مبارک سنہ ۵۲ھ

الجواب صواب — بندہ عبدالرحمن غفرلہ مدرس مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح — محمد زکریا کاندھلوی مدرس مدرسہ مظاہر علوم

الراقمون (وھم الذین لخصوا الرسائل الثلث)

اشرف علی — احقر عبدالکریم عفی عنہ — بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ — بندہ محمد اسعد اللہ عفا عنہ

رفاق المجتہدین

للنظر فی

وفاق المجتہدین

ایک رسالہ وفاق المجتہدین نظر سے گذرا جسمیں مفقود کے متعلق ایک سوال کا اجمالی جواب دینے کے بعد مفصل جواب کیلئے مجیب نے آٹھ جزو قرار دیئے ہیں چنانچہ لکھتے ہیں۔ اب چاہتا ہوں کہ سوال کے بعض اجزاء کا تفصیلی جواب دوں مگر قبل جواب کے اجزائے سوال کو شمار کر لیجیے جنکی فہرست یہ ہے (۱) عاجزانہ مفلسانہ زندگی بسر کرتی ہے (۲) حرام کاری کا قوی اندیشہ ہے (۳) ساٹھ ستر برس گذرنے پر عورت شادی کے لائق نہ رہیگی پھر طویل مدت کیوں مقرر کی گئی (۴) جب مذہب (حنفیہ) میں میرے لئے جگہ نہیں تو (اس) مذہب میں رہ کر کیا کروں۔ (۵) مذہب حنفیہ پر تشدد کا الزام (۶) موطا امام مالک علیہ الرحمہ کی روایت کی تحقیق (۷) علمائے حنفیہ کا ضرورت کے وقت غیر مذہب پر فتوے دینے کی حقیقت (۸) مذہب حنفی کا اصلی حکم اور اس کی پوری تحقیق۔

بعد ازاں سب اجزاء کا نمبروار جواب لکھا ہے اور اصلی مدعا رسالہ ہذا کا یہ ہے کہ علمائے احناف مسئلہ مفقود میں جو مالکیہ کے مذہب پر فتوے دیتے رہے ہیں یہ درست نہیں۔ چونکہ یہ مدعا تصریحات فقہ کے خلاف ہے اور اس پر جو دلائل قائم کئے گئے ہیں وہ مخدوش ہیں۔ اس واسطے مختصر طور پر اس رسالہ کا جواب دینا ضروری معلوم ہوا لہذا معروض ہے کہ پانچویں جزو تک کے جواب کا تو یہ حاصل ہے کہ امام صاحب کا مذہب قوی ہے سو اس میں کوئی شک نہیں امام صاحب کا قول یقیناً راجح اور احتیاط پر مبنی ہے۔ لیکن قول مالکیہ کو اختیار کرنیکی یہ بنا نہیں ہے کہ مذہب امام کو ضعیف سمجھا گیا ہو بلکہ باوجود اس کو قوی اور راجح سمجھنے کے ضرورت کی وجہ سے خروج عن المذہب کی گنجائش دی گئی ہے۔

چھٹے جزو کے جواب میں مجیب نے اہم اشکال یہ بیان کیا ہے کہ رجوع کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول پر عمل کیسے جائز ہو سکتا ہے اسکا جواب تو یہ ہے کہ غالباً امام مالک علیہ الرحمہ رجوع کو تسلیم نہ کرتے ہوں گے جیسا کہ امام احمد علیہ الرحمہ رجوع کی روایت کو نہایت سختی سے رد کرتے ہیں چنانچہ مغنی میں ہے۔ قال الاثرم قیل لابی عبد اللہ (الی ان قال) قلت تروی من وجہ ضعیف ان عمر قال بخلاف هذا قال لا الا ان یکون انسان یکذب (صفحہ ۱۳۲ جلد ۹) اور جن محققین نے رجوع کی روایت کو صحیح فرمایا ہے انکے نزدیک اسکے راوی ثقہ ہونگے پس اختلاف کا منشا دراصل توثیق رواۃ میں اختلاف ہوگا اور اسکے نظائر بہت ہیں اور چونکہ روایت رجوع کی سند کہیں نظر سے نہیں گذری

اس واسطے منفصل حال روایت کا اور ان میں اختلاف کا معلوم نہیں ہو سکتا۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت عمرؓ کے علاوہ حضرت عثمان اور ابن عباس اور ابن عمر رضی اللہ عنہم کا بھی یہی مذہب ہے جیسا کہ مولانا لکھنوی ؒ نے ہدایہ کے حاشیہ میں بحوالہ ابن ابی شیبہ نقل کیا ہے اور ان سے رجوع مروی نہیں پس رجوع عمرؓ کے بعد بھی اس قول کو ان حضرات کی اتباع میں اختیار کر سکتے ہیں۔ ساتویں جزو کے جواب میں تین امور کی تحقیق ہے (اول) حنفیہ کے نزدیک دوسرے مذہب پر فتویٰ دینے کے ضوابط و شرائط کیا ہیں (دوم) جن لوگوں نے دوسرے مذہب پر فتویٰ دینا جائز بتایا ہے یہ قابل اعتماد ہیں یا نہیں (سوم) مالکیہ کا اصل مذہب کیا ہے۔

امر اوّل میں فقہاء کی چار عبارتیں درج ہیں۔ اوّل لا یفتی بغیر الراجح فی مذہبہ فاذا سئل عن حکم لا یجیب الا بما ھو صواب عندہ فلا یجوز ان یجیب بمذہب الغیر (از شامی) **دوم**۔ لو قیل لحنفی ما مذہب الامام الشافعی فی کذا یقول قال ابو حنیفۃ کذا (از درمختار)۔ **سوم** فان القاضی المقلد اذا خالف مشہور مذہبہ لا ینفذ حکمہ فی الاصح (از درمختار) لان المعتمد ان القاضی لا یصح قضاءہ بغیر مذہبہ خصوصاً قضاۃ زماننا (از شامی) **چہارم**۔ والتقلید ان جاز بشرط فہو للعامل لنفسہ لا للمفتی لغیرہ فلا یفتی بغیر الراجح فی مذہبہ (از شامی) ان سے یہ ثابت کیا ہے کہ مذہب غیر پر فتویٰ دینا اور فیصلہ کرنا جائز نہیں اسکا جواب یہ ہے کہ عبارت اولیٰ تو عبارت رابعہ کا جزو ہے پس اسکا جواب عبارت رابعہ کے جواب سے معلوم ہو جائیگا جو عنقریب آتا ہے۔ اور عبارت ثانیہ یعنی لو قیل لحنفی الخ ایک قول ضعیف پر مبنی ہے چنانچہ اسکے متعلق علامہ شامی نے تصریح کی ہے ھذا مبنی علی قول بعض الاصولیین لا یجوز تقلید المفضول مع وجود الافضل۔ اور مقدمہ میں ابن حجر سے تصریح نقل کی ہے کہ یہ قول ضعیف ہے حیث قال ثم اعلم انہ ذکر فی التحریر و شرحہ ایضا انہ یجوز تقلید المفضول مع وجود الافضل وبہ قال الحنفیۃ والمالکیۃ واکثر الحنابلۃ والشافعیۃ وفی روایۃ عن احمد وطائفۃ کثیرۃ من الفقہاء لا یجوز ثم قال بعد سطر وقد رأیت فی اخر فتاوی ابن حجر الفقہیۃ التصریح ببعض ذلک فانہ سئل عن عبارۃ النسفی المذکورۃ ای المذکورۃ فی المتن عن الاشباہ اذا سئلنا الخ ثم حرر ان قول ائمۃ الشافعیۃ کذلک ثم قال ان ذلک مبنی علی الضعیف من انہ یجب تقلید الاعلم دون غیرہ والاصح انہ یتخیر تقلید ای شاء ولو مفضولا وان اعتقدہ کذلک اھ پس یہ قول حجت نہیں اور اگر تسلیم کر لیا جائے تو عبارت ثالثہ و رابعہ کی طرح اسکو بھی عدم ضرورت پر محمول کیا جاویگا اور عبارت ثالثہ کے جواب میں شامی کی پوری عبارت نقل کر دینا ہی کافی ہے لہٰذا ذیل میں وہ عبارت درج ہے۔ درمختار میں عبارت ثانیہ مذکورہ بالا کے بعد ہے نعم لو قضی مالکی بذلک لنفذ کما فی البحر والنہر وقد نظمہ شیخنا السرملی الخ اس پر اول تو شامی نے یہ لکھا (نفذ) لانہ مجتہد فیہ وھذا کلہ رد علی ما فی البزازیۃ قال العلامۃ والفتوی فی زماننا علی قول مالک الخ۔ وعلی ما فی جامع الفصولین لو قضی قاض بانفصالہ عن تمادی الممتدۃ الطہر بعد مضی تسعۃ اشہر نفذ اھ لان المعتمد ان القاضی لا یصح قضاءہ بغیر مذہبہ خصوصاً قضاۃ

زماننا۔ پھر چند سطروں کے بعد فرمایا ہے قلت لکن هذا ظاهر اذا امکن قضاء مالکی به او تحکیمه اما فی بلادنا لا یوجد فیها مالکی یحکم به فالضرورة متحققة فکان هذا وجه ما مر عن البزازیة وجامع الفصولین فلا یرد قوله فی النهر انه لا داعی الی الافتاء بقول نعتقد انه خطأ یحتمل الصواب مع امکان الترافع الی مالکی یحکم به اهـ فتأمل۔ ولهذا قال الزاهدی وقد کان بعض اصحابنا یفتون بقول مالك فی هذه المسئلة للضرورة اهـ ثم رأیت ما بحثته ذکره محشی مسکین عن السید الحموی الخ۔ اسمیں علامہ شامیؒ نے خود تصریح فرما دی کہ قضاء بمذہب الغیر کے بارہ میں جو لا یصح کا حکم ہے وہ عدم ضرورت کیساتھ خاص ہے۔ اور صاحب نہر کے قول لا داعی اور مع امکان الترافع الخ سے بھی صاف واضح ہے کہ اگر ضرورت داعی ہو اور ترافع الی المالکی ممکن نہ ہو تو افتاء بمذہب الغیر پر انکو کوئی اشکال نہیں۔ اور عبارات رابعہ کا جواب اسی جواب سے معلوم ہوگیا کیونکہ فتویٰ اور قضا اس باب میں ایک ہی حکم رکھتے ہیں۔ درمختار رسم المفتی میں ہے وحاصل ما ذکره العلامة قاسم فی تصحیحه انه لا فرق بین المفتی والقاضی اهـ قلت ای فی اتباع ما رجحوه کما صرح به الشامی علاوہ ازیں عبارات مذکورہ بالا میں فتویٰ اور قضا دونوں کی اجازت مصرح ہے مثلاً بزازیہ کی عبارت میں فتوی کی تصریح اور جامع الفصولین کی عبارت میں قضا کی تصریح ہے۔ امر دوم کی جو تحقیق لکھی ہے کہ افتاء بمذہب الغیر کی ابتداء غیر معتمد مشائخ سے ہوئی ہے اسکا جواب اول تو یہ ہے کہ جب معتمد مشائخ نے اسکو قبول کرلیا تو وہ قول معتمد ہوگیا کما لا یخفیٰ۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ زاہدی وغیرہ سے اصل مسئلہ کی ابتدا نہیں ہوئی ان سے ابتدا صرف اسکی ہوئی ہے کہ خاص ان جزئیات میں افتاء بمذہب الغیر کو نقل کیا ہے ورنہ اصل مسئلہ افتاء بمذہب الغیر کا انکی نقل پر موقوف نہیں کیونکہ اصل مسئلہ تو متقدمین اور متاخرین کی تصریحات سے ثابت ہے چنانچہ استیجار علی تعلیم القرآن کے جواز پر متاخرین میں سے صاحب ہدایہ وقاضیخان اور صاحب کنز وغیرہ سب محققین فتویٰ دیتے ہیں اور متقدمین میں سے امام فضلی اور فقیہ ابو اللیث نے بھی فتویٰ دیا تھا جسکی تفصیل حیلہ ناجزہ باب دوم کے مقدمہ میں موجود ہے۔ اس سے صاف طور پر ثابت ہوا کہ ضرورت کے وقت مذہب غیر پر فتویٰ دینے کے جواز پر مشائخ کا اتفاق ہے اسکے بعد کسی خاص مسئلہ میں بالتخصیص فتویٰ منقول ہونیکی ضرورت نہیں رہتی پس اگر زاہدی وغیرہ کی نقل نہ ہوتی تب بھی اصل مسئلہ ثابت ہونیکے بعد تحقق ضرورت کیوقت مسئلہ مبحوث فیہا میں فتویٰ دیسکتے تھے اور اب انکی نقل سے تائید ہوگئی خاصکر جب محققین نے انکی نقل کو قبول کرلیا غرض زاہدی وقہستانی کا ضعف اس مسئلہ کی نقل میں مضر نہیں کیونکہ وہ نقل صرف تائید کیواسطے ہے اصل مدار ان پر نہیں بلکہ مشائخ محققین یعنی امام فضلی وغیرہ پر ہے بلکہ مسئلہ افتاء بمذہب الغیر للضرورۃ کی اصل خود امام ابو یوسفؒ سے بھی منقول ہے چنانچہ شامی نے رسم المفتی میں بحوالہ بزازیہ نقل کیا ہے انه صلی الجمعة مغتسلا من الحمام ثم اخبر بفارة میتة فی بیر الحمام فقال ناخذ بقول اخواننا من اهل المدینة اذا بلغ الماء قلتین لم یحمل خبثا اهـ۔ اور اسکے بعد صاحب رسالہ نے ابن شحنہ سے بحوالہ شامی مسئلہ مفقود میں اخذ بمذہب الغیر پر ان الفاظ میں اعتراض نقل کیا ہے لکنه اعترض علی الناظم بانه لا حاجة للحنفی الی ذلك لان ذلك خلاف مذهبنا فنحن فیه اولی چونکہ اس اعتراض میں خود یہ لفظ موجود ہے ''لا حاجة للحنفی

الی ذالک" اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ابن شحنہ وغیرہ ضرورت کے تحقق میں کلام کر رہے ہیں نہ کہ تحقق ضرورت کے بعد فتوے اور قضا بمذہب الغیر کے جواز میں۔ اسکے بعد اسی امر دوم کے ختم کے قریب رسالہ کے صفحہ ۱۴ پر جو لکھا ہے کہ لوگ بہت تعجب کرینگے کہ جب علامہ شامی مذہب کے خلاف فتویٰ دینا منع کرتے ہیں اور زاہدی وقہستانی کو غیر معتبر کہتے ہیں پھر بعض مسائل جیسے مفقود اور ممتدۃ الطہر وغیرہ کے بارہ میں حرج اور ضرورت کیوقت امام مالک کے قول پر عمل کرنا کیوں جائز لکھتے ہیں اسکا جواب یہ ہے کہ علامہ شامی نے رفع حرج کیلئے مسئلہ کو ظاہر کر دیا ہے مگر خود نہ فتویٰ دیا اور نہ فتوی کی اجازت بلکہ یہانتک احتیاط کیا کہ بجائے لفظ لیفتی کے یحکم لکھا چنانچہ لکھتے ہیں حیث لو یوجد مالکی یحکم بہ۔ اسمیں یہ دعوی کہ شامی نے رفع حرج کیلئے مسئلہ کو ظاہر کر دیا مگر نہ خود فتوی دیا نہ فتوی کی اجازت" یہ نہایت ہی عجیب ہے کیونکہ وہ تو موضع ضرورت میں فتوی اور قضا بمذہب الغیر کی صاف تائید فرما رہے ہیں چنانچہ ممتدۃ الطہر کے باب میں انکا جو قول ہے وہ عبارت ثالثہ کے جواب میں گذر چکا اور زوجہ مفقود کے بارہ میں بھی اسی طرح صاف تائید کی ہے جیسا ابھی آتا ہے اور اسکے بعد جو لکھا ہے "بلکہ یہانتک احتیاط کیا کہ بجائے یفتی کے یحکم لکھا" اس جملہ کا کوئی صحیح مفہوم ہی معلوم نہ ہو سکا جو اس پر کچھ کلام کیا جاتا البتہ اتنی بات واضح ہے کہ اس جملہ سے شامی کا مقصود قضا وفتوی بمذہب الغیر کی تائید وحمایت ہے کیونکہ انھوں نے اول زوجہ مفقود کے بارہ میں مذہب مالک پر فتویٰ دینے کی تائید بزازیہ وغیرہ سے نقل کی ہے پھر لکھا ہے۔ واعترض فی النہر وغیرہ بانہ لاداعی الی الافتاء بمذہب الغیر لامکان الترافع الی مالکی یحکم بمذہبہ۔ بعد ازاں اُس کے جواب میں لکھا ہے لکن قدمنا ان الکلام عند تحقق الضرورۃ حیث لم یوجد مالکی یحکم بہ۔ بس سمجھ میں نہیں آتا کہ مؤلف رسالہ اپنے دعوی پر اس سے استدلال کس طرح کرنا چاہتے ہیں۔ بعد ازاں عنوان "حاصل تحریرات" کے اخیر میں جو درج ہے کہ اگر مالکی مذہب کے قاضی اور مفتی نہ ہوں تو مجبوراً مذہب مالکیہ کے پورے احکام کی پابندی کرتے ہوئے **احناف خود عمل کر سکتے ہیں**۔ اسمیں اول تو سخت اشکال یہ ہے کہ یہ اجازت دینا بھی تو فتوی ہے جس سے صاحب رسالہ دوسروں کو منع کر رہے ہیں کیا فتوے کیلئے خاص لفظ فتوے کی شرط ہے۔ دوسرے یہ کہ خود عمل کیسے ممکن ہے جبکہ مذہب مالکیہ میں قضائے قاضی شرط ہے اور قاضی کو قضا بمذہب الغیر سے صاحب رسالہ منع کرتے ہیں تیسرے عامی کو از خود تو اپنے مذہب کی ضعیف روایت پر بھی عمل کی اجازت نہیں جو مذہب غیر پر عمل کرنے سے اہون ہے چنانچہ شامی نے علامہ بیری سے نقل کیا ہے۔ ھل یجوز للانسان العمل بالضعیف من الروایۃ فی حق نفسہ نعم اذا کان لہ رأی اما اذا کان عامیا فلم ارہ لکن مقتضی تقییدہ بذی الرأی انہ لا یجوز للعامی ذلک قال فی خزانۃ الروایات العالم الذی یعرف معنی النصوص والاخبار وھو من اھل الدرایۃ یجوز لہ ان یعمل علیہا وان کان مخالفا لمذھبہ اھ پھر مذہب غیر پر عمل کی اجازت کیسے ہو سکتی ہے۔ چوتھے عامی کو مذہب غیر معلوم کیسے ہو گا جبکہ اہل علم کو اس رسالہ میں بتلانے تک سے بھی منع کیا گیا ہے گو پھر خود بتلا بھی رہے ہیں اور اُس پر عمل کی اجازت بھی دے رہے ہیں۔

امر سوم کی تحقیق میں روایات مختلفہ نقل کر کے جو اضطراب ظاہر کیا گیا ہے اُس کا مختصر حل یہ ہے کہ ابن ابی شیبہ کی روایت کہ "حاکم امر کند ولی فقید را بطلاق زن وبایں رفتہ مالک" کتب مالکیہ بلکہ خود مدونہ امام مالک کی تصریحات کے خلاف ہونیکے سبب قابل اعتماد نہیں اور مسک الختام کی عبارت "اگر زن بست سال ماندہ رفع بحاکم کند اجل برائے او از سر نو گیرند واگر صغیرہ یا آئسہ یا زوج او صغیر ست ہمیں چار سال باشدم" کا محل غلط ٹھیر اکر یہ ترجمہ کیا گیا ہے کہ چار سال کی مدت صرف صغیرہ اور آئسہ یا زوجۃ الصغیر کے لئے ہے اس لئے شبہ میں پڑ گئے ورنہ اُسکا تو صاف اور سیدھا مطلب یہ ہے کہ صغیرہ اور آئسہ کیلئے بھی وہی چار سال کی مدت ہے جو کبیرہ حائضہ کیلئے اس سے پیشتر بیان ہوئی نہ معلوم اس کے یہ معنی کس طرح قرار دے لئے کہ صغیرہ کا اور حکم ہے اور کبیرہ کا اور۔ اب وہ رہ گئیں درمختار اور فتح الباری کی روایتیں سو ان میں اجمال اور تفصیل کا فرق ہے اور یہ اضطراب نہیں کہلاتا اور گو فتح الباری سے کسی قدر تفصیل معلوم ہو گئی مگر در اصل فتح الباری کی روایت بھی مجمل بلکہ موہم ہے اگر پوری تحقیق اور صحیح تفصیل مطلوب ہو تو حیلۂ ناجزہ ملاحظہ فرمایا جاوے اُس میں مدینہ منورہ کے علمائے مالکیہ سے مبسوط اور مدلل فتاویٰ حاصل کر کے شائع کئے گئے ہیں فقط واللہ اعلم۔

آٹھویں جزو میں خدشہ تو کئی مقدمات پر ہے مگر ہم بغرض اختیار صرف اصل مقصد پر کلام کرتے ہیں جیسا کہ دوسرے اجزا میں بھی ضروری امور پر کلام کیا گیا ہے۔ اس جزو ہشتم کا اصل مقصد یہ ہے کہ تفویض الی رأی الحاکم کا قول جو مذہب حنفی میں موجود ہے اسمیں زوجہ مفقود کیلئے کافی رعایت موجود ہے اس واسطے دوسرے امام کا مسلک اس باب میں اختیار کرنے کی ضرورت نہیں رہتی۔ غالباً مؤلف نے تفویض کا یہ مطلب قرار دیا ہے کہ حاکم کو کلی اختیار رہے کہ جب چاہے مفقود پر موت کا حکم لگاوے اسی واسطے مؤلف نے احسن المقال کے عنوان میں تفویض الی رأی الامام کا یہ ترجمہ کیا ہے کہ "مفقود کا معاملہ قاضی اسلام کے حوالہ کر دیا جاوے" لیکن در اصل اس قول کا یہ مطلب نہیں اس واسطے اس قول سے کوئی سہولت اور رعایت نہیں نکل سکتی اصل مطلب اس قول کا یہ ہے کہ مفقود پر موت کا حکم لگانے کیلئے مشائخ مذہب سے جو مختلف مدتیں منقول ہیں اُن پر مدار رکھنے سے بہتر یہ ہے کہ حاکم خود مفقود کے حالات میں غور کرے اور جب اُس کی موت کا ظن غالب ہو جاوے اُس وقت موت کا حکم لگاوے چنانچہ شامی نے شرح وہبانیہ سے تفویض کی یہ تفسیر نقل کی ہے ان ینظر ویجتہد ویفعل ما یغلب علی ظنہ فلا یقول بالتقدیر لانہ لم یرد بہ الشرع بل ینظر فی الاقران والزمان والمکان ویجتہد۔ بعد ازاں زیلعی کا قول لکھا ہے لانہ یختلف باختلاف البلاد وکذا غلبۃ الظن تختلف باختلاف الاشخاص فان الملک العظیم اذا انقطع خبرہ یغلب علی الظن فی ادنی مدۃ انہ قد مات اھ پھر خود تحریر کرتے ہیں ومقتضاہ انہ یجتہد ویحکم القرائن الظاہرۃ الدالۃ علی موتہ وعلی ہذا ینبنی ما فی جامع الفتاوی حیث قال

واذ فقد فی المہلک۔ فموتہ غالب فیحکم بہ کما اذا فقد فی وقت الملاقاۃ مع العدو والخ۔ اس کے بعد فرماتے ہیں وافتی بہ بعض مشائخ مشائخنا وقال انا افتی بہ قاضی زادہ صاحب بحر العناوی لکن لایخفی انہ لابد من مضی مدۃ طویلۃ حتی یغلب علی الظن موتہ لا بمجرد فقدہ عند ملاقاۃ العدو والخ۔ تعجب ہے کہ باوجود ان صاف تصریحات پیش نظر ہوتے ہوئے صاحب رسالہ نے قاضی کیلئے اختیار مطلق کو کیسے تجویز کیا۔

الغرض ان تصریحات سے یہ ثابت ہوگیا کہ حکم بالموت علی المفقود کا مدار در اصل غلبۂ ظن پر ہے خواہ وہ غلبۂ ظن موت اقران سے حاصل ہو خواہ مضی مدۃ لا یعیش الی مثلہ سے حاصل ہو خواہ دیگر قرائن ظاہرہ سے حاصل ہو اور بدون غلبۂ ظن کے موت کا حکم لگا دینے کا ہرگز اختیار نہیں ہے۔

جب یہ واضح ہوگیا تو پھر اس قول میں صرف اُس مفقود کی عورت کو سہولت ہوگی جس کی موت پر قرائن ظاہرہ دال ہوں اور عام مفقودین کی عورتوں کیلئے کوئی سہولت نہ نکلی بلکہ اُن کے واسطے ہنوز وہی دقت باقی ہے جس سے سخت پریشانی ہے پھر چونکہ تفویض الی رأی الحاکم وجود قاضی اسلام پر موقوف ہے اور ہندوستان میں اسوقت اس کا تحقق نہیں اور کوشش کے بعد کامیابی کی جلد امید نہیں۔ اسلئے زوجۂ مفقود کو ہندوستان میں بحالت موجودہ کچھ بھی سہولت نہ ہوئی۔ اور جب ضرورت باقی ہے تو رفع حرج کیلئے لامحالہ قول مالکیہ اختیار کرنا پڑیگا۔ کما لایخفی۔ وھذا اٰخر ما اردنا ایرادہ فی ھذا المقام + والتوفیق بید الملک العزیز العلام۔

حررہ الاحقر عبد الکریم عفی عنہ۔ خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون۔ مورخہ ۱۵ ذی الحجہ ۱۳۵۲ ہجری۔

از اشرف علی عفی عنہ۔ بغور دیکھا ماشاء اللہ کافی وافی ہے اسکو امداد الاحکام میں نقل کرا دیا جاوے۔

تتمۃ الرسالۃ

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الحمد لوجہہ الکریم والصلوۃ والسلام علی رسولہ العظیم۔ سراپا کرم! اکرمکم اللہ الکریم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

رفاق المجتہدین کا مطالعہ کیا۔ صغیرہ آئسہ وصغیرۃ الزوج کی تخصیص۔ اور علامہ شامی کا بجائے یفتی کے یحکم کہنا ان دونوں میں مجھ سے ضرور تسامح ہوا اس کو نکال دوں گا۔ آپ واقعہ سنئے ایک مقامی عالم نے زوجۂ مفقود کے بارہ میں بقول امام مالکؒ فتویٰ لکھا اور قضا برعایت مذہب مالکی کا حکم دیا۔ اُسوقت میں نے یہ تحریر بہت جلدی میں مرتب کی اور اتنی تحریر کی نقل دشوار تھی اپنی آسانی کیلئے چھپوایا اور ۳۰ جگہ روانہ کیا مگر اب تک سوائے آپکے کہیں سے نہ تائید آئی نہ تردید۔ بعد میں معلوم ہوا کہ "المفقودات" کوئی رسالہ شائع ہوا ہے اُس سے مقامی عالم نے اخذ کیا ہے چنانچہ المفقودات ایک شخص سے دستیاب ہوئی اور اُسکو دیکھا مگر اُسمیں صرف فتاوی کیلئے حیلۂ ناجزہ کا حوالہ دیا گیا مگر حیلۂ ناجزہ باوجود کوشش بلیغ کے دستیاب نہیں ہوئی۔ دہلی سہارنپور دیوبند سب جگہ سے جواب آیا ہے کہ موجود نہیں۔ اب آپ اپنی تحریر میں جا بجا

حیلۂ ناجزہ کا حوالہ لکھتے ہیں۔ اگر ممکن ہو تو ایک نسخہ مجھے ضرور عطا فرمائیں تاکہ استفادہ کر سکوں۔ فی الحال امورِ ذیل کے جواب سے مجھے ضرور مطمئن فرمائیے امید ہے کہ انھیں سے اختلاف مرتفع ہو جائیگا (۱) تفویض کا مطلب جو میں نے لکھا ہے وہ درمختار کے ذیل میں فتح کے حوالہ سے علامہ شامی نے بھی نقل فرمایا ہے جیسا کہ فرمایا۔ قال فی الفتح فای وقت رأی المصلحۃ حکم بموتہ۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ یہ رویت معمولی نہ ہو بلکہ نظر و اجتہاد و حصول غلبۂ ظن کے بعد ہو مگر اختیار کلی اس سے ثابت ہوتا ہے یا نہیں اس پر مزید غور فرمائیے اسی کے طے ہو جانے پر سب طے ہو جائیگا (۲) نصب القاضی بالتراضی صحیح ہے یا نہیں (۳) اور بعد نصب القاضی بالانواع الثلثۃ المذکورۃ فی وفاق المجتہدین سہولت ہوگی یا نہیں۔ (۴) اگر یہ نہ ہو اور وقتی کارروائی کیلئے تحکیم پر معاملہ رکھا جائے تو مفید ہوگا یا نہیں کیونکہ تحکیم بمنزلہ قضا اور محکم مثل قاضی ہوتا ہے خصوصاً صاحب درمختار نے جو لکھا ہے اس پر کافی غور فرمائیے۔ ثم استثناء الثلثۃ یفید صحۃ التحکیم فی کل المجتہدات کحکمہ بکون الکنایات رواجع وفسخ الیمین المضافۃ الی الملک وغیر ذلک لکن ھذا مما یعلم ویکتم وظاھر الھدایۃ انہ یجیب بلا یحل فتامل (درمختار باب التحکیم)۔ اب مجھے صرف یہی عرض کرنا ہے کہ اگر مذہب حنفی کی رو سے قضا یا تحکیم کے ذریعہ سے زوجہ مفقود کی خلاصی ہو سکتی ہے تو مذہب غیر پر عمل کرنیکی کیا ضرورت ہے، مذہب غیر پر عمل کی اجازت بعد ضرورت ہے اور یہاں خود گنجائش موجود ہے اس کے جواب سے ضرور مطلع فرمائیے خصوصاً درمختار کا یہ جملہ ھذا مما یعلم ویکتم بہت توجہ سے غور کے لائق ہے۔

بخدمت جناب مولانا اشرف علی صاحب سلام مسنون بوحدت مضمون عرض ہے میری یہ تحریر مولانا کی خدمت میں ضرور پیش فرمائیے کہ تحقیق حق مطلوب ہے۔

الجواب

مولانا المکرم زاد مجدکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ والانامہ صادر ہوا۔ آپنے احقر کی معروضات پر خاص توجہ فرمائی اسکا شکر گذار ہوں۔ اور حسب الطلب حیلۂ ناجزہ ایک صاحب کی طرف سے ہدیۃً مرسل خدمت ہے اس کے بھیجنے کی ایک غرض یہ بھی ہے کہ اگر ملاحظہ کے بعد آپ اس سے اتفاق کر لیں تو اس پر تقریظ لکھکر روانہ فرمائی جاوے۔ اب استفسارات مندرجہ والانامہ کے متعلق جو کچھ خیال ناقص میں آیا وہ بھی پیش خدمت ہے امید ہے کہ حسب سابق توجہ سے ملاحظہ فرما کر جو رائے ہوگی اس سے مطلع فرمائینگے

(۱) عریضہ سابقہ سے واضح ہو چکا ہے کہ تفویض الی رأی الامام کا یہ مطلب ہے کہ حاکم کو جب قرائن ظاہرہ دالہ سے موت مفقود کا غلبۂ ظن ہو جائے تو وہ بدون موت اقران بھی حکم بالموت کر سکتا ہے کیونکہ موت اقران سے غلبۂ ظن ہی ہوتا ہے جب وہ دوسرے طریق سے حاصل ہو گیا تو اصل مقصود میں خلل نہیں آتا اور جب غلبۂ ظن شرط ٹھیرا اور وہ بھی مقترن بالقرائن الظاہرۃ الدالۃ تو حاکم کیلئے کلی اختیار کیسے ثابت ہو سکتا ہے۔ اور فتح القدیر میں قال بعضھم یفوض الی القاضی کو بعد جو نقل فای وقت رأی المصلحۃ حکم بموتہ موجود ہے اس میں مصلحت سے مراد غلبۂ ظن ہی ہے۔ کما یعلم من صنیع الشامی رحمۃ اللہ علیہ حیث قال تحت قول الدر (واختار الزیلعی تفویضہ الی رای الامام) قال فی الفتح فای وقت رأی المصلحۃ حکم بموتہ قال فی النہر وفی الینابیع قیل یفوض الی رأی القاضی ولا تقدیر

فیہ فی ظاہر الروایۃ وفی القنیۃ جعل ہذا روایۃ عن الامام اھ قلت والظاہر ان ہذا غیر خارج عن ظاہر الروایۃ ایضاً بل ہو اقرب الیہ من القول بالنقد یرلانہ فسرہ فی شرح الوہبانیۃ بان ینظر ویجتہد ویفعل ما یغلب علی ظنہ فلا یقول بالتقدیر لانہ لم یرد بہ الشرع بل ینظر فی الاقران والزمان والمکان ویجتہد۔ نیز علامہ زیلعی جنہوں نے اس قول کو مختار کہا ہے وہ اختیار کی یہ وجہ بیان فرماتے ہیں۔ لانہ (ای العمر الذی لا یعیش بعدہٗ غالباً) یختلف باختلاف البلاد وکذا اغلبیۃ الظن یختلف باختلاف الاشخاص الخ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ان حضرات نے مصلحت کو عام نہیں رکھا بلکہ اقران اور زمان ومکان میں غور کرنے کے بعد غلبۂ ظن سے اسکی تفسیر کی ہے اور اس تفسیر کو تسلیم کرنا لازم ہے کیونکہ اگر اس قول کی یہ تفسیر تسلیم نہ کی جائے بلکہ یہ محمل قرار دیں کہ قاضی کو علی الاطلاق اختیار ہے تو اس قول کو درست کہنا بھی ممکن نہ رہیگا کیونکہ اُسوقت یہ قول ظاہر الروایۃ میں داخل نہ ہو سکے گا جسکی وجہ سے شامی وغیرہ نے تائید کی ہے بلکہ ایک جدید قول ہوگا جسکی مساعدت نہ کسی روایت سے ہو سکتی ہے نہ درایت سے۔ اور ظاہر ہے کہ ایسا قول کسی طرح بھی قابل قبول نہیں ہو سکتا۔ پس اس باب میں قاضی کیواسطے اختیار کلی تجویز کرنا سراسر بے اصل ہے لم یقل بہ احد من اہل العلم فیما اعلم۔ واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

(۲) تراضی مسلمین سے قاضی کا تقرر درست نہیں چنانچہ شامی نے بزازیہ سے نقل کیا ہے لو اجتمع اہل بلدۃ علی تولیۃ واحد القضاء لم یصح الخ اور علامہ شامی نے جو اس کے بعد فرمایا ہے قلت وہذا حیث لا ضرورۃ والا فلہم تولیۃ القاضی ایضاً کما یاتی بعدہ اھ اول تو سخت اشکال یہ ہے کہ عبارت آئندہ جسکا حوالہ دیا گیا ہے اسمیں یجعلونہ والیا فیولی قاضیا ہے اور براہ راست عامہ کی طرف سے تقرر قاضی کا اس میں کوئی ذکر ہی نہیں پس مدعا ثابت نہ ہوا۔ دوسری یہ عرض ہے کہ جس ملک میں تراضی مسلمین سے قاضی کو قوت وشوکت حاصل ہو جائے وہاں تو کچھ گنجائش بھی ہو سکتی ہے مگر اس ملک میں تقرر عامہ سے کچھ کام نہیں چل سکتا بلکہ ایک اختلاف جدید کا وسیع باب کھلجائیگا اسلئے اسکو صحیح کہنا کسی طرح قرین قیاس نہیں۔ (۳) انواع ثلثہ میں سے نوع اول یعنی یجعلونہ والیا فیولی قاضیا کا وقوع تو ہمارے دیار میں نہایت ہی بعید ہے اور نوع دوم کا ناکافی ہونا ابھی مسئلہ میں گذر چکا۔ اور نوع سوم یعنی ولی الکافر علیہم ورضیہ المسلمون ممکن ہے لیکن سالہا سال سے برابر سعی جاری ہے مگر ہنوز روز اول ہے اور اگر خدا کرے کامیابی بھی ہو جائے تب بھی قول مالکیہ کو اختیار کئے بدون چارہ نہیں کیونکہ تفویض الی القاضی سے مشکل حل نہیں ہوتی جیسا کہ عریضہ سابقہ میں بھی معروض ہو چکا ہے۔

(۴) اول تو صاحب ہدایہ وغیرہ جیسے جلیل القدر مشائخ کرام کے خلاف کی جرأت مشکل ہے خاصکر جبکہ انکے قول کی علت یعنی تجاسر عوام کا اندیشہ آجکل روز افزوں مشاہدہ ہو رہا ہے۔ دوسرے مفقود میں تحکیم متصور ہی نہیں کیونکہ تحکیم میں تراضی فریقین شرط ہے اور مفقود کی رضا بھی مفقود ہے لہذا تحکیم کا فتوی نہیں دیا جا سکتا۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

کتبہ الاحقر **عبد الکریم** عفی عنہ از خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون یکم محرم الحرام ۱۳۵۵ ہجری

آپکا خط بھی مولانا دامت برکاتہم کے ملاحظہ سے گذار دیا تھا اور عریضہ ہذا بھی۔ عریضہ ہذا کی تصویب فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ مولوی صاحب کو میری طرف سے سلام لکھدینا اور یہ بھی لکھدینا کہ آپکی جدوجہد سے دل خوش ہوا دعائے برکت کرتا ہوں حق تعالی زیادہ توفیق عطا فرماوے۔

تمت